

شاہ ولی اللہؒ کا نظریہ معیشت

اور

عصر حاضر میں اس کی افادیت



مولانا حسین محمد قریشی

toobaa-elibrary.blogspot.com

Message from Imam Shah Waliullah-Dehelvi

To the world wide Muslim Ummah!!

..... Religion of Islam has come for the establishment of the greatest international power and when its domination is to continue for ever, it can be rightly insured only when the Muslim nations make themselves strong both morally and materially, for this purpose be unite, draw closer and stable, forget their past jealousies and work for the solidarity of Islam and lose no time and effort to make themselves the greatest power in the world.

Extract :

Teachings of Shah waliullah written by jalbani



TAYYAB PUBLISHERS

5- Yousaf Market Urdu Bazar Lahore.

toobaa-elibrary.blogspot.com

شاہ ولی اللہ کا نظر پر معیشت

اور عصر حاضر میں اسکی افادیت



حسین محمد قاسمی

حسین محمد قاسمی

پیشہ ورانہ لکچرر

اساتذہ عالیہ

طیب پبلشرز

51-52، گولڈن ٹمپل روڈ، لاہور۔ فون: 3731778

نظر تہ معیشت
۳۳۵
سوالشی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

کتاب:	شاہ ولی اللہ کا نظریہ معیشت
تحقیق و تالیف:	مولانا حسین محمد قریشی
اشاعت:	2005ء (دوسرا ایڈیشن)
اہتمام:	محبوب الرحمن انور
مطبع:	حاجی حنیف اینڈ سنز لاہور
برائے:	طیب پبلشرز لاہور
قیمت:	150/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ پاس

شاہ ولی اللہ دھلوی ایک جید عالم ہیں، ایک باکمال فقیہ، ایک عظیم مدہ برکی حیثیت سے کسی تحارف کے تحت نہیں۔ دورِ صغیر کے مسلمانوں کے مجددِ زوال کے یعنی شاہد اور راہنما کی جیہ و تہوں پر فوہ کٹاں ہی نہیں تھے، بلکہ اس دور کے واقعات کو اپنے جیہ و فکر سے بدل کر اسلام کی شوکتِ دولت اور عظمتِ اخیر کے قیام کے طور پر اپنے ہم عصروں کے لئے ہدایت و راہنمائی کا مرکز بھی تھے۔

امامِ اہلِ بدعتی ہر جہتِ شخصیت کے کئی پہلوؤں کا حامل ہو چکا ہے، مگر ابھی ان کے قد و قامت کے کئی خدو خال گھرنے باقی ہیں، جنہیں وچو چو ایک جاواں عمل سے اور اس کے ثمرات ہمارے علمی، ادبی، ثقافتی، سیاسی اور معاشرتی ورثے کی بازیافت کی صورت میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

چشمِ نظر کا گوشِ جہاں اس کا باعث ایک علمی سند کا حصولِ عمری اور الحمد للہ اس میں کامیابی حاصل ہوئی، وہ اس شاہ صاحب کے عمران و اقتصادیات کے حوالے سے ایک منفیہ مجموعہ تھا آجیا۔ دامید یہ ہوا، کہ کیوں نہ اسے شائع کر کے جلائے ولی اللہی سے مسلکِ بلاذق اعلیٰ علم کے سامنے پیش کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اشاعت کے اسباب پیدا کئے۔ **فلله الحمد والمنة**۔

مجھے یہ دھماکی تو نہیں، کہ میں نے موضوع کے تمام پہلوؤں کا اساطیلِ طریقِ احسن کر لیا، تاہم بساطِ بحرِ کوشش کرنے کے بعد میں اپنی گہرا چتو کے اس حاصل کو مساجدانِ علم و فضل میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ اس مقالہ کی نوعیت و حقیقت کے بارے میں مقالہ کے عمرانِ جناب ڈاکٹر محمد الغزالی کی رائے پر استثناء کرتا ہوں۔

”چشمِ نظر مقالہ کی خوبیاں میں سے یہ بات نمایاں ہے، کہ اس میں شاہ صاحب کے افکار کی جامعیت کو دکھانے کی مستحسن کوشش کی گئی ہے۔ اس لیے کہ شاہ صاحب کا تصورِ اسلامی معیشت ان کے مجموعی فکر پر حیات اور فلسفہ و دین ہی سے مستفہم ہوتا ہے۔ مقالہ کی دوسری نمایاں صفت یہ ہے کہ اس

یہ واضح ہے کہ اسلام نے مادیات کو مقصود نہیں کرنا تاہم مقصود کا ذریعہ تسلیم کر کے نظام مالیات کا مضبوط حلال و حرام پر مبنی ایک قابل عمل نظام دیا ہے، جس پر ایک انسان چل کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو سکتا ہے امام ابنہ "جو اسلامی حکم ہیں، کی نظر میں اس مذکورہ مسئلہ کا حل کیا ہے۔ یہی اس مقالہ کا موضوع ہے۔

ان خطوط پر کئی اہل علم نے داؤد تحقیق دی ہے، جن میں مولانا عبید اللہ سندھی جو امام ابنہ کے فلسفہ کے صحیح ترجمان مانے جاتے ہیں، کے تمام علمی شاہکار سر فہرست ہیں، اس طرح شیخ اشیر احمد، جناب ڈاکٹر خٹام مصطفیٰ قاسمی صاحب کا مقالہ برائے بی ایچ ڈی "شاہ ولی اللہ کے معاشی نظریات" قابل درج پیش رفت ہے۔ ان فضلا کی حرقی ریاضی نے نشان راہ کا کام ادا کر مقالہ نگار کو اس قابل بنایا کہ وہ یہ طالب علمانہ کام اہل علم کے سامنے پیش کرے۔ اس کاوش کیلئے اساس شاہ صاحب کی جملہ سیکت خصوصاً حجة الله البالغہ اور البصیر البلاغہ ہی نے فراہم کی۔

میں ان جملہ اہل علم کا جنہوں نے کسی بھی انداز سے میری معاونت کی، شکریہ ادا کرتا ہوں، خصوصاً جناب مولانا صوفی عبدالحمید صاحب، جو گوچرا نوالہ نے کارگزار اشارے دیے، ناسپاسی ہوگی اگر میں برادر مودود محمد قریشی کا ذکر خیر نہ کروں، جنہوں نے تسویہ کی و اشاعتی سلسلہ میں مدد دی۔ اور میں مولانا مفتی عبدالغنی آزاد صاحب کا بھی نے حد شکور ہوں کہ جنہوں نے اس مقالہ کو دیکھ کر جمہوری طور پر پسند فرمایا، آخر میں طیب پبلشرز کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے عانت اناس تک اسے پچھلے میں شائع کر کے شائع کیا۔ میری یہ کاوش بارگاہ ادب الاہل میں مقبول اور اہل علم کی نظروں میں مستحضر ظہرے۔ آمین

حسین محمد قریشی

۱۰ اشوال ۱۳۴۲ ہجری

کو اس انداز میں تحریر کیا گیا ہے، کہ موجود زمانہ کے معاشی مسائل کے اسلامی حل کی تلاش میں اس سے مدد لی جاسکتی ہے، اس کی تیسری قابل ذکر بات یہ ہے، کہ اسلامی شریعت کے عمومی احکام معیشت سے بھی اس کتاب کے مباحث کو مربوط کیا گیا ہے۔ اس طرح یہ بات سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے کہ شاہ صاحب کے معاشی نظریات اپنی جدت اور تحقیق کے ساتھ ساتھ شریعت اسلامیہ کے عمومی مقاصد و ہدایات سے مطابقت نہیں ہیں بلکہ ان کی تسخیر و تخریب ہے۔

یہ ایک امر واقعہ ہے، کہ شاہ صاحب جن کا عرصہ دیانت ۱۳۰۷ء تا ۱۳۷۵ء کا کچھ سال پر محیط ہے، نے اپنا نظریہ اور فکر اس وقت پیش کیا، جب یورپ میں مشینی دور کا آغاز ہو رہا تھا، دنیا حیران ہے کہ جس "عربی عدل" کا پہلی بار آپ نے تعارف کرایا، یورپ میں پوری ایک صدی بعد اس کی بازگشت۔ معاشری حقوق و جمہوری آزادی اور معاشری عدل کی صورت میں شائی دی گئی، آپ کے فکر کو اس وقت پڑے پرانی حاصل نہ ہو سکی، اس کی کئی وجوہ تھیں۔

مثلاً آپ کی فکر کو یہ الہ پیش آیا کہ اسے پڑھ بیٹھ نہ سکتا تھا، وہ قوت میسر نہ آ سکی جو دیگر اہل فکر کو حاصل رہی۔ دوسرا انک پیلو یہ تھا کہ شاہ صاحب نے ایسے دور میں آنکھ کھولی جس وقت کہ یورپ کی نظریں پیشہ پر لگی ہوئی تھیں اور وہ اپنے استعماری جھنڈوں سے اس کے ہاتھوں کا استحصال کر رہا تھا، لہذا نظریہ کی اشاعت سے تنہا ہوا تھا، وہ جنگ کا سلسلہ تھا۔

اس وقت پوری دنیا اپنے غریب، محروم اور سرمایہ داری اساس پر مقسم ہو کر بھیا تک قسم کا طبقاتی نظام پر ان چڑھ رہا تھا۔ ارتقا و رویت کا مرض پھر سے معاشرے کو دھمک کی طرح چھاتا، رہا تھا، جبکہ یہ اقتصادی نظام تن و مند ہو کر مفریت کی شکل اختیار کر چکا اور اپنے استبدادی بیچوں کو غریب اور متوسطہ اہل مال و مالک پر گڑ چکا ہے، یہ دیکھنا یہ ہے، کہ اسلام جو ایک فطری دین ہے اور ہر قسم کے جبر کا انکار کرتا ہے، اپنے سامنے والوں کے لئے کیا انکار عمل دیتا ہے ؟ اسلامی معاشرہ میں سرمایہ کی تقسیم کی اساس کیا ہے ؟ یہ اپنے بچہ زور نظام معیشت میں "عدل عرفانی" کے قیام کے لئے کیا طریقے پیش کرتا ہے ؟ اس طور پر دامن بائیں لکھنا مہائے معاش کے افراط و تفریط سے ہٹ کر توازن فطری تقسیم دولت کا کیا عمل تجویز کرتا ہے۔ یہ کاوش دراصل ان سوالات کے جوابات کا حاصل ہے۔

باب پنجم

(خلافت کبریٰ کی اقتصادی (مداریاں)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۳	اموال بیتس اور تنظیم دولت	۱۱۹	مدد قاتل ذکاوت عشر
۱۲۵	ظلامت ذکاوت اور تنظیم دولت	۱۲۰	ریاست کے مصارف
۱۲۶	مدد بیاد اور تنظیم دولت	.	بیت اسوئی کا تصور
۱۲۷	آپجائی اور تنظیم دولت (عراقی)	۱۲۲	بیت المال اور مدد باغی مار (عراقی)
	باب ششم		باب ششم
	(معاشرتی اخلاق اور اس سے پیدا کی ذراعت)	۱۵۶	(اداریہ بیت کی کلیاتی قدر و قیمت کا احاطہ)
۱۸۹	مشرقاں بیتس سے انتظام	.	حقوق ملکیت
۱۹۲	لباس مگر کی تعمیر اور عورت کی مشاغل	۱۵۸	مباحثہ انبیاء میں عدم ملکیت
۱۹۲	مدیا زندگی اور اس میں چارہ بدل	۱۶۰	بیتوں کی آزادی
۱۹۳	شریعت سے ذکاوت پیدا کیے کرنے کا مرض	.	عدل و مساوات کی روح
	بیتس و مشرق اور اس کے مفاد	۱۶۲	احسان و جرم
۱۹۵	گرمی اور بکس	۱۶۴	چاہے حیثیت برائی
۱۹۷	بیتوں کی مملکت میں کرب و غلظت	۱۶۵	خاندانہ معاملات اور ان کی حرمت
۱۹۹	سود اور اس کے استعمال کی نکتہ	۱۶۷	حمود میں بائیں و بائیں
۲۰۰	بیمار آزادی و حرمت	۱۶۹	تجدیدی شراکت کی کلیت
۲۰۲	مفت قریب و اقربا	۱۷۱	شرکت و مضاربت
۲۰۳	تجربہ کا سود	.	شرکت و مفاد
۲۰۹	غلام و بیعت	۱۷۴	شرکت و مباحث
۲۱۳	عراقی	۱۷۴	حرارت و شام و سب کی تعمیر میں
۲۱۵	شیر	۱۷۵	ظلمت و غلامی کے آثار کی
۲۵۱	اسکات پات	۱۷۵	عراقی

باب سوم

(قوی حکومت اور اس کے معاشری امور)

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۵	شاہ و سب کی تعمیر حکومت کے	۶۵	تکلیف معاشری
.	شروری کا	۶۶	فرار اور دنیا کا باغی
۱۰۰	انتخاب مدد و ماحول میں	۶۷	شاہ و سب کی تعمیر ملکیت
۱۰۳	شرعی حکومت کا باغی کی حکام	۶۹	ازراعت بیت اور کی تنظیم
۱۰۳	بکس سے کرنے کے اصول	۷۱	مفتی ملکیت و مملکت مدد کے ساتھ
۱۰۶	تخلیف بکس کی سخت	۷۲	شیخ الہد و مدد میں اور اشیا کا نکتہ
۱۰۷	بیت المال پر بدھیم ہو	۷۵	ایک ملک کی کلیاتی بنیاد پر ایک مملکت
۱۰۸	خاندان کی کھڑاں اور مملکت	.	نکتہ مملکت و مملکت کا نکتہ
۱۰۹	حاکم کے اخراجات	۷۶	تاج و تختی معاشریات کا بنیادی اصول
۱۱۰	عراقی	۸۵-۷۹	عراقی
	باب پنجم		باب چہارم
۱۴۱	(خلافت کبریٰ کی اقتصادی (مداریاں)	۱۴۱	(امارت کی چہارم)
.	خلافت کبریٰ کی حقیقت	۱۴۳	خلافت کبریٰ کی حقیقت
۱۴۰	مفتیوں کی کفالت	۱۴۳	خلافت کبریٰ کی مالی دولت
۱۴۱	معاشری انتظام کا نظام	.	تجربہ و مملکت میں اور مدد پات
۱۴۲	حرارت و مملکت کی مملکت و مملکت	۱۴۲	قوی اور مملکت
۱۴۳	ادیا و مملکت کی مملکت	۱۴۷	فرار اور مملکت
۱۴۵	تجربوں کی مملکت و مملکت	۱۴۵	تجربہ و مملکت میں اور مدد پات
۱۴۰	مفتی و مملکت کے آثار کے لئے اقدامات	۱۴۸	مفتی و مملکت میں اور مدد پات
۱۴۲	مفتی و مملکت کی مملکت و مملکت	۱۴۲	مفتی و مملکت میں اور مدد پات
۱۴۳	تجربہ و مملکت میں اور مدد پات	۱۴۳	تجربہ و مملکت میں اور مدد پات

تمہیدی باب

شاہ ولی اللہ دہلوی کی سوانح حیات

اور

درپیش اقتصادی حالات

العام کو چڑھنے اور بدل عمرانی کے قیام کو لازمی قرار دیا۔ اس طرح استعمالی (Exploitative) نظام معیشت کی بجائے نظام بدل کے قیام کے لئے آپ کی منصوبہ بندی ہی اہمیت کی حامل ہے یاں طور آپ نے لوگوں میں دین اسلام کی نئی روح پھونکی۔ (۵)

شاہ صاحب کی شخصیت خود ان کی زبانی: شاہ صاحب نے ایک رسالے میں اپنے حالات زندگی تھمہ بند کئے ہیں، اس میں آپ نے اپنی زندگی کی جن پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، ان کا ایک اندر درخشاں ہے۔

”میں نے جو کچھ پڑھا اور روحانی فیض حاصل کیا، اپنے حالات کا جو جائزہ میں نے لیا علماء سے ملنے کا ذرا مانگا ہے بعد جو جہاں میں میرے ذہن میں آئیں، وہ دودھ کا گھڑ پر انعام ہے۔ خدا نے اپنے فضل و کرم سے مجھے ایک خاص مقصد کے لئے چنا ہے۔ اس دور کا آغاز مجھ سے ہوتا ہے اب تک فقہ کے مذاہب کا کافی اختلاف تھا، میں نے ان سب کو جمع کر کے ”فقہ الہدایت“ کی نئے سرے سے بنیاد رکھی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس امت کو جو عبادات اور معاملات میں حکم دیے ہیں، ان کی خوبیوں اور نکتوں کو میں نے اس انداز سے لکھا ہے، کہ مجھ سے پہلے کسی نے کام اس طرح نہیں کیا۔ خدا نے مجھے انسانی نفوس کی استعدادوں وغیرہ کا علم عطا کیا اور ساتھ ہی ادب و تدبیر (طبیعیات و مابعد الطبیعیات) سے سیاست اور معاشیات وغیرہ کے علوم سے بھی سرفراز کیا ہے۔ ایسے علوم ہیں، جن میں فقیر کے سوا کسی نے اس سے پہلے اس انداز میں قدم نہیں رکھا۔ خدا نے مجھے یہ توفیق دی ہے، کہ میں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی صحیح پرکھ کر سکوں اور یہ کہ جو باتیں آپ ﷺ کی تعلیمات کی روح ہیں، انہیں لکھ کر دوں۔ (۶)

بالا عبادت سے واضح ہے کہ شاہ صاحب ایک ہمہ جہت شخصیت تھی اور آپ کا علمی و روحانی دائرہ قلم، اللہ تعالیٰ نے آپ کو متنوع علوم سے سرفراز فرمایا تھا، قدرت نے جو تدبیر، طبع، تحقیق و تنقیدی نظر سے نوازا تھا۔ فقہ الہدایت کے تاثر میں آپ نے فقہ و حدیث میں تطبیق کی گراں قدر خدمات لکھا ہیں اور یوں مذاہب اربعہ آپس میں قریب تر آئے۔ اس سے بالا عبادت کی تقدیر بتاتی ہے کہ

شاہ ولی اللہ دہلوی کی سوانح حیات و ولادت

شاہ ولی اللہ دہلوی کی ولادت ۳ شوال ۱۱۱۳ھ مطابق ۱۷ فروری ۱۷۰۷ء دہلی کے قریب ”بھٹا“ نامی قصبہ میں ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت عمرؓ سے جاتا ہے۔ آپ کے والد نے آپ کا نام معروف بزرگ شخصیت، قطب الدین شہید کاکی کی نسبت سے قطب الدین رکھا، لوگوں نے بزرگی کی وجہ سے ولی اللہ پکارا۔ شروع کیا۔ آپ اپنی تصانیف میں اپنا نام ”امجد“ لکھا کرتے تھے۔ (۱)

شاہ صاحب نے جس عہد میں ولادت پائی یہ سیاسی طور پر اسلام کے زوال کا زمانہ تھا۔ آپ کی ولادت کے چار سال بعد علم دوست انسان اور بزرگ ذہب امام شریعتؒ نے عرصہ ام میں وفات پائی۔ (۲)

شاہ ولی اللہ کا تعلیمی سلسلہ: پانچ سال کی عمر میں شاہ صاحب کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ معلمی خدمات والد ہی نے انجام دیں۔ انہوں نے دو سال کے اندر قرآن مجید ختم کیا۔

آپ نے دس سال کے عرصہ میں معقولات و مقولات پر پوری دست گاہ حاصل کر لی اور تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، ادب فلسفہ، منطق اور طب کے علاوہ ہیئت، معیشت و عمرانیات اور ریاضی جیسے علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔ علوم و حکمت کے ارتقاء میں والد ہی آپ کے مساعدا رہے۔ (۳)

سترہ سال کی عمر میں مشفق باب کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس کے بعد والد ماجد کے قائم کردہ ”مدرسہ رحیمہ“ میں آپ تدریس مندرجہ بالا فروز ہوئے، دوبارہ دو سال تک تعلیم دیتے رہے۔ ۱۱۳۳ھ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے، وہاں انہیں فاضل استدلال نامی حدیث شیعہ کا ظاہر محمدی ابراہیم کردی سے شرف تلمذ ہوا۔ (۴)

پارے چودہ ماہ حرمین شریفین میں رہ کر ایک طرف اپنی حلیہ تعلیم کر لی، تو دوسری طرف مقدس مقامات کے زوار میں رہ کر دافین حاصل کیا، جب دہلی واپس آئے، تو لوگوں کو قرآن حکیم کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ قدرت نے آپ کو قائم الزمان اور مہر دہت کے منصب پر فائز کر کے لوگوں کے اصلاح حال کے لئے منتخب کیا۔ آپ نے مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں بہتری اور استحکام پیدا کرنے کے لئے اصول وضع کیے۔ اخلاقی معیار قائم اور باہر کرنے کے لئے آپ نے فرسوز

شیخ راجہ العقیدہ فرہان روا کی حکومت میں شمولیت کے لیے نظیر مواقع موجود تھے، مگر وہ ان مواقع کو خاطر میں نہ لائے البتہ انہوں نے فقہ کی کتاب "الفتاویٰ الہدیہ" جو فتویٰ عالمگیریہ سے مشہور ہے، کی ترجمہ حدود میں ہوا شاہد وقت نے تعاون کیا اور اس میں بذیل حصہ لیا۔ (۹)

چونکہ آپ کے والد ماجد عالم دین کو خصوصی حدود دونوں تھے، اس لیے انہوں نے یہ کوشش کی کہ دنیاویات اور تصوف کے درمیان عمل متعلق دور ہو جائے۔ سمجھوتے کی یہ روح ان کی طرف سے ان کے جتنے شاہدوں کی شہادت کو روٹنے میں ملی، بالخصوص اعلیٰ میں آپ رد فطر لڑیں۔

"اللہ تعالیٰ نے مجھ پر تھپڑ مارنے والے الطاف فرمائے ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے چند بار والدہ و گوار سے معافی ترقن میں تھپڑ کرنے اور تقریر میں مطالب کی تحقیق کے ساتھ ترقن پر ہٹنے کا موقع ملا، جس کی وجہ سے مجھے یہ علم عرفان کا دروازہ کھل گیا۔" (۱۰)

مندرجہ بالا حقائق سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں پہلی یہ کہ برصغیر میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے نواسے سے رجوع الی القرآن (Back to the Quran) کی جتنی تحریکیں اٹھ رہی ہیں، ان کا اصل محرک یہ خاندان تھا۔ دوسری یہ کہ شاہ عبدالرحیم کی شخصیت ہی تھی، جنہوں نے جتنے کے قلب و دماغ میں اس حقیق و توحید کی جھرمیز بنی، جس کے وہ بعد میں پھیل کر دایمی بنے۔

آپ اپنے والد ماجد کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۵۹ء تک وہ ان کا قاعدہ تھا کہ امراء کے گھر قطعاً نہیں جاتے تھے، لیکن امراء میں سے کوئی آپ کی زیارت کے لیے آتا، تو اس کا بہت پاس کرتے، اسے دعا و دعا نصیحت کرتے، مزید یہ کہ وہ اپنی معاشرت میں اشتعال پسند تھے۔ والد ماجد کا شمار زمانے کے اشراف علماء میں ہوتا تھا۔ آپ عام طور پر عہد عالمگیریہ کے ردیاری علماء سے الگ تھلک رہے اور رنگ زیب کی دعوت کے باوجود آپ اس کے ردیاری نہیں تھے گوراس زمانے کی فتنی ماحول اور علماء کا دنیا دارانہ رنگ آپ کو پسند تھا، تاہم آپ کے تعلقات و دارالافتاء کی اکثر عملی شخصیتوں سے تھے، لہذا عموماً طور پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی علمی و روحانی ترقیوں میں آپ کے جلیل القدر اور صاحب علم و ہمت والد کی تعلیم و ترویج کو بڑا دخل تھا۔ انمول سندھی شاہدوں کی اسلامی تربیت گھر میں ہی ہم شاہ عبدالرحیم کو سر کرنا تھے جن آپ کے والد شیخ ولیہ الدین بھی صاحب السیف و اہل قلم تھے۔

میرے سے رب تعالیٰ امت کی شیرازہ بندی کا کام لے گا۔

اس زمانے میں ایسے راجاں کا تقدس تھا، آپ کی ولادت ایسے دور میں ہوئی کہ سر اقتدار اور تہمتیں خزانہ انقلاب کے آخری کی آواز کو ہندوستان سے محو کر رہی تھیں۔ مجرمتوں کے اعتبار سے وہ کام جس کی ابتداء اسلام ربانی جہد الف تانی سرحدت نے کی تھی، اسے آپ نے تکمیل تک پہنچایا۔ آپ انہیں اپنے طریقے کا پیش رو "ارحاص" کو رد ہوا کر کے والا مانتے ہیں ایک تحریر میں شاہ صاحب لکھتے ہیں، شیخ محمد ارحاص امیر دور است۔ (۷)

شاہ صاحب کا راجا کا نام: شاہ صاحب کا راجا کا نامہ مسلمانوں کی سیاسی، معاشی، اور اخلاقی حالت کی اصلاح ہے۔ قیام تھار کے بعد آپ ہندوستان آئے تو آپ یہ دیکھ کر مضطرب ہوئے کہ برہمن ہندوستان کی حکومت اور رعایا پر زلوم سے تیار ہو چکے ہیں۔ گورنل و انتظام حکومت کے بارے میں عقل ان فطرتوں میں حکومت پر مصیبت طاری ہو جائے تو پھر اس کا جواب ہوتا تھا، تاہم شاہ صاحب کی پوری کوشش یہی کہ مسلمانوں کی اجتماعی و سیاسی فتنہ میں بھڑکی ہو کر مسلمانوں کا اقبال حال ہو۔ اس غرض کے لیے آپ نے ان میں دینی شعور بیدار کرنے کے لیے رجوع الی القرآن کا نسخہ لکھایا۔ اور پہلی بار آپ نے ترقن عظیم کا ترجمہ عوامی زبان فارسی میں کیا تاکہ ہر کوئی اس کی روشنی میں اپنی منزل متعین کر سکیں۔ اجتماعی، سیاسی، نظام کی فرسودگی کا یہ عالم ہو کر رہا تھا کہ اسے بیچ و بن سے اکھاڑنے پورے سے غلط پر اسے استوار کرنے کی ضرورت پڑ چکی تھی۔ تحریک کے بعد فقیر کے لیے خاتم مال کے طور پر آپ نے مسلمانوں میں نظریاتی اساس کو خوب سے خوب تر مضبوط کر دیا۔ آپ اسلامی معاشرہ کی تشکیل نو کے لیے معاشی توازن، نظم و ضبط کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ اسلامی اقتدار کے اطلاق و نفاذ کے لیے وہ باطل نظام حکومت کی ررتی کو ششم کر کے ایسی حکومت کی داغ بیل ڈالتا جانتے تھے جو صحیح تحریکات کی آواز ہو اور اور معاشی توازن کے اصولوں پر کاربند ہو۔ اس مقالہ کا موضوع ایسی حکومت کا انتظامی ڈھانچہ اور معیشت سے متعلق امور کا بیان ہے۔

شاہ صاحب کے والد ماجد: آپ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم زبردست عالم دین تھے، وہ ذات خود ایک صوفی متفق طریقت کے مالک تھے اور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔ ان کے لیے عالمگیریہ

(۱۵۵۸ء) ۲۷ (۱۵۵۹ء) کا انتقال ہو رہا تھا، تو اس وقت شاہ عالم (۱۵۵۹ء) کا
 (۱۵۵۸ء) کا انتقال ہو رہا تھا، تو اس وقت شاہ عالم (۱۵۵۹ء) کا
 (۱۵۵۸ء) کا انتقال ہو رہا تھا، تو اس وقت شاہ عالم (۱۵۵۹ء) کا
 (۱۵۵۸ء) کا انتقال ہو رہا تھا، تو اس وقت شاہ عالم (۱۵۵۹ء) کا

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ شاہ صاحب نے جن کیارہ سلاطین کا مصداق ہیں
 ہندوستان کو کن کن کر لڑو خیر حکومت سے گزرا چڑھا سداوت بارہ کائنات میں تسلط و فرخ میر کائن
 ہاتھوں سے یہ کس قید ہو، چھ تو رانی امراء کے ہاتھوں سے سداوت ہندوستان کا حال، مرنوں کی
 خدمت اور ان کا عروج سکون کی ذلالت، ہندو شاہ کی یلغار اور دلی میں قتل عام، احمد شاہ ابدالی
 اور مسرکہ پانی پت، حق کا بل پر غلبہ، سیاست ہندو میں اور دیول کی شرکت و مسامت، امرانی و
 تو رانی امراء کی رقیانہ چٹش، ہندوستان میں چار چوٹی کی قوامی کی کھائی ہوئی کھڑکیوں، پھر امیر خوجہ کی
 حال وغیرہ میں عمل دخل اور اس قسم کے دوسرے انقلابات شاہ صاحب نے اپنی آنکھوں سے
 دیکھے۔ (۱۶)

ان حالات نے آپ کے ذہن میں پیمانہ بپا کیا، لہذا آپ سے رہنمائی کا اور آپ نے وقت کی
 بات کو پیش نظر رکھ کر مسنون کی حکمت رفتاری کی ہے ایک چارچر و مرام تشکیل دیا، جو
 کی اور عملی پروگرام سے اقدام کا حال تھا آپ نے ایسے حالات میں اپنے ملی مشاغل اور احیاء
 کی کی مساقی کے ساتھ ایسے سیاسی تدبیروں کی بنیاد رکھی ہے کام لیا کہ اگر مغلوں میں کچھ
 میں سلاطین یا امراءے سلطنت میں بہت دور سیاسی شعور ہوتا تو ہندوستان نہ صرف غلظت اور انتشار
 میں ملحق خالق آزمائش سے محفوظ ہو جاتا بلکہ انگریزوں کے اس تسلط سے بھی محفوظ ہو جاتا، جس نے
 میں صدی کے وسط میں ہندوستان کو کھڑو اور مریدان کو خالی پارک اپنے قدم جمائے اور اس کو برطانوی
 حکومت میں نہ صرف شامل کیا بلکہ اس سے دو قوت و دو مسائل چھین لئے جس نے دنیا کی پوری سیاست
 اور مسلم عرب پر اپنا اقتدار جمایا آپ کی اس بصیرت و فہم، بہت اہمیت و اہمیت، بلند نگاہی و
 معرزی اور اس کے مقابلے میں ملک کی زلزلہ انگیز فضا کو دیکھتے ہوئے جس میں نہ کسی سنجیدہ اور

شاہ ولی اللہ کی خدمات: آپ کی مختلف انواع خدمات کا جائزہ دیا ہے تو یہ بات واضح ہو جاتی
 ہے کہ آپ کی خدمات ۳ حصوں میں تقسیم ہیں۔ معاشی و اخلاقی حوالہ سے آپ کا نیم دیار و کام
 اس بات کا شاہ عدل ہے۔ تصنیفی میدان میں آپ نے قرآن حکیم، حدیث، تصوف اور منطق جیسے
 علوم ہی یا ہر مضمین کے باوجود علوم معیشت و عمرانیات سے تعلق رکھنے والے جیادری مسائل میں آپ نے جو
 گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں، وہی رہتی، نیک یاد رہے گی۔

آپ کی منفرد شخصیت اس وقت ابھر کر سامنے آتی ہے، جب موزمبین پر چڑھ کر دیکھتے ہیں کہ
 اس زمانہ میں رہائی ملنا کا دستور تھا کہ وہ اسباب معیشت کے بارے میں سوچنا نہ دیکھتے تھے اور تقویٰ کے
 لیے تحریک اسباب پر زور دیتے تھے، ان علماء کے نزدیک دنیا کا قلمی انصاف تھی، اور دنیا کا کاروبار چلانے
 والے کو اس سے باز نہ آئے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کی شخصیت تھی۔ وہ
 اپنے تمام باعد الطبیعیاتی بات اور تقویٰ و ریاضت سے اس قدر دلچسپی کے ساتھ ساتھ انسان کے
 معاشی ضرورتوں کو اپنے عمرانی فلسفہ میں غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں اور اس امر کی وضاحت کرتے ہیں
 کہ انسان کی اخلاقی زندگی کا دار و مدار بہت حد تک اس کی اقتصادی زندگی کی حسن انتظام پر ہے۔ (۱۷)

آپ کی تصنیفی خدمات: آپ کی مصنفانہ اراہ کتب کے معنی ہیں، ان کی تعلیمات سے
 زیادہ جانی جاتی ہیں جن میں سے نصف کتب تالیف ہو چکی ہیں، تمام کتب تالیف ہو چکی ہیں جن میں جو تمام کتب
 اللہ العالیٰ "اور" "البدور البازنہ" کو حاصل ہے شاید یہ کسی دوسری کتاب کو وہ مقام حاصل ہو، ان میں
 سے اول الذکر تعریف منفرد نوعیت کی ہے جس میں آپ نے امر اور اس اور فلسفہ حیات کے بارے میں
 میر حاصل حد کی ہے کتب مذکورہ میں معاشیات و فلسفہ کے مباحث کو آپ نے جس لطافت سے چھیڑا
 ہے وہ اپنی مثال آپ ہیں، آپ نے جن موضوعات کے بارے میں فکر و خیال ہوا ان وقت تو تخیلی وقت
 نہیں تھی جس کا نتیجہ یہ اصول بننے کی کارگر قبل عمل ہو، مگر وہ بے انتہاء ہیں، جتنے اس زمانہ میں
 تھے۔ (۱۸)

انقلابات اور آپ کی زندگی: شاہ صاحب کی ولادت ہوئی، تو یہ اورنگ زیب عالمگیر

محقق و متفکر شوقین کی کئی انش "علوم ہوتی ہے نہ کسی انقلاب حال اور نہ عروج و زوال" انبیاء کا یہ شعر حقیقت حال کی بگنی تصویر ہو جا ہے۔

ہو ابے گو غم و تیز لیکن چراغ اپنا بازار ہے

وہ درد و دوش جس کو حق نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

اس پر وہ گرام کے اقتصادی پہلو کا جائزہ دے، شاہ صاحب نے مختلف عنوانات کے تحت اپنی کتب میں بیان کیا ہے، اس مقالہ کا موضوع ہے۔ شاہ صاحب کے پروگرام کو سمجھنے کے لئے آپ کے فقرہ انشام سے متعلق معلوم کرنا حسب حال ہے۔

شاہ صاحب کا فکر انضمام: آپ نے بہت موضوعات کا نام لیا ہے۔ میں لکھتا ہوں۔ ان سے نیکوئی مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ وہ تمام موضوعات کو معنوی حیثیت سے ملانے ہیں۔ ان کی سیاسیات کی بنیاد وہی ہے، جس پر ان کی اخلاقیات اور تاریخ مبنی ہے، ان کی معاشیات کی وہی اساس ہے، جو ان کی سیاست و اخلاقیات کی ہے، ان افکار کا یہ انشامی پس منظر کی ہر ایک تحریر سے نمایاں ہوتا ہے۔ لیکن وجہ یہ کہ ان کے موضوع تحریر کی ساخت (Structure) متن (Text) اور معنی (Mean) (ing) میں ایک جگہ پڑتا ہے، اور وہ ہے "عمرانیات" اس کا مطلب یہ کہ ان کے نزدیک علم کا مقصد کائناتی ہے، کہ معاشرہ میں تسبیح و حرکت اور ترقی کے مبادیات پیدا ہوں اور ان میں افراد و معاشرے، جماعت اور اوارت کو بہتر بنانے کے لئے کام میں لایا جائے۔ انہوں نے تمام علوم کو، جن پر انہوں نے لکھا ہے اسی ایک نقطہ نظر سے دیکھا ہے اور اس پر انہوں نے وقت نظری اور تعمیرات سے کام لیا ہے۔ شاہ صاحب نے اس انشامی فکر کو بے روئے کار لائے ہوئے نہ صرف ماضی کے معاشرتی حالات کا مطالعہ کیا ہے، بلکہ اپنے زمانے کے معاشرتی حالات کا گہرا جائزہ لے کر مستقبل کے لئے راہنمائی بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ معاشرے کے کھار کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے رومی اور ایرانی شیعہ معاشرے کا مطالعہ پیش کرتے ہیں اور آخر میں کہتے ہیں۔

وامانراہ من ملوک بلادک بغینک عن حکما ہاتہم: ترجمہ: یعنی شہنشاہی و ملی کے معاشرے کا مطالعہ کر لیا جائے تو رومی اور ایرانی معاشروں کا کامل خود کو حل جاتا ہے۔ (۱۵)

ایک اور موقع پر خواہی معاشرہ کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

قلیبہ اهل القرآن بهذا الحکمة: ہم نے شہری زندگی کی ہر بادی کی ہر اسباب کو اس کے لئے مطالعہ کر کے ہمارے ہم عصر اہل فکر اس نکتے پر فکر کریں کہ ہر بادی کیوں کر ہوتی ہے۔

شاہ صاحب کا یہ فکر انشام آپ کے فلسفہ کو سمجھنے کے لئے لازمی ہے۔ اس فکری کی بدولت وہ ماضی و حال کے رشتوں کو مہر و مہر کر دیتے ہیں اور غیر مرئی مستقبل مرئی کی نظر آئے لگتا ہے۔ اس طرح انشامات و حیات کے دائرے وہ آپس میں ملاتے ہیں وغیرہ۔

شاہ صاحب کی شخصیت اور فری لینڈ کامیاب: مزید آں شاہ صاحب کی شخصیت کے بارے میں پروفیسر فری لینڈ ایوٹ کا بیان کہ ان کی شخصیت قرون وسطی اور جدید کے درمیان ایک کڑی تصادم ہوتی ہے جیسے کہ یورپ میں "واسٹے" قحطانی خیز ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ شاہ صاحب ولی اللہ بن تہجد میں تھے ہمارے اپنے علاقہ میں دوران عقیدہ مسلمان تھے۔ وہ ہندوستان میں عظیم عالم دین تھے اور ہندوئی کے پیروں اور دونوں کا مقصد ایک ہی تھا کہ اسلام کو کیسے تقویت دی جاسکتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ آخر الذکر کے دور میں اسلامی سلطنت اپنے عروج کی طرف گامزن تھی جبکہ شاہ ولی اللہ کے دور میں سلطنت زوال پذیر تھی۔ وہ دونوں شخصیات کا موازنہ کرتے ہوئے یوں فیصلہ دیتے ہیں۔ "شاہ شاہ صاحب کا ذہن زیادہ دور رس قدامتوں نے اسلام کے فعال اور حرکت آفریں کردار کو زیادہ عمیق تجربے کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کی"۔ (۱۶)

شاہ صاحب کی وفات: آپ نے آٹھ سال کی عمر میں ۹۹۹ عرم الحرام ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی۔ (۱۷) وانا ولیہ واجعون) آپ کو دہلی میں مندرجہ ذیل قبرستان میں اپنے والد عبدالرحیم (۱۰۵۹ھ) کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔ (۱۸)

آپ کی اولاد: آپ کی اولاد میں شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی "شاہ محمد اسحق" وغیرہ مولدہم جیسے بزرگ و عالم پیدا ہوئے، یہ شاہ صاحب کی تحریک اور نظریات کے صحیح ترجمان اور

کی نئی قوتیں ابھر کر سیاسی فضا کو کھردر کر دی تھیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ مسلمانوں کی سیاست و سماج کی رہنمائی میں ہمیشہ کے لئے مل جل جائیں گی، اس وقت کی مغلیہ دور حکومت کی سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی حالت کا تذکرہ سید سلیمان ندوی نے بڑے اچھوتے اور بافت کے انداز میں کیا ہے۔

”اس وقت (اندر ہویں صدی) میں امن و اطمینان اس ملک (ہندوستان) سے خرف غلام کی طرح مت گیا تھا۔ سارا ملک طوائف الغلامی، فساد، فحش، سیاسی بد امنی اور ہر طرح کے خور و شر میں مبتلا تھا۔ قریب قریب کی سیاسی مرکز میں مت چلی تھی، ہر مشیت زنا، اپنی بد امنی کا خواب دیکھ رہا تھا۔ سکھ ایک طرف، مرہٹے دوسری طرف، جاٹ تیسری طرف اور دہلی چوتھی طرف ملک میں اودھم مچا رہے تھے، نواز اور شاہ اور احمد شاہ جیسے بڑے چور سپہ سالار خیر کے دور واز سے کے پاس آکر سے جب چاہتے تھے، آندھی کی طرح آجاتے اور سیلاب کی طرح نکل جاتے اور اس دوران دہلی خرابا جاتے تھے، دفعہ لٹی اور سختی دفعہ ہنس“ (۲۱)

امریکی ڈاکٹر لوٹروپ اسٹارڈ (Lothrop Stoddard) نے اپنی تالیف میں انفرادی زندگی کی اسلامی دنیا کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ خود ہی صاحب کے لئے ہونے چاہئے کے مطابق ہے۔ (۲۲)

اس ہند کی معاشرتی ابتری:

حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہند کی معاشرتی حالت بڑھتی ہوئی اور قوت پختہ کی زندگی میں داخل ہو چکے تھے۔ نادر شاہ کے حملے کے بعد مسلمانوں کی بھاری اور دراندازی کی جو حسرت ہاک بات ہو گئی تھی، اس کا انداز اس بات سے سمجھ سکتا ہے کہ انہوں نے نگ آکر ”جوہر“ یعنی شیشی کا اور کباب شروع کیا۔ (۲۳) اس حملے نے مغلیہ سلطنت کا ڈھانچہ بے جا کر کے رکھ دیا تھا۔ اس وقت ہندوستان سیاسی، سماجی اور اخلاقی حیثیت سے نہایت مایوس تھی۔ طوائف الغلامی اور ان کے دور واز کے اس نڈھ پر پہنچ گیا تھا، جس کو معاشرتی نظام کا درمیان میں اجماع اختیار سے تعمیر کیا جاسکتا ہے۔ مغلیہ حکومت کا ایک قوی ترین اقتدار کی علامت (Symbol) بن کر رہ گئی تھی، شہر سرور بننے پر قادر اور زندہ سے خالی، مکانوں پر ویرانی بدستی، محاصل اور خزانہ کا نظام منقطع ہو کر رہ گیا تھا۔ بدستور اور بدست حال تھی۔ (۲۴)

وارث تھے، جنہوں نے اپنی تحریک کو دوسرا نکلا۔ (۱۸)

چونکہ شاہ صاحب کے معاشی نظریات سمجھنے کے لئے اس وقت کے سیاسی، اقتصادی اور اخلاقی حالات کا جاننا ضروری ہے لہذا آئندہ صفحات میں اس ضرورت کو مد نظر رکھ کر اس وقت کے حالات کا خاکہ پیش کیا جائے گا۔

شاہ ولی اللہ اور ان کا گرد و پیش

بین الاقوامی حالت: شاہ ولی اللہ نے جس دور میں آنکھ کھولی، اس وقت پوری دنیا کے اندرون میں سیاسی و معاشی فتنے مچ چکے تھے۔ انگلستان میں عوام کے ہمارے ان کے حقوق کے لئے نواب اور بادشاہوں سے پارلیمنٹ میں لڑ رہے تھے۔ فرانس میں دوسرا (۱۷۹۲ء تا ۱۷۹۵ء) ”معاہدہ فرانسیسی“ کا پرچار کر رہا تھا۔ (۱۹) امریکہ میں مقامی تحریکیں زور پکڑ رہی تھیں، ساتھ ہی وہ صنعتی میدان میں روز افزا ترقی کر رہا تھا۔ یورپی ملکوں کی نظریں ایشیا پر بھی دوئی تھیں اور وہ تجارتی کمپنیوں کے ذریعہ ان علاقوں کے دولت سمیت کر اپنے ملکوں میں لے جانا چاہتے تھے۔ اور ایشیائی ممالک جن میں اکثر مسلمان ملک تھے، میں نے اتحاد قائم لانے کی طاقت اس کی وجہ دراصل یہ تھی کہ ان کا عوامی طبقہ معاشی طور پر بحال تھا۔ دوسرا (۱۸۰۰ء تا ۱۸۱۵ء) کا نظریہ و جدت اور جدت کے فکر میں تھا۔ انہیں عوام کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہ تھی، اور نہ ہی ان کی طرف توجہ دینے کے لئے ان کے پاس وقت تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ممالک اپنی خود مختاری کو بچنے اور ان کے عواموں کے یہاں مضبوط چاہتے تھے۔ انہوں نے امرات یافتہ طبقوں کی واسطے سے مجموعی طور پر یہاں کے سانحہ کا استعمال کیا اور عوامی طبقہ اور خطا کا نشانہ ہو گیا۔ (۲۰)

ہندوستان کی حالت:

اقوام عالم کے ہر کس عالم اسلام (خصوصاً ہندوستان) میں حالات مختلف تھے۔ یہاں عام رہبان بدستی اور خزانہ کی طرف تھا۔ ایک طرف سلطنت عثمانیہ کا آفتاب اقبال تھی جس کے ساتھ غریب ہو رہا تھا، تو دوسری طرف ایران میں انتشار و ابتری کا دور تھا۔ اور سلطنت مغلیہ دم توڑ رہی تھی،

۳۱ وقت (شاہ عالم کے عہد میں) نہایت معاشی تھکی تھی، قیام کارخانے بجز ہو گئے تھے شہر اوسے جو قند کے نوکل میں رہتے تھے، ان کو پانہ روپیہ میں ماکھوار چھوٹوں پر چڑھ کر پاتے تھے کہ: کہہ مرنے ہیں، بھوکے مرنے ہیں۔ (۳۰)

ان واقعات سے تھکی معاشی بد حالی کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے اس لئے کہ جب ملک کے معر ان بلقہ کی حالت اس قدر نازک ہو، تو عوام کی ایسا حالت ہوئی، عوامی ہفتہ کی معاشی زندگی سے متعلق درج ذیل واقعات سے متبر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

عامۃ الناس کی اقتصادی حالت کا نقشہ: شادی و نکاح نے اپنے زمانے کے عام لوگوں کی اقتصادی بد حالی پر، تلف و سوات اور کسب معاش سے پہنچتی تھی کڑوہریں کا مشاہدہ کر کے بلیغ انداز میں تنقید کی۔ شاہ صاحب کی اس تنقیدی نظر سے اس عہد کے عام اناس کی اقتصادی حالت کا ایک عمومی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے وہ تنقیدی بیان درج ذیل ہے۔

ولا تکلفوا فی نفقکم و زہکم مما لا تطیقون ... واکسبوا قدر ما یکتفیکم، و لا تکنوا کلاً علی الناس تساء لونہم فلا یعطولکم ولا تکنوا کلاً علی الخلفاء و الامراء و انما المعرضی لکم الکسب بایدیکم و بالتغلبۃ بکتفہ ... و لیکن من شالہ والقاعة والقصد فی المعیشتہ. (۳۱)

اوپر لکھتے

”کہ کمائی کی کوئی نہ کوئی راہ ضرور اختیار کرے اور قناعت و اعتدال کو دستور بنائے۔ شاہ صاحب مزید مخاطب ہو کر فرماتے ہیں۔

یا معشر بنی آدم الخدم و مومنا فاسدہ (ترجمہ) اے ان آدم اتم نے ایسی تغیر الدین و مومنا تطبیق علیکم کا بجوی ہوئی رسوم اختیار کر لی ہیں، جن الافراط فی الولائم، فضیعت اموالکم سے دین کی اصلی صورت بجو گئی ہے، تم و اوقاتکم فی الرسوم و نے وہ طریقہ اپنا لے جنہوں نے تم پر تہذیبی زندگی تک کر دی مثلاً تم نے ترکم الہدی الصالح (۳۲)

معاشی بد حالی کے محرکات و عوامل: ان ہیات سے واضح ہے کہ اس وقت عوام معاشی طور پر اس دور معاشی طور سمجھنے کی زندگی گزار رہے تھے، وہ ذہنی طور پر منتظر اور باوجود حق سے تنگ تھے۔ مرہٹوں کی لوٹ مار نے ایسے حالات میں رہی کسی کسر پوری کر دی۔ ظاہر معلوم یہ ہوتا ہے کہ انہیوں کی طویل موروثی حکومت کے خاتمہ کا وقت قریب آچکا تھا، عرب فلسطی و متورغ علامہ ان کے ان کے حکمرانہ متور کی صداقت کا اظہار ہو رہا تھا۔ ان کا کہنا ہے ”ان الہوم اذا نزل بالذولۃ لا یفلح (۳۳) جب کوئی سلطنت بوجاہے کے عہد میں داخل ہو جاتی ہے تو اس کا اثر سر جو ان ہوتا نہیں نہیں ہوتا۔ یہ شاہ صاحب ہی تھے، جنہوں نے حالات سے قطع نظر اصلاح احوال کی بھر پور شش کی، ایمان ملت کی طرف بچھوئے خطوط میں آپ نے جاہلی اور اصلاح کے بارے میں بار بار دعاؤں کا بیان کر دیا کہتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

”دلی میں رجب سے شعبان ۱۱۱۱ھ کے اخیر تک جانوں نے لوٹ مار جاری رکھی۔ انہوں نے عوام کی عزت و مومن کو بد بایا، اور خوب ہل و دھل لیا، میرا تک کہ مکانات کو آگ لگائی۔ (۳۴)

دلی کی لوٹ مار کا ذکر نجیب الدولہ سے کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں۔

ہیں۔ ان حالات میں علمی سرمایہ داروں کا حال یہ تھا۔

علماء و صلیحاء امت کا کردار امت مسلمہ کی راہنمائی میں وہ طبقات میں علماء کا کردار ہمیشہ انہوں نے بہت سے اس وقت یہ دونوں طبقے اپنی افویزیت کو بچھڑاتے تھے جو کہ وہ بے غرضی جو ہم اور عام عوام کے لحاظ و نگہبان تھے اور دوسرے صوفیاء جو اسلام کی روح اور کے باطنی مقاصد کے علمبردار تھے ہیں اپنے فرائض منصبی سے ہٹ گئے تھے علماء کتب اللہ کی تدویات میں ایسے اچھے کہ کس ایچ کر ان کے لئے امت کی خدمت اور ان کے لئے امت کی خدمت کی اصلاح چاہتے تھے ان میں سے بعض انہیں کو بے جا نہ انہی انہوں سے لا جمل اور عوام کی زندگی کو فرسودہ رسومات کی بھرمار سے بچھڑ کر دیا تھا۔

اس ضمن میں نام فرما صوفیاء بھی قریب قریب وہی کردار انجام دے رہے تھے جو کردار باطنی ملاؤں کا تھا، چنانچہ جن علماء اور صوفیاء کو ان کا ہمہ فہم اور امور دینی کے باب میں قیادت و راہنمائی کا ذمہ اندازہ تھا وہ دنیا چاہتے تھے، جنہیں "نہا ضلت" کی حیثیت سے جدید و قدیم امراض کی تشخیص کرنا تھی، اور اس وجہ صحت کے لئے دوا تجویز کرنا تھی، یہ طبیعت تھی وہی علماء اور صوفیاء بذات خود بہت سے امراض کا مجب بن گئے اور انہوں نے اپنی جہالت، خود غرضی اور مفاد پرستی کے سبب اسلام کو اسرا لیلی بنایا، انہیں انکار و انکار و انکار و انکار کا یہ بات نہ دیکھ کر اسلام کے حق و باطل میں امت مسلمہ اور مسیحیوں کے خلاف توجہ دیکھ پاتے تھے۔ غرض یہ کہ اسلام کی شرافت کے زعمدار اور علمت اسلام کے علمبردار انہوں کو دوزخ و لذت و ہستی کے گرداب میں پھنس کر کھانا خدا کو بے راہ کر رہے تھے۔ یہ ہم علماء و صلیحاء مسلمہ کی روئے۔ چنانچہ مسلمانوں کے انہوں سے بے انتہاء اور مسلمانوں کی عملی زندگی کی ضروریات سے انہیں بے خبر تھے، ہم کاؤ میں کسی طرح اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرنا تھا کہ دین کے اصولوں کی بنیاد پر عملی زندگی کی مشکلات کے قیام پانچ ستارے، اور ہر نوع کے دنیاوی امور و مسائل کو حل کیا جاسکتا ہے۔ مذہبی حوالہ سے عوام نے دین چند رسومات کا مجموعہ یقین کر لیا تھا۔ دین کو شخص معاملہ سمجھ کر اپنی ہی نظام کے طور پر پیش کرنے والے علماء و صلیحاء طبقہ نے اپنے تئیں دین کو انہیں رسومات کا مجموعہ خیال کیا۔ المختصر یہ انہاں حالات تھے کہ علماء صاحب جیسے ہر جہت انسان کو اللہ کے اہلکار

دوسرا واقعہ جہاندار شاہ کے دور کا ہے۔ جب بہادر شاہ کے بعد جہاندار شاہ ۱۷۱۳ء میں تخت نشین ہوا، تو اس نے حکومت کی بھانگ ڈور ایک چاہنے والی عورت لعل کنور کے ہاتھ میں دے دی۔ اس نے اور اس کے چاہنے والوں نے انہوں پر انہوں کی فتنہیں مطلقہ کر دی تھیں۔ جہاندار شاہ نے اپنی بی بی میں سے اور بی بی دولت کو لکھا جس کی مذکورہ مجموعہ پر دو کروڑ روپے سالانہ خراج دیا تھا۔ (۳۱)

استحصالی طبقہ سے نجات چنانچہ یہ امر اصول زر کے لئے بے نظر نہ رہتا تھا کہ اس وقت تھے اور اس ضمن میں وہ سالانہ پر غلام سے بھی روٹی نہیں کرتے تھے، اس لیے شاہ صاحب اس طبقہ سے نالاں ہیں۔ سالانہ پر غلام کے سلسلے میں شاہ صاحب کہتے ہیں۔

"لوگوں اور امراء نے معاشی دست و در و دروغ کی رو دی اور اس کا طریقہ یہ اختیار کیا کہ کاشت کاروں، تاجروں، پیشہوروں اور اس طرح دوسرے کار پر دوزلوں پر طرح طرح کے ٹیکس عائد کر کے ان کی کمر توڑ دی اور انکار کرنے پر ان کو سخت سزائیں دیں۔" (۳۲)

امراء کا یہ استحصالی طبقہ محض دولت کے بل بوتے پر ملک کے انتظامی امور پر بھی اثر انداز تھا۔ شاہ صاحب امر اور جاگیر دوروں کی اس ذہنیت پر غور فرمنا چاہتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ان لوگوں کی آنکھیں بند تھیں۔ دل میں آتا ہے تو پایا نہ دیتے ہیں، ورنہ اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں، یہاں تک کہ اپنی دولت و شوکت کے بل بوتے پر حکومت سے ٹکر لیتے ہوئے بھی نہیں کھرتے۔"

شاہ صاحب کی بعض تحریرات سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ لوگوں اور امراء کا یہ طبقہ ہندوؤں کی اہلیت پر مشتعل تھا۔ جن کے گروں میں تہذیبی سے دولت مند دوری تھی۔ انہیں مسلمانوں پر انہوں نے بددعا کی تھی اور انہوں نے انہوں سے بددعا کی تھی۔ (۳۳)

ان وجوہات کی بنا پر شاہ صاحب امر اور سرمایہ دار طبقہ سے نالاں ہیں، وہ اپنی تحریرات میں ان کے لئے ہمہ مشاغل، ملازمین اور مخرجین جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں انہیں اپنے دور کے جاگیرداروں کو قیصر و سرکاری سے بدتر مانتے ہیں۔ شاہ صاحب ان استحصالی طبقہ کو انسانیت کے لیے معیشت قرار دیتے

میں جاں کرنا اس وقت ایک ضرورت نہ تھی ہے آپ کے اقتصادی نظریات کی افادیت کے بارے میں ایک صدی پہلے منظر اسلام منظور احمد نعمانی نے ان الفاظ میں احساس دلایا تھا وہ لکھتے ہیں۔

”انگارہین اقتصادیات و معاشیات کی کوئی تاریخ لکھی جائے تو اس میں بھی شاہ صاحب کا تذکرہ نمایاں طور پر ہوگا۔ صرف حجة الله البالغہ اور البدوز الباقعین کو اس بات کا ثبوت کے ذیل میں انہوں نے اقتصادی و معاشی مسائل پر جو حکم کیا ہے اور جو اصول انہوں نے اس سلسلے میں مرتب کیے ہیں اگر کوئی حکومت نیک دلی اور دیانت داری کے ساتھ ان کو اپنے لئے دستور حیات کا اساس قرار دے تو یقیناً اس کی فکروں میں وہ مدد گیر ہے جتنی اور طبقاتی تحکیش پیدا نہ ہوگی، جو اقتصادی اور معاشی الجھنوں ہی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور فی زمانہ جس نے تقریباً ہر ملک کے باشندوں سے جین وادیں پان اور زندگی کا سکون چھین لیا ہے اور ہنسی قوم کی غالب اکثریت کے حق میں جیتے جی اس دنیا کو دوزخ بنا دیا ہے۔“ (۳۳)

شاہ صاحب کے بارے میں نعمانی صاحب کے یہ نکات شائستگی و حسن عقیدت اور جذبات نفس پر مبنی تھیں، بلکہ ان کے پیچھے واقعات و شواہدات کا پس منظر ہے۔ گویا اس انتقال کی تکمیل اس مقالے کا موضوع ہے جس میں شاہ ولی اللہ کے معاشی افکار کو ترتیب دے کر عصر حاضر میں اس افادیت کو آشکار کیا جائے۔ جس اس کے کہ وہ نبی اللہ کے معاشی نظریات کا تحقیقی و تجزیاتی پر کاروبار کیا جائے، مناسب ہے کہ عصر حاضر کے اٹھ مائے معاش کا ابتدائی تعارف پیش کیا جائے، لہذا آئندہ باب اس پر مشتمل ہے۔ اللہ حامی و ناصر ہو۔



شاہ صاحب اور نظر یہ کلک کل نظام : آپ ایسے حالات میں تھاتے ہیں کہ امت پر جمہوری طور پر جب ایسی مصیبت آتی ہے، تو اللہ تعالیٰ انسانیت کو اس سے نجات دلانے کے لئے ضرور کوئی نیک انسان آپ کی نیا، ”تیم الاسلامی“ حضرت کا ایک مقصد معاشی و سماجی کو ناکامی قرار دیتے ہیں۔ آپ ان مصائب کا حل ”کل کل نظام“ قرار دیتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسانی نظاموں کو مٹا کر نظام عدل کو نافذ کیا جائے۔ شاہ صاحب کا یہی مگر یہ نظریہ یہ ہے کہ معاشرہ میں جو خرابیاں عدم مساوات میں موجود تھیں، وہ سب آج کے معاشرے میں موجود ہیں۔ لہذا قرآن حکیم کا جامع فلسفہ یہ ہے کہ اس کا نزول ہر دور کے حالات سے ہے اور یہی نکتہ اس کی عالمگیریت کی دلیل ہے کہ قرآن کے آئینہ میں مسلمانوں کی فطرت اور اپنے اپنے عہد کا مسلم معاشرہ اور طبقات امت اپنا چہرہ دیکھیں اور فکر کریں کہ معاشی و معاشرتی خرابیاں اور مکر و دیاں اب یہاں ہیں میں کیسے اسے کرجاتی ہیں۔ قرآن حکیم جو سرچشمہ رہایت ہے، ان مسائل کا کیا حل پیش کرتا ہے۔ انطباق قرآن ہر حادثہ و اسی عامل میں جس سے قرآن مجید کا جہل جہاں آراء سامنے آجاتا ہے۔

موضوع مقالہ : مقدمہ کو یہ ان معاشی و معاشرتی حالات کا ایک خاکہ تھا، جس کے اندر درود کر شاہ صاحب نے اباب مل و مقدمہ کا اصلاح احوال کے لئے مناسب تجاویز پیش کیں۔ ایسے حالات میں آپ نے نہ صرف خود کو ایک نیک و پارس خیر و نیکو دین میں سے جتنی کی کیفیت یکسانی، جیسے کوئی عظیم مرتبہ کا مدافع تجویز سے فرما کر اس کا مرکز یا اعصاب (NERVELESS) میں جتا کر دیتا ہے جو آپ نے وہ پیش حالت کا نتیجہ ہے جو لے کر ایک جامع معاشی پر و نگر میں پھر پیش کیا۔ آپ کی کتاب میں اس پیش کردہ معاشی کے بارے میں کوئی مضمون پایا نہ جاتا ہے۔ اس سانچے کے اقتصادی پسوج و نگر لینے اس مقالے کا مقصد ہے۔ آپ کی نظر میں معاش کی بنیادی ہونی صورت حال کا پہلا ہی سبب نہ مایہ کا عدم توازن تھا، جس کے نتیجہ میں حصول بقا کی تمام تر قوت و جمادات تعیشات کو دلویش و پناہی وہ جاتا ہے، جب کہ مظلوم اللہ بقا کی قوت و صلاحیت مسلمان فقیہ کے فراہم کرنے میں صرف ہوتی ہے، اس طرح اشیاء صرف کی پیداوار متاثر ہو کر رہ جاتی ہے اور اقتصادی بد حالی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے۔ شاہ صاحب کے بیان کردہ اقتصادی اصولوں کا تفصیلی پرکار و نگر ان کی روشنی میں یہ پیش اقتصادی مسائل کا

دوش و اس دست کر کے بھی مطلب پیدا نظر آیا حتی کہ بعض نے گفت افکار اس عبارت کی تصحیح کے لئے صلت طلب کی۔ دواہی پر شاہ صاحب نے کتابیں کھول کر ان کی تسلی فرمائی، اور عبارت کا اندیش کیا ان جیسے واقعات سے مضمین معاصرین کو شاہ صاحب سے بیرو ہو اور اس مجلس سے آپ نے ٹیوٹر کی اختیار کر لی، اس واقعہ کی تحصیل کے لئے مناظر احسن میمنہ کی کتاب شاہ ولی اللہ فیہ فیہ القرآن میں طبع ہوا، اسراحت کی جا سکتی ہے، ہاں مافذ میں مذکور ہے کہ اس واقعہ کے بعد عالمگیری نے شاہ صاحب سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور دونوں کے درمیان ایسا ملاقات ہوئی۔

(۱۰)۔ حال سندھی عید اللہ تلامذہ کی عتک کا ابتدائی شارف "بابا شاہ افرقان، فصل چہلم ص ۲۴۹۔

(۱۱)۔ صبیحہ بیوی "شاہ ولی اللہ کو ان کا قصہ گو کہ گرام "بابا شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد، اکت ۱۹۵۹ء، شمارہ ۵، ص ۶۹۔

(۱۲)۔ ندوی، ابوالحسن علی "حضرت شاہ ولی اللہ" بحیثیت مصنف "بابا شاہ افرقان بریلی، ص ۳۳۔

شاہ صاحب کی تصانیف کے بارے میں واضح ہو کہ ان کی جملہ تصانیف چھوٹی بڑی عمارتوں سے بہرہ ور ہیں، جن میں سے اب بہت سی کتب ناپید ہو چکی ہیں، اور بدلتہ نصف کا پتہ اور عام ملتا ہے جو کتب دستیاب ہیں ان کی موضوعاتی فہرست یہ ہے۔

۱۔ علوم القرآن

(۱) الفکر الکبیر فی اصول الفہم (۲) غا ویل الاحادیث فی دعویٰ فصل الابیہ

(۳) فتح الخیر تفسیر مائتو (۴) فتح الرحمن فی ترجمۃ القرآن سب علوم الحدیث

(۵) النیر المکرم فی تدوین العلوم (۶) الانصاف فی سب الإختلاف

(۷) حسن العقیدہ (۸) عقائد الحید فی احکام الإجماع والتقلید

(۹) اربعون حدیث (۱۰) آثار المعتمدین

ج۔ علوم الکلامیہ و اسرار الدین

(۱۱) البدو البازغہ (۱۲) حیدر اللہ اللہ

(۱۳) الفہمات الإنشیہ

د۔ علوم التاریخ

(۱۵) زوالۃ الخلفاء عن خلافة الخلفاء (۱۶) القول الجمیل فی بیان سراء

السبیل (۱۷) الانباء فی سلاسل الولیاء اللہ (۱۸) انسان العین فی مشائخ

الرحمن (۱۹) طبیب المع فی مدح سید العرب والعجم (۲۰) انکس العارفین

(۲۱) بوارق الولایہ

ح۔ علوم الاخلاق والتصوف

(۲۲) اللطاف القدس (۲۳) سرور المعجزون (۲۴) سطوات،

(۲۵) لمعات (۲۶) جمعات (۲۷) شفاء القلوب (۲۹) عقیدۃ

الحسنہ (۳۰) فتح الودود فی معرفۃ الجنود (۳۱) مکتوبات فی مناقب امام بخاری وابن

نبیہ

آپ کا مقام و مرتبہ: تصنیفی میدان میں آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے، آپ کی صحیح علمی و تصنیفی مرتبہ جتھیں کرنے کے لیے اسلام کی علمی و تصنیفی تاریخ پر طائرانہ نظر والا ضروری ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ جیسے مصنفین تاریخ اسلام میں نادر ہیں، تو کوئی مافذ نہ ہو گا۔ یہ حقیقت ایسی جگہ مسلم ہے کہ دنیا کے کسی مذہب کی علمی تاریخ اس اعلیٰ تہم ہائے صاحب تصنیف اور تاریخ انجی مختصر مدت میں اتنا وسیع معبود اور قیمتی کتب خانہ قریب نہیں کر سکتی جتنا کہ اسلام نے قریب کیا اس موقع پر بارے سامنے عظمت کا معیار، تصانیف کی کثرت، موضوع کا تنوع، کتابوں کی شرافت، تصانیف کی مقبولیت اور درجہ و مضامین کا اطلاق اور پیچیدگی، خیالات میں تحقیق اور فہم یا تخریج مطالب میں سوجھ بوجھ، متن کا اختصار مطالب کی تحفہ یا شاہد ماندہ اور عجائز کہ کثافت اور فہم دہی میں سے کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ سب کمالات ایسی جگہ پر مسلم اور تمام علمی خدمات اپنے حالات کے اعتبار سے قابل ستائش ہیں، لیکن تجویہ تحقیق و لامنت کا مقام اس سے بلند ہے۔ یہاں تجویہ اس چیز سے عبارت ہے کہ مصنف نے کسی موضوع پر کوئی ایسی چیز قریب کی ہو جس سے اس وقت

میں مسلمانوں کی بجز دین دینی ملاصحتیں صرف ہوئیں اور تحقیق کی نئی شاہراہیں
متعارف ہوئیں۔ امام غزالی کی المصنفین جامعہ اہل سنت و افواج کی جملہ طویل و مستطیل
کاوشیں اس کی گواہی دیتے ہیں۔ دوسری صدی کی ابتدا میں مکتلف اوقام کے اختلاف
اور مشورہ آراء و خیالات کے اشتراک اور بعد میں بدلتی ہوئی فلسفہ اور خیالات کی وجہ سے
مسلمانوں میں ایک نہایت عام قسم کی حقیقت پیدا ہوئی، جس میں کسی قسم کی گہرائی و
جھل میں حتیٰ اس فلسفہ سے جو قوم کا جتنا ہو ایک لحاظ سے آگے ذہنی
مردوبہت کا منہ D ثبوت ہے، ایسی تصانیف میں کوئی بدعت فکر، اصطلاح و ابتکار کی
رنگ کیا، حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں حریت فکر، انسانی کوشش کا نشان جس کے مسلمان
دیکھتے، اسے غرور نظر آ رہے ہیں۔ یہاں تک کہ فلسفہ اور اسلام کو ٹھٹھکی رنگ میں
چوڑ کرنے کی صورتیں بھی سامنے آئیں۔ علم کلام اس کے کوڑے کے طور پر اسی زمانے
میں وجود میں آیا۔ غزالیوں علم کلام میں بھی مسلمانوں کی ذکاوت صرف ہوئی، امام
ابو الحسن اشعری ۳۲۰ھ اور امام ابو منصور ہارثی ۳۲۰ھ کی تصنیفات اور امام غزالی
۳۵۰ھ کی بارگاہ اور امام رازی ۴۰۵ھ کی مباحثہ کوششیں اس سلسلہ میں ناقص
فراہم ہیں۔

فلسفہ اور علم کلام کے عقلی کے نتیجہ میں ذہن کی پتھریاں، تلخہ بھی
تھریاں سامنے آئیں دوسری طرف بعد ازاں سے بدعات اور مشرکانہ خیالات پیدا
ہو گئے تھے۔ ان کا اقتضا تھا کہ ایسے انھیں پیدا ہوں، جو سنت کا احیاء کریں عقل و
نقل کے اس معرکہ میں اسلامی عقائد و مسائل کی تیکمناہ تخریب کریں۔ غاصب و دعوت
حق کا علم بند کریں یہ خدمت انھوں نے صدی جبری میں شیخ الاسلام حافظ ابن عربی اور
ابن کثیر و شیعہ علامہ ابن قیم نے اپنی مساعی اور عالمانہ تصنیفات کے ذریعہ انجام
دیں۔ اس کے بعد بدعات اور علمی مناظرہوں کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ اور بجز
توہین اس میں صرف ہونے لگیں، ان عہد میں حدیث کے بارے میں ایک بجز
کوشش صحیح بخاری کی شرح فتح البہار کی صورت میں سامنے آئی، اس کے بعد تمام عالم
اسلام میں ایک علمی اوج و زوال کا دور تصنیفی، زوال شروع ہوا اور بارہویں صدی کی آخری

میں کاتب خانہ خلی ہوئے۔ نئے علمی تحریکات تازہ ہزار خیالات اور جدیدہ حقیقتات چوڑ کی
ہوں اس کے ہاں حدیث فکر ہو، لیکن کا اجتہاد ہو، مضامین میں اصلیت اور نویت ہو، بجز
آپ غرض مصنف ہی میں سے ہند آپ کے ہاں عقل کے ساتھ مشق کا بھی اجتہاد ہے
اور مصنف کا قلم غزالیوں کی انھیں کی طرح باب دل کے چاروں کے ساتھ ٹھیکہ لگا ہے۔
اس اعتبار سے وہ ایک دینی مسلح کی حیثیت سے روپ دھار لیتے ہیں امام غزالی
کی تصنیفات میں یہ رنگ پایا جاتا ہے۔ علم استدلال کے ساتھ کوئی دینی تحریک اور
اصلاحی جوش اور کسی مسلح انقلاب کی خواہش شامل ہو جائے، اور اس کی تحریروں اور
تصنیفات سے کسی سے دور کا آثار اور کسی کی بغاوت کی پیدائش کا سامنا ہو تو وہ مجھو
کھانے کا مصنف ہو جاتا ہے۔ علامہ ابن عساکر، حضرت مجدد دینہ کی اس کی مثال ہیں۔
آپ نہ گور و بالا تمام کلمات کے چاہتے تھے۔ اسلام کی یا کمال تصنیفات کی خواہش ہی
مختصر فرست جاتی جائے، آپ کے ہم کے بغیر وہ مکمل رہے کی اور مرہمت کے لحاظ
سے آپ کا نام اچھے نہیں رہے گا جتنا کہ تاریخ کے لحاظ سے آپ کا نام پیچھے ہے۔

آپ سے پہلے تصنیفی میدان میں مساعی: مسلمانوں کی تصنیفی تاریخ
قرآن وحدیث سے شروع ہوتی ہے طبعی و متعین دینی و انھیں کے قوش نظر بھی ان کی
تصنیفی کاوشوں کا موضوع اور ان کی دینی جولانوں کا میدان قرآن وحدیث ہوتا
جائے۔ ان عہد میں "مسائل" دینی و مسائل کی مثال دیکھیں یہ بڑی فنی مدنی بجز
تک بجز دینی اسلامی تصنیفات اس امر کا واضح ثبوت ہے تمام حالات کی مباحثہ سے
دوسرے موضوعات بھی اس عہد میں متعارف ہوئیں۔ مثلاً ارتقاء تمدن اور دنیاوی
ضرورتوں کے قوش نظر علم فتنہ کو قبولیت حاصل ہوئی دوسری صدی جبری ہی سے
مجتہدین تصنیفات وجود میں آئیں، جن میں سے قدیم ترینوں میں امام شافعی کی کتاب الام
ن نہادہ عقلی کی المعنی اور مجتبیٰ صدیق بن احنف کی ہائے کتاب "عہد" خاص
ظہور پر قابل ذکر ہے۔ مسائل کے اعتبار اور عقائد و اجتہاد کے سلسلہ میں ضروری طور
پر اصول فتنہ کی طرف توجہ ہوئی اور بہت جلد مسلمانوں نے اس کو اپنی ترقی کی ایک
ناگہاں قوم نے اصول تخریب و قانون سازی میں اپنی ترقی نہ حاصل کی ہوگی۔ اس فن

انصار و مقلین قرآن کے ہیکل اصول، تاریخ منسوخ کے بارے میں آپ کی قرآنی فہمی انتہائی اہمیت کی حامل ہے، اور صلیبی میں ایک لحاظ سے قرآن فہمی کا سر آپ کے سر ہے، آپ نے علوم اسلامیہ کا کوئی شعبہ ایسا نہیں چھوڑا جس پر اپنی عالی شان سے تصرف نہ کیا ہو، جس کام میں ہاتھ ڈالارے عمل انداز میں پیش کر کے اہل عصر کو حیرت میں ڈال دیا، قرآن مجید کی فہم و تبلیغ کی جہد رہا جس، آپ نے ہمارے کسی ایسی کی روشنی سے بعد کے علماء نے استفادہ کیا۔ قرآن فہمی کا رد بھی والدہ زکوار سے ملتا۔ جزاء العلیف میں لکھتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے مجھ حقیر پر بڑے بڑے الخاف فرمائے ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے چند بار والدہ زکوار سے معافی قرآن میں تدبر کرنے اور ظاہر میں مکتوب کی تحقیق کے ساتھ قرآن پڑھنے کا موقع ملا جس کی وجہ سے مجھ پر علم و عرفان کا دروازہ کھل گیا۔“

روا صل دیکھا جائے تو درجہ یہ میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے قرآن حکیم کی طرف رجوع کرو (Back to the Quran) کی جو تحریکیں اس وقت اٹھ رہی ہیں ان میں آپ کے مساقی کو کسی نہ کسی اعتبار سے دخل ہے، جاپور پر کہا جا سکتا ہے، کہ دعوت الی النظر اور قرآن فہمی کے حوالہ سے الفاظ الکبیر اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر لوگوں ساہج فرق ضالہ اور اقوام و مل کی پرانی صداریں اور کٹرودیوں کی نشانی دی ہوتی ہے۔ اور اس کی توفیق ملی ہے کہ قرآن کے آئینہ میں مسلمانوں کی خلیوں کو اپنے اپنے عہد کا مسلم معاشرہ اور طبقات امت اپنا چہرہ دیکھیں اور اس کی فکر کریں کہ مذہب و فرق کی ساہج صداریں اور کٹرودیوں دے پاؤں ان میں داخل تو نہیں ہو گئیں؟

(۳) **بیت اللہ الباقی** : آپ کا یہ بڑے تصنیف آنحضرت ﷺ کے ان کلمات میں ہے، جو آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے امتیہوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔ بارہویں صدی کے کچھ بعد ہندوستان اور تمام اسلامی ممالک میں عظمت کا

تک قائم رہا، اجتہاد و فکری قوت چاہے جس نظم میں تنقید شدہاں کیا۔ فنون کی شرح و تخلیقیں نال کار و کیا تدبیر کی کیفیت تعلیم میں اضافہ ہوا۔

علم، تصنیف کے ادوار انحطاط میں آپ پیدا ہوئے، لیکن وہ اپنے زمانے کی پیادار میں ان کے ذہن کی سچان کے اور اک، ان کے علوم و معارف اپنے زمانے کے عام علماء کی پہنچنے سے بہت بلند تھے، آپ ان اشخاص میں سے تھے جو کی سو برس بعد اپنے زمانے کے باکل و خلاف، اہل زمانہ سے باکل مختلف پیدا ہوتے ہیں۔ جاپور پر ان کو بہترین اور شواہج کہا جاتا ہے، آپ کی تصانیف بھی اپنے زمانے کی عام روش سے باکل ملحدہ تھیں، آپ کا طرز و مکر و حروف جہاد اور آپ کے مضامین ان لوگوں کے لئے جن کے عام معلومات حدود کتب درسیہ تک محدود تھیں باکل نئے تھے۔ خیالات کی ندرت سے اہل علم کو حشت کا خوف خود مصنف کو بھی دامن گیر تھا۔

آدم دوسر مطلب : اس تفصیل کے بعد آپ کی خصوصیات تصنیف اسی حیثیت سے بیان کرتے ہیں۔

(۱) **سبقت و اولیت** : کو اس عہد میں اسلامی مسائل کی تکرمان توجہ و تکرمان اور تحقیق متحر و نقل گرچہ باکل یا موضوع میں قد نو آپ نے بیت اللہ الباقی کے مقدمہ میں امام غزالی، شیخ الاسلام عزالدین بن سلام کا کام لیا، جنہوں نے احکام شری کے دیکھ و مصالہ بیان کئے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان دونوں نے جو کچھ بتایا ہے اس کی حیثیت اشارات و نکات سے زیادہ نہیں، اسلام کے پورے نظام شری کی تکرمان تکرمان ہمیں آپ سے پہلے نہیں ملتی، اس اہتمام و وسعت اور جامعیت کے ساتھ ہی یہ موضوع بیت اللہ الباقی اور ایدہ الباقی حد باکل کی کاوش میں ہیں۔

(۲) **اصول فقہیہ** : اب تک اصول فقہیہ کے حوالہ سے بہت کم لکھا گیا تھا۔ آپ کی کتاب الفاظ الکبیر فی اصول فقہیہ اس ضمن میں نمایاں پیش رفت ہے پوری کتاب نکات اور کلیات پر مشتمل ہے اصل و بدائی و ذوقی اصول جو آپ نے منبہہ کی ہیں، — دوسری کتابوں کے متحرکون صفحات نکات لئے سے مشکل ہاتھ آئیں گے، فرقہ بندی کی

(۲۶)۔ خاور سائیں۔

(۲۷)۔ شمس علی عبداللہ "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" ص ۴۷۔

(28) Sar kar jadenath, Fall of the mughal Empire Calcutta.

Vol.1 page 13.

(۲۹)۔ خاور سائیں۔

(۳۰)۔ سر سید احمد خان "تاریخ فیضیہ" مطبع مفید سار احمد، شیخ محمد، ۱۹۳۹ء، ص ۷۰۔

(۳۱)۔ دہلوی، "القطبہات الالہیہ" ج ۱، ص ۲۸۸۔

(۳۲)۔ خاور سائیں۔

(۳۳)۔ علامہ ابو عبد الرحمن ابن خلدون "مقدمہ ابن خلدون" الفصل "ان المہرم اذا نزل بالدولة لا

یورطع" ص ۳۰۶۔

(۳۴)۔ خٹائی، "غنیق احمد" "شاہ ولی اللہ کی سیاسی مکتوبات" (مختار جانب خانہ جارا اللہ) ص ۱۵۹۔

(۳۵)۔ خاور سائیں، (مکتوب جانب نجیب الدولہ)، ص ۱۰۳۔

(۳۶)۔ خاور سائیں۔

واضح ہو کہ تاریخی دستاویزات شاہ صاحب کے بیان کردہ واقعہ نوادر کی تصدیق کرتی ہے۔ انہیں اکبری "ج ۱" ص ۳۵، مطبوعہ نالی کشور میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔

(۳۷)۔ یہ محمد شاہ (۱۷۱۹ء تا ۱۷۳۷ء) کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب اس نے مرہٹوں کے حملے کی خبر سنی، تو اس نے کئی سنگ کوٹس لاکھ روپے دیکر مرہٹوں کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اس کو روکے سے باز آجائیں مگر یہی طور محمد شاہ نے بہتر ہے مگر جب اس واقعہ سے مطلع ہوئی۔

(۳۸)۔ خٹائی، "غنیق احمد" "شاہ ولی اللہ کی سیاسی مکتوبات"

(۳۹)۔ دہلوی "تہذیب اللہ" (اردو ترجمہ، شیخ محمد اسماعیل گوہر دی)۔ شیخ اسلام علی ایڈ سنز لاہور،

۱۹۶۵ء، ج ۱ ص ۷۱۔

(۴۰)۔ ڈاکٹر منصور الحق "محمود غزنوی کا سوسائٹ اور پاکستان کا جرنل گزٹ اور ڈیڑھ نوے وقت رٹولینڈی، ۲۰۰

نومبر ۱۹۹۹ء۔

(۴۱)۔ خاور سائیں، "غنیق احمد" "شاہ ولی اللہ کی سیاسی تحریک" ص ۴۷، ان عبارت کو دیکھو۔

ص ۳۵۶۔

خٹائی، "غنیق احمد" "شاہ ولی اللہ کی سیاسی مکتوبات" ص ۱۱۰۔

خاور سائیں۔

خٹائی، "غنیق احمد" "شاہ ولی اللہ اور ان کے کام کا مختصر تعارف" "ایضاح القرآن" خصوصاً فیہ

ص ۳۹۳۔



باب اول

تعارف
نظامہائے معاش

الاولیٰ
الایلیٰ
الاولیٰ
الاولیٰ

اور غصہ نہ کرے۔ مثلاً خوشحال زندگی کے حدود کا تعین کیسے اور کیوں کر ممکن ہے؟ زندگی کے اس

(Baro) کہتا ہے۔

”سرمایہ دارانہ نظام کو موجودہ حالت میں پہنچنے کے لئے سالہا سال لگے۔ اس کے ارتقاء اور ترقی کے سلسلے سے تھی، مگر انیسویں صدی کے آخر سے لے کر پہلی جنگ عظیم تک اس نظام نے حیرت انگیز ترقی کی۔ یہاں تک کہ اس کا تعلق پوری دنیا پر قائم ہو گیا۔ جاگیر دارانہ نظام سے اس کی ابتدا ہوئی۔ بعد میں اشیاء کی پیداوار کی صورت میں جسے کمپنیل انوم یا ہندوئی انوم سٹریل کمپنیل انوم کے نام سے پکارا جاتا ہے سامنے آیا جس میں صنعت ’کارکنٹ اور تجارت کو رہا کر دلوں نے کنٹرول کیا، اور ۱۸۸۰ء کے بعد جبکہ ذرائع ریسرچورسک عام ہو گئے، تو یہ دینی، پانچ چھ گیا۔“ (۱)

ایک صاحب علم نے سرمایہ دارانہ نظام کے تاریخی پس منظر کے ضمن میں بتایا ہے کہ ”اٹھارویں صدی عیسوی میں یورپ میں صنعتی ترقی نے خوشحالی اور قوت و اقتدار کے جن مواقع کا دروازہ کھولا، ان سے ’بورژوا طبقہ‘ نے فائدہ اٹھایا کیونکہ صنعت و تجارت اس کے ہاتھ میں تھی۔ سرمایہ بھی اس کے پاس تھا اور علم و لوہ پروری چھلپا ہوا تھا اس نے سرمایہ فنی غاصبت اور تکنیکی مساہمتوں کیوں کے اختر اک سے صنعت اور کاروبار کا ایک ایسا نظام بنا کر کھڑا کیا جسے جدید سرمایہ داری کہا جاتا ہے۔“ (۲)

خلاصہ یہ کہ اس نظام کی ابتدا اٹھارویں صدی عیسوی کے آس پاس ہوئی اس نظام کو پورے جہان سے لورق و مندر کرنے میں بورژوا طبقہ کا مل دخل رہا۔

سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقت

انسٹیکلی بیڈ یٹک سوشل سائنس میں اس کی حقیقت جو بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے۔

Capitalism is the economic and political System That in its industrial or fullform first developed in England in the last eighteenth century. There after it spread over Europe North Africa Australia and Newzeland. (10)

کی دینی و غیر دینی خدائے تقسیم بھی شکستی ہے، پھر یہ کہ ان تعریفیات کی رو سے کئی شعبہ ہائے زندگی جو باہر سے مہم آؤ ہیں، مگر اور استبدادی و خوشی کے ذیل میں نہیں آسکتے تاریخ و حیات میں اپنے اپنا معاشریات کی جامع تعریف نظام یہ معلوم ہوتی ہے۔

”یہ وہ علم ہے جس میں اس نظام کا مطالعہ کیا جاتا ہے، جس کے تحت ایک معاشرہ

کے اندر اپنے محدود اور انسانی ذرائع کی مدد سے خوشحالی زندگی گزارے اور انسانی حیات کا پورے

ترتیب حاصل کر سکتے ہے۔ ایک منصوبہ کے تحت اپنی کوششوں میں ملتی جاتی ہے۔“

وزن بالا تعریف معیشت میں خط کشیدہ اصطلاحات یعنی محدود دینی وسائل ’انسانی ذرائع‘، خوشحالی زندگی، انسانیت حیات اور اس کا پورے ترعیہ اور جاتی کوشش اپنے ضمن میں جو مضمرات سے ہوتے ہیں وہی معاشریات کے موضوع ہیں۔ اس علم کا اصل منبع اس حقیقت پر ہے کہ انسانی ضروریات اور خواہشات انسانی وسائل کے مقابلہ میں زیادہ ہیں ضروریات کا لفظ موجودہ معیشت میں خواہشات اور تعلیقات کو بھی شامل ہے۔ انسانی وسائل محدود ہیں اور اس کے مقابلہ میں ضروریات لامحدود ہیں لہذا یہ ایک فطری سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان لامحدود ضروریات اور خواہشات کو محدود وسائل کے ذریعہ کس طرح پورا کیا جائے، جن مواد و قصا دیات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کی مدد سے ترعیات و حقین و وسائل کی تقصیر ’انہ کی تقسیم‘ جائز ترقی ہو سکتے مسائل، جو سہل سے ہوتے ہیں، لیکن چار دینی چیزیں ہیں، جو کو فطری ہیں، مگر اور جدید میں اسے خاص سائنسی اصولوں پر قائم و نظام کے تحت رکھنے گئے ہیں، جس کے نتیجہ میں متقابل نظر یہ سرمایہ دارانہ اور اشتراکی نگاہوں سے معاش و معروضہ جو، میں آئے۔ (۳)

عصر حاضر کی معاشی تحریکات عصر حاضر میں جو معاشی تحریات محسوس ہیں، ان میں سرمایہ دارانہ نظام کو سو معلوم قابل ذکر ہیں جن میں نظام سے معاش کی تاریخ اور بنیادی اصول درج ذیل ہیں۔

(۱) سرمایہ دارانہ نظام : مغرب میں ’بورژوا‘ کے ساتھ ’بورژوا‘ معیشت پر وہ ان چیزیں سامت سرمایہ دارانہ نظام معیشت کہا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا کب ہوئی اس ضمن میں مزید (Stum)

زمین کا عوض ----- مکان یا سرمایہ

محنت کا عوض ----- اجرت

آجر کا عوض ----- منافع

اس لحاظ میں سوداگان اور تجارت کی مشینیں محنت کے لئے "حسب و رسد" کے اصول پر چلتی ہیں۔ انہی اصولوں کے پیش نظر قیمتوں کا تعین بھی آپ ہی آپ ہو جاتا ہے۔ لوہے کے بیان میں متعارف میں سے جو سرمایہ چاہے وہ آذر کا منہ نہ ہو، اس نظام میں اس قیمت نفی نہیں کیے خود خلق کو اور اقتدار سے علی بھی کیوں نہ ہو۔ (۱۱)

اس سرمایہ داری کے اصول: مذکورہ بالا تفصیل کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ اس نظام کی یہ صورت ہے کہ انسان "سرمایہ" کا مالک خود خود بن جائے۔ روزمرہ کی ضروریات سمیت ذرائع پیداوار کے لئے قید محنت کا سامنا ہے۔ اپنے چار شدہ مالی نو قیمت چاہے مقرر کرے اور چند قانونی حد سے قطع نظر سرمایہ سے سرمایہ پیدا کرنے کا ہر طریقہ اس کے لئے جائز ہے اس تصور کی بنیاد پر وہ شرط اور اتنا کارآمد نہیں کی عقل والے مذمت کرتے ہیں اس نظام میں شیر مار سمجھا جاتا ہے۔ اس نظام میں نہایت دولت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ مالیاتی ادارے بھی منظم اور معاشی لحاظ سے مضبوط اداروں کی بنیاد پر قائم ہیں۔ "امریکہ کے پچھلے دنوں تک" دنی اور گمن کار کئی اربت پچھلی "کامیابی" اس امر میں جوں

"ایک کاری نظام چھوٹی کمپنیوں اور کاروباری سرمایہ کاروں کو ملے دینے میں کامیاب ثابت ہوئی ہے۔ اور فنڈ کی برکات سے باوجود علاقائی قیمت (Interest) پر ہوتی کمپنیوں کے سود اور سروس کو فی فراہم کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔" (۱۲)

سرمایہ دارانہ نظام میں معاشی مساوات کے اصول تسلیم کر لئے گئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے، تجارت، صنعت و حرفت کے میدان میں فرد یا جماعت کو اس امر کی آزادی حاصل ہے، کہ اگر وہ چاہے تو دوسرے افراد اور جماعتوں کے مقابلے میں بھروسہ مستان مارکیٹ میں لائے اور اپنے مالی کامیابی کے لئے ہر طریقہ کی تدبیر اختیار کرے، خود اور دوسرے افراد جماعتوں کو نقصان پہنچانے کی

لہذا یہ امر واقع ہے، کہ اس نظام کی ابتدا اور افکار اس صدی عیسوی میں یورپی ممالک میں ہوئی۔ آکسفورڈ کسٹری میں اس نظام کی تعریف یوں کی گئی ہے

Economic system by which ownership of capital or wealth, the production and distribution of goods and reward of labour and entrusted to and effected by private enterprise.

عوامل پیداوار اور عظم معیشت: کسی بھی نظام معیشت میں عوامل پیداوار جس طرحی میں "عوامل" "الاتحاد" اور انگریزی میں (Factor of production) کہتے ہیں، کو یکسانی قیمت حاصل ہے۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو پیداوار کا ذریعہ بنتی ہیں۔

نارمن فیکس (Norman F. Kiser) کے مطابق سرمایہ دارانہ نظام میں عوامل پیداوار چار ہیں، اور ان چاروں کے ملنے سے پیداوار کا عمل ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ سرمایہ (Capital): اس سے پیداوار کا عمل پیداوار کا عمل ہو جاتا ہے۔ جتنی سرمایہ ہو قدرتی نہ ہو یا بعد میں پیداوار کے نتیجے میں پیداوار ہو اور اس کے بعد پیداوار کے عمل میں استعمال ہو جاتا ہو۔

۲۔ زمین (Land): اس سے مراد قدرتی حاصل پیداوار ہے۔ تمام معدنیات نظام ہل بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

۳۔ محنت (Labour): انسانی صلاحیتوں کا استعمال کرنے والا۔ عرفی میں اسے اکثر "محنت" کہتے ہیں۔

۴۔ آجریا منتظر: وہ شخص جو سب سے پہلے پیداوار کو تجویز کرتا ہے، یہ ان چار عوامل کا ایک ایک شخصیت کی شکل میں موجود ہوتا ہے۔ اس میں "ایک ہی شخص کی حیثیتوں سے کردار ادا کر سکتا ہے۔ مثلاً ایک ہی شخص سرمایہ بھی لگا رہا ہو دینی محنت بھی کرے اور وہی شخصہ بھی مول لے۔

اس تصور پیداوار کی بنیاد پر سرمایہ دارانہ نظام میں "تقسیم دولت" ہوتی ہے۔ پیداوار میں چار عوامل کا کردار ہے لہذا ان چاروں عوامل کو مساوات اس طریق سے ملے گا۔

سرمایہ کا عوض ----- ۱۳

نقصان اٹھاتا ہے۔

دستی اور معسر صحت اشیاء کی پیداواری کو مانتے، جن کے لئے کھج پوری قوم کو بھٹکانا چاہئے ہیں، داران نظام کا مجموعی طور پر نتیجہ یہ نکل آتا ہے کہ سماج میں سرمایہ چند افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہوتا ہے۔ یعنی یہ ختم ہو جاتا ہے کہ ہر ایک کی اطمینان نفس ہو کر وہ معسر و ریاضت زندگی سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ سرمایہ دار کو پیداواری اشیاء سے مقصود حصول نفع ہوتا ہے چاہے وہ سماج کے لئے نقصان دہ ہو دوسری طرف اس کی توجہ کثرت پیداواری زیادہ کھیت کے لئے مناسب منڈی کی تلاش پر ہوتی

زندہ دستی کھیت پیدا کرنے کے لئے مسم چلائی جاتی ہے، کھاد پلائی جاتی ہے چنے کے لئے خوراک دینے والوں کو آگ لگائی جاتی ہے معز یہ کہ اس کے بعد بھی قیمتی استعمال کے ایک طرف ہے وہ ذخیرہ دوسری طرف صحت کو کل قیمتی پر ڈول کی صف میں کھڑا کر کے اس کو مناسب حق سے محروم کر دیتا ہے۔ نظام میں سرمایہ دار پیداواری سود کی آڑ میں باغیاتی اداروں سے بڑی بڑی رقم حاصل کر کے اسے ریفٹ و سوغ کی بیچارہ فرقہ صوف کر دیتا ہے، تو دوسری پیداواری اشیاء میں سود کی رقم کو شامل کر کے داران و امول مارکیٹ میں اشیاء فراہم کر دیتا ہے۔ اس طرح سودی معاملہ کی وجہ سے پورے معاشرہ کی زندگی متاثر ہوتی ہے، یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ پاکستان جیسے ممالک اسلامیہ میں سودی نظام کی جگہ پر سودی نظام بدلنا فائدہ کرنے کے لئے جہاں اور فرائض ہیں، وہاں ایک بدو اسلئے بھی ہے، کہ سرمایہ داروں میں شخصیتیں ہیں جن کا کاروبار وہ بولنے کا کاروبار ہو اور آمدنی آمدی تجارت کا کاروبار ہو یا کارخانہ داری کا کاروبار ہو یا تجارت اسٹاک کمپنیوں کا کاروبار ہو یا کاروبار کرانہ داری کا کاروبار ہو، گو یا سرمایہ داری کے پھولنے

سب سرمایہ داروں میں سودا اس طرح جاری و ساری ہوتا ہے، جس طرح ایک زندہ جسم کے جملہ اعضاء میں خون جاری و ساری ہوتا ہے، یہاں بھی نظام سرمایہ داری کو بھیجیٹ کے کل کے قائم رکھنے ہوئے، اس میں ایک جملہ سرمایہ داروں سے کاروبار کو سود سے پاک کرنے کی کوشش کرنا ایک باطل کا کام یا حاصل نہیں ہوتی ہے، کیونکہ جہاں مزاج ہمیشہ کل کے مزاج کے تابع رہتا ہے، لہذا آزادی تبدیلی سے شخص نامی تبدیلی سے ہر قسم نظام کی تبدیلی کی امید نہ ہوتی ہے، ایسے ہی تادم کردارایت سے خود اسلام سے بدگمان لوز معسر ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ اسلام کو اسلام کے خلاف زہر لگنے اور

اس نظام کا ایک اصل اصول یہ ہے، کہ خاص معاشی اغراض و محرکات انسانی پیداوہ کارخائیں کر کے اس کے آزاد پھوڑا دیا جائے اس اصول کا رد ہداری دینی لو اس بات پر زور کرتا ہے کہ پیداواری اشیاء کے لئے نہایت زیادہ اور مختلف طریقہ اختیار کرے۔ یعنی پیشوں اور آلات کو اچھی حالت میں رکھنے کا مال کی مقدار میں کم قیمت پر حاصل کرے۔ اور اپنے ہر بار کے طریقوں اور سلسلہ کار کو ترقی دینے میں بروقت دماغ لاؤ اس پر یہ سب کچھ ہر دینی مدافعت اور معنوی تدبیر کے بغیر بے قید و معیشت کی اندرونی منطق کو ہی کرتا ہی چلی جاتی ہے۔ قدرت کے قوانین کے ساتھ دستبرد اور ہر کرداروں کے سوا دینی عقل سے انتہائی ترقی و خوشحالی کا کام آپ ہی آپ پختہ ہو جاتا ہے جس کی انتہائی مقصود ہندی سے انتہائی نفی کے ساتھ نہیں ہو جاتا، یہ انداز کی منصوبہ بندی ہے اور کمر و خمداری محسوس طور پر اس عمل کو مکمل کر پاتی ہے۔

اب یہ سوال کہ مملکت اور کھلا سے سماج کو کتنی منفعت حاصل ہوئی اس ضمن میں قوم سمجھ جو آزاد معیشت کا بڑا ہی حامی ہے کامیاب حسب حال ہے یہ دور قیصر از ہیں۔

”مکمل ایسا ہوتا ہے کہ جب کاروباری لوگ باہم جمع ہوں، اور ان کی صحبت پبلک کے خلاف کسی سازش پر اور کوششیں چڑھانے کے لئے کسی قرار واد پر فطرت ہو، مد ہے، کہ تقریبات میں مل جلنے کا جو موقع مل جاتا ہے، اس کو بھی یہ حضرات اس جرم سے خالی جانے نہیں دیتے۔“

لارڈ کینر نے یہ بھی کہا تھا، کہ دنیا میں افلاکی و فغری قوانین کی ایسی مضبوط حکومت قائم نہیں جس کے ذریعہ سے افراد کے ذاتی مقاصد اور اس کے لئے ان کی زندگی میں ضرورت آپ ہی آپ ہو نہ انتہائی دینی این کا یہ بھی مانتا ہے کہ کوئی نہ تمام معاشی برائیاں ہی کر کے نہ بچا رہی ہو، خود ہی وجہ سے ہے، جس قوم میں سود کی شرح بیش ہو، گوئی اس کی تہذیب و تمدن اتنا ہی بلند و مستحکم ہوگا۔ (۱۳)

لہذا نظام کے مابین آزاد معیشت کے اصول پر عملی قرار واد سماج کے لئے خوش آمد نام نہ ہو اس آزاد معیشت کا پہلو یہ بھی ہے کہ سرمایہ دار چاہے چاہی آدنی کا ذریعہ محبوب

پر، چنانچہ صاحب موقع لکھتا ہے۔

غلام یہ کہ اس نظام کے تانکے سرمایہ کے عدم توازن کی صورت میں نمودار ہوا معاشرہ امیر اور غریب طبقہ میں منقسم ہو کر دائمی کشاکش کا شکار ہوا جو کہ تمام برائیوں کا سرچشمہ ہے۔ تہذیب و تمدن کے اس دور میں جہاں غلامی جیسے غیر انسانی ادارہ کے وجود کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۱۵۵۰ء کی صدی آبادی جس پر بد قسمتی سے غفلت کا ٹیبل چھایا ہے، گوکہ حیثیت بھی نہیں مل سکی، جو جہالت و تاریکی کے دور میں غلام کو میسر تھی، اس سے بڑھ کر اور ایسا کیا ہوگا؟ فیکٹریوں میں مزدور اور لاکھوں میں کسان کی جو حالت ہے وہ اس بات کا منہ نہ لٹا سکتا ہے، کہ ایک کے ٹوٹ پھوٹنے پر دوسرے کے مہلات قحیر ہو رہے ہیں۔

یہ تسلیم ہے، کہ جدید سرمایہ داری قدیم سے خاصی مختلف ہے، و شجہ معیشت میں کافی تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، مگر انسانی حق تعالیٰ کی تخلیق کردہ نوعی ہیں، غریب و زمین یا اس قسم کی انجمنیں اپنے مطالبات مناسبتی ہیں، اور آجروں کے ساتھ نہ انکرات ہو سکتے ہیں، اگر توں میں اضافہ ہو گیا ہے، تو قوت میں اضافہ نہ ہوا ہے، تھکنی میں اضافہ نہیں، اگرچہ یہ نوعی اور دیگر سو بات بھی حاصل ہوئی ہیں، حتیٰ کہ عادیہ دشمنی وغیرہ کی صورت میں مدد کا امکان پیدا ہو گیا ہے، بعض کارخانوں میں مزدوروں کو منافع میں حصہ داروں کے طور پر ملنے پانے سے بہتر شغل، انشورنس کی سہولت بھی متعارف ہو چکی ہے، حکومت کی سرپرستی قبول کر لی گئی ہے، مگر غلامیت و تفریق قاعدہ و سلب و جہالت انسانی ہے، جن میں پائیداری لازمی ہے، تجربہ نوعیت ارتقائی تھی، لیکن انھوں نے سب سے دور تر بنائے ہیں، اس طرح نہ تو ان لوگوں اور صنعتوں کو قیام لینے کی پستی، انتہائی کمی ہے، زہریلیہ، مصلحتی، تباہی کی صورت میں، ہذا ہو جاتی ہیں، مصلحت خودی، پھر پڑاوری سے بڑی اور دیگر باتوں پر پائیداری حاکم ہو چکی ہے۔ تاہم یہ اصطلاحات کے درجہ میں! خرابیاں اب بھی موجود ہیں مثلاً بے روزگاری کا مسئلہ، تعلیم بننا چاہا ہے، اسباب غش و عشرت زوروں پر ہیں، دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی وجہ سے سرزد جنگ جاری ہے، سرمایہ پڑاوری کے چنے کے لئے بڑے بڑے ممالک میں سرمایہ بڑھاتا جاتا ہے، مصنوعی قلت زانیہ و تمدنی سفاکتی جیسے خرابیاں موجود ہیں، انسان فحش کا شکار ہو جاتا ہے، منجھ آجرت کی ادائیگہ کرتا پھر تباہ جاتا ہے، فیکٹریوں میں مدد کا نظام کا مسئلہ

کی صورت اختیار کر گیا ہے، مالدار و جاگیر دار طبقہ نے کسوں محتاجوں کا چھوٹی کی دھجھکی سے بے اعتنا کر دیا ہے۔ ریاست و حکومت کی تشکیل سرمایہ دار طبقہ کے ہاتھ میں ہے۔ سودی معیشت نے نجات نہیں ملنی، غیر پیداواری اشیاء کا راستہ نہیں روکا گیا، بلکہ اس میں بہت سی اضافہ ہوئی، مگر نہ انسانی حقوق کا تحفظ بھی زوروں پر ہے، مگر نہ سماجی معیشت اور بازار دست مصلوب ہونے کی وجہ سے، نہ انسانی مسائل کی بوجھ نہیں رہے، اور مصلحت اندازی، مصلحتی معاشی معاشرہ بن گیا، عظیم انقلاب کا دور موجود ہے، تاکہ لوگ سکون و اطمینان کی دولت کا لالہ سے مال مال ہو جائیں، جو بین انسانی دولت کی مادی سرمایہ جو ہمہ اہل انسانی کی جتنی ہوئی انسانیت کے سائے کی اہلیت اس بات میں سمجھی کہ ذرا سی دھار و غفلت انسانی کی جہت قوی حیات میں دیا جائے تاکہ غلام کو حق تعالیٰ جو اور بدل دے، اگرچہ یہ غلاموں کے سرمایہ دارانہ نظام کے رد عمل کے طور پر جو نظام وجود میں آیا وہ سوشلزم تھا اس کے چرخی پس منظر کے بعد اس کی حقیقت کے بارے میں تفصیل یہ ہے۔

انٹرنیٹ کی نظام: انٹرنیٹ کی نظام، سرمایہ داری کی نظام، جس سے بڑھ کر سرمایہ دارانہ نظام کے رد عمل کے طور پر یہ نظام وجود میں آیا، لوگوں نے اسے اپنے لئے مسیحا سمجھا اور جدید نجات خیال کیا۔ یہ وقت ہے، تاکہ عوام کے ذہنوں کو منہل کرنے میں یہ نظام کا کامیاب رہا اس نے کیا کیا کیا، یہ ایک نیا دین، نیا عقیدہ، نیا انسان کا نمونہ بننے لگا، ہر کسی کی زندگی کے گوشوں سے یہ دھواں اٹھانے لگتا ہے، داری ہے۔ کارل مارکس جرمنی کے شہر ٹرائیر میں ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوا، اس کا خاندان متوسط پیداویہ سے تعلق رکھتا تھا، اور ایسوی عالم قہا پے، یہ سیرایت قبول کر لی جرمنی میں ہونے پر یورپی سے فلسفہ کی ڈگری حاصل کی۔ دو ہیگ کے فلسفہ سے بہت متاثر تھا، جو اس یونینورسٹی کے فلسفہ میں پائیداری سے بھی عقیدہ حاصل کی، اس وقت وہاں میں مارکس کی کوشش کی مگر ہاکہ ہو گیا، تاکہ اسے اپنے طریقے میں کیونٹ فٹسٹ تحریک کے علمبردار بن سکتا تھا، مگر اس کا یہ مشورہ چارچر ہو کر کوئی روزگار نہ ملا، اس لئے مشائخ بنی اقامت پر ہی گزار لوگات کرنے لگا، معاشی طور پر کمزور ہونے کی وجہ سے آلام و مصائب کے موبوب سخت ذہنی اضطراب میں مبتلا رہا، اس لئے اس کے دل میں سرمایہ داری کے خلاف شدید رد عمل پیدا ہوا، اینگلز کا

and a scientific analysis, and interpretation of the past and vision of the future away cry, and the negation of violent revolution and a general revolution, a gospel of love and altruism, and a campaign of hate and greed, the hope of mankind and the end of civilization and the down of the millennium. (14)

اس تعبیر میں مابعد ضرور ہے، مگر یہ بھی حقیقت ہے، کہ اس تحریک نے دوسری ان تمام باتوں کی طرح جو انسان کے اپنے ماحول کے خلاف رد عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہیں بدلے ہوئے کے تحت پیش رانی کو محبت دلی ہے۔ تاہم آؤ آؤں کے اس جنگل میں ان بنیادی افکار و نظریات کو جان کی پانکٹ ہے۔ جن پر اکثر آیت کی عبارت قیہ ہوئی ہے۔ اس کی حقیقت اور تاریخی پس منظر کو جاننا، یہ یقیناً آف سائنس میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

By 1840 The Term Socialism was commonly used throughout Europe to comate the doctrine that the ownership and control of the means of production, capital, land or property should be held by community as a whole and administered, in the interest of all. (15)

اسٹورڈ وڈ شسٹری میں سو شلزم کی جو تعریف کی گئی ہے، وہ بالکل اس کے قریب قریب ہے۔ اس تعریف سے یہ ہے، کہ ان کے پس منظر میں یہ بات کو اجتماعی ملکیت قرار دیا جاتا ہے۔ اکثر آیت کے جرمی بن ملٹر کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے، کہ یہ پہلے ایک ایسا ہی، اسے ایک جامع نظریہ تبدیل نظام کی صورت میں پیش کرنے کا سر قمار مار کس اور انجینئر کے سر ہے۔ مارکس نے اس کا لہذا ہی نگری ڈھا چھوڑا، جس سے مستند لیا۔ جس کے نزدیک انسانی تہذیب و ارتقاء کا ارتقاء میں تعداد، تعداد اور معاشات میں مضمر ہے۔ اس کے بقول معاشرہ خاص تصور انی وحدت کے

تحدید کرتا ہے، لہذا ان کے مختلف خدمات و اشت کرتے ہوئے مارچ ۱۸۴۳ء میں اشتراکی انقلاب کا مقصد اس کے تحت ہوا۔ تاہم، وہ اپنے افکار شر و باطل کتاب میں اس کی مکمل شکل میں چھوڑ گیا۔

سو شلزم کے نام کو آؤرت زاروس میں بائوٹیک پارٹی کی کامیابی سے ملی۔ لیکن نے بھی اس تحریک میں اضافہ کیا، اس تحریک کی جیو اس فلسفہ ہے، کہ کئی ایک جموع ہوں گی، معاشرہ وہ اجتماعی ہی شریوں کی ملکیت پر مامور ہو، بشری اپنی ذات و اہمیت مشترکہ مادی کی خاطر صرف کریں گے۔ یوں لگتا ہے کہ اس سے سرمایہ فحش کر حکومتی پارٹی کے پاس اس کا سر خیز ہو، اور انسانی آہمیت کا نظام نافذ ہو جائے، اکثر آیت کا فلسفہ ہے کہ اکثر آیت انسانی جیو کی صورت اختیار کر کے انسانی ملکیت کا روپ دھار لیتا ہے۔ لہذا انسانی ریت و اصل آؤر اور اپنے سے باہمی فحش کے نتیجے میں اس وقت وجود میں آتا ہے، جب مثلاً کیونست پارٹی کو بھی ضرور یہ صورت مل جاتی ہے، کہ وہ تمام کاروبار حکومت خاص منصوبہ کے تحت انجام پاتا ہے۔ واضح رہے کہ اس نظام میں انسان کی حیثیت محض ایک فحش چرے سے زیادہ نہیں رہ جاتی اس نظام کا اساس مذہب اور اخلاقیات کی سخت مخالفت پر قائم ہے۔

(۲) سو شلزم کی حقیقت؛

پروفیسر جیو (load) سو شلزم کی حقیقت بیان کرتے ہوئے دو نقطہ پر ہیں۔
"سو شلزم اس ٹوٹی کی مانند ہے، جو اپنی شکل و صورت کچھ بھی ہے، اور اس لئے ہر کوئی اسے اپنے سر منڈے میں مصروف ہے۔"

لہذا یہ کہنا چاہیے، کہ سو شلزم ان چند اصطلاحات میں سے ہے، جن کے مفہوم میں ابھی ابھی جاتا ہے، اس حوالہ سے پروفیسر وٹلم لوک نے اس کو تقویٰ کو حمت کو یوں بیان کیا۔

It is the both abstract and concrete theoretical and practical, idealist and materialist, very old and entirely modern, it ranges from mere sentiment. To a precise programme of action different, advocates presents it as a philosophy of a sort of religion, ethical code and economics system. It is a popular movement

تحت زندگی گزارا ہے، مگر وہ عمل پیدا ہوتا ہے، پھر پرانے اور نئے افکار سے ایک نیا نظام وجود میں آتا ہے، جو پگھل کے پھل سے اور پرانے نظام کے صانع کا سر پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس ارتقائی عمل کو وہ مخصوص اصطلاح ”جدلی عمل“ سے یاد کرتے ہیں۔ پگھل کے تمام انقلابات خواہ وہ مذہبی ہوں یا سیاسی یا معاشرتی، کو معاشی حالات کی پیداوار قرار دیتے ہیں۔

اپنی کتاب ”اس کیٹل“ میں انسانی تاریخ کو مختلف ادوار میں تقسیم کر کے جنت کرتے ہیں، کہ ابتدائی ادوار، آج آج کے پیداوار پر انسانی حکمت کا نتیجہ نہیں تھا، بعد میں چند افریقائی انسان پیدا ہوئے، ان پر قبضہ کر لیا اور بہت سے دیگر افراد کو دستِ عمر بنا کر ساج کا استعمال کیا، وہ اخلاقی اقدار کی تلقین کرتے ہیں، تاریخ کی مدلی تعبیر کر کے ان کا پرانہ فکر میراں تک جا پہنچا ہے، کہ سائنس جیسے حقائق کو بھی وہ معاشی احوال کے قاصر میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ (۱۶)

مارکس کا نظریہ ”قدر زائد“ اس سے بعد میں کئی نظریات میں ان کے نظریہ قدر زائد کو اختیار کرنا شروع کیا۔ اس کے اس نظریے کا مطلب ہے، کہ کسی چیز کی اصل قدر محنت کی وہ مقدار ہے، جو اسے پیدا کرنے میں صرف ہوتی ہو، ان کے نزدیک زمین اور محنت دونوں اصل پیداوار ہیں، زمین غیر مستعد (passive) ہے، زمین پر عمل کرنا اس کے لئے ضروری ہے، اس کو کسی مستعد (active) مال کی ضرورت ہے، جو اس کے بیٹے کو چکر کر اس سے خزانہ حاصل کرے۔ پیداواری عمل کی اس تکمیل کے بعد تیسرے کسی عامل کو اور یا فزین کی ضرورت نہیں، یہاں تک حکومت کے عمل دخل کا سوال ہے، یہ دیگر انسانی اور معاشی خزانہ پیدا کرنے کے لئے اصل ہے، قدرتی کے ساتھ معاشی پیداوار کے بعد جس شخص کی ضرورت کو بھی پورا کرے گی، بلکہ حکومت خزانہ کھانوں کے لئے محصولات، تحفے مائل بنا کر اعلیٰ ترہائی محنت کے لئے چھوڑ دے گی، اس نظریے میں محنت کو جو پیداواری اہمیت دی گئی ہے، اس کا اعتراف بلاواسطہ اقتصادی اہمیت سمجھنے کے لئے کیا ہے۔

محنت کی اس قدر اہمیت کے باوجود یہ نظام معاش سماج میں خوشحالی لانے سے قاصر رہا۔ اس کے خزانہ کو کوئی حقیقت نہ رہی، بلکہ اس نظام کی جانی کی ایک یہ وجہ تھی ہے، کہ چونکہ اس نظام کا بنی جبر اور روحانیت کے افکار پر ہے، اس غیر فطری عنصر کی موجودگی کی وجہ سے یہ نظام پیغامِ امن

دن دینے میں ناکام رہا، بعض اہل فکر نے اشتراکیت کا تجربہ یوں بھی کیا ہے۔

”میں اشتراکیت کے ساتھ لگائی کی عبادت لگا دی جائے، تو یہی اشتراکیت بن جاتی ہے، گوشت اشتراکیت سمیت کا چرہ ہے، سمیت میں جو مقام مذہب کو حاصل ہے، اشتراکیت میں وہی مقام سائنس کو حاصل ہے، سمیت میں جو مقام فرد کو حاصل ہے، اشتراکیت میں وہ مقام ترقی کو حاصل ہے۔ اس طرح انسانی حقوق کی جگہ سماجی حقوق کو حاصل ہے۔ محبت کی جگہ تشدد، آزادی کی جگہ سماجی تحفظ، تشدد خدائی جگہ جبری رولز اور روح کی جگہ اشتراکیت میں انسانیت ہے۔“ (۱۷)

اس تجربے میں کتنی حقیقت پندی ہے، یہ امر اپنی جگہ پر مسلم ہے، مگر یہ حقیقت ہے، کہ نظام کے اندر جس جس جبر و تشدد سے کام لیا گیا ہے، وہ تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے، یہ نظام مجموعی سے انسانیت کو خوشحالی اور آسودگی نہ دے سکا۔ اس ضمن میں روس کے صدر کا بیان قلمی اقتداء ہے۔

”کچھ اشتراکیت کے نظریے کا تجربہ روس کی جائے افریقہ کے کسی چھوٹے ملک میں کر لیا گیا ہوتا تاکہ کم از کم اس کی جانی سے بچ جائے۔“

روس کے صدر کا یہ بیان اس بات کا منہ بولا ثبوت ہے، کہ یہ نظام عملاً انسانی زندگی کی

ان نظاماتِ معاش کی ناکامی کی جہاں اور وجوہات ہیں، وہاں معاشیات کے مسائل کا حل، حقیقت سے ہٹ کر مرہب کرنا بھی ہے، روحانی اقدار سے انفرادیت کے مسائل معیشت کو ترتیب دینا، ایک ایسا تشددِ عمل ہے، جس کا اعتراف اہل مغرب کے دانشوروں کو بھی پارہ پار کرنا پڑا۔

”مصنعتی ترقی اس معاشرے کی خوشحالی کا باعث بن سکتی ہے، جس کی ذمہ داری بیادیں اٹھائیں ہوں، پیداواری گھریلو حرفت مضبوط ہو، اور جس میں روحانی قوت بھی پائی جاتی ہو، اس کے باوجود ایک خاص مرحلہ آتا ہے، جس سے آگے بڑھ کر خوشحالی کی رومانہ پڑ جاتی ہے۔ افراد کے فطری تعلقات میں ضعف پیدا ہوتا ہے، اور معیار زندگی بڑھنے کی بجائے گھٹنے لگتا

تہ (۱۸)

شاہ ولی اللہ اور علم معیشت : شاہ ولی اللہ کے آثار میں مندرجہ بالا موضوعات کو جس

انداز سے سمجھ بیان کیا گیا ہے، اس پر آپ کی کتب شاہ جہاں ہیں، مثلاً ازواج و معاشیات اور حکمت و مسائل
ایک ایسی حقیقت ہے، جس کی بدولت تجارت نے مغربی شاہ صاحب انسان کی معاشی تہذیب کو ایک حرکت
و امور یعنی کثرت حاجات و قلت ذرائع اور انسان کے تنہا زندگی میں مسلسل ارتقاء کے وجود کو قرار
دیتے ہیں۔ شاہ صاحب تمدنی منزل کو مخصوص اصطلاح "ارتقاات" سے موسوم کرتے ہیں اور ارتقاات
در اصل مشکلات کو نرم یا آسان کرنے کے طریقے کا یافتہ ہے۔ (۱۹)

چونکہ انسان کے مشکلات دو قسم کی ہیں، ایک معاشی یعنی کمانے پینے اور رہنے بچنے کے
مشکلات اور دوسرے فکری و روحانی یعنی زندگی اور اس کے مقصد کو سمجھنا، یہ وہاں طرح ارتقاات کی
بھی دو قسمیں یعنی ارتقاات معاشیہ اور ارتقاات فکریہ وجود میں آئیں۔

شاہ صاحب ارتقاات کے ضمن میں بتاتے ہیں، کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو عقل کی دولت
سے نوازا ہے، اس لئے اس کا علم حاصل کرنا اس کی فرائض و فرائض و فرائض میں رہا ہو، جس کی تعلیم نہیں ہو سکتی
اسے تعلیم حاصل کرنے میں مشق کہ یہ انسانی فرائض و فرائض و فرائض میں رہا ہو، جس کی تعلیم نہیں ہو سکتی
رہا ہو، جس کی تعلیم نہیں ہو سکتی

(۱) رائی کالی (۲) طرائف (۳) ایجاد و تخلیق (۲۰)

شاہ صاحب اور علم معاشیات کی تعریف : شاہ صاحب علم معیشت کی تعریف کرتے

ہوئے، لکھتے ہیں۔

هو الحكمة الباقية عن كيفية اقامة
المعادلات والمعاونات والاكتساب
على الاتفاق الثاني. (۲۱)

(ترجمہ) "یہ علم انسان کے معاشی اشیاء کے
تبادلے کے نظام (معادلات) انسان میں
اس طرح "کدو باہمی" (معاونت) کے قیام
اور روزی کمانے کے ذریعہ (انساب)
سے بحث کرتا ہے"

اصل یہ کہ شاہ صاحب ارتقاات کے ضمن میں انسان کی چار ضروریات (حاجات اصلیہ)

کی حکمت کا تصور دولت کی پیداوار کے ذرائع، پیداوار کا باہمی تبادلہ، دولت کا جائزہ یا جائز استعمال،
تبادلہ یا معاشرے اور معاشی امور، مختلف پیشے اور معیار زندگی کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہیں، جو
انسانی فرائض و فرائض ہیں۔

شاہ صاحب کے ان معاشی نظریات پر تفصیلی معروضات پیش کرنے سے پہلے ضروری تھا
کہ وہ دور کے نظام معاش اور اس کے تمدنی جائزہ پر نگاہ ڈالی جائے۔ اس طرح شاہ صاحب کے
معاشی نظریہ کو ملکی وجہ البصیرہ سمجھنے میں مدد ملے گی اور تفصیل سے واضح ہے کہ خوشحالی کے لئے
بہادری ضروریات کی تکمیل ہی کارگر نہیں ہوتی بلکہ دوسرے فکری تقاضوں کی تسکین بھی
ضروری ہے۔ دراصل معاشیات کا دارا اس بات پر رکھتا کہ وہاں معاشی محدود ہیں، اور انسانی ضروریات
محدود ہیں، ایسے میں اقتصادیات کا سہارا بننا پڑتا ہے، بالکل طور پر جمعی خواہشات کے مقابلے میں ذرائع
میں خواہشات کم ہیں، بذات خود عمل نظر امر ہے۔ کیونکہ انسان کی پیداوی معاشی خواہشات اور عمل کی
ایک جمعی تقاضا ہے، بلکہ اقتصادیات کے مسائل خالص عقلی ہیں، یہ نظریہ ان دونوں کے
بہادری کو ہی ربط نہیں مانتا، بلکہ نظریات ہیں، جنہوں نے دنیا کو دو انتہائی نظریات میں الجھا کر
بہادری میں بانٹ دیا۔

معاشرے معاش مذکورہ اور سندھ کی کاٹھکھم :- مولانا سندھ نے دو مقابلہ

انسان کا جائزہ اور پس منظر کے بعد مناسب خاکہ پیش کیا۔ جو درج ذیل ہے۔

اس وقت یورپ میں امپیریلزم کے رد و عمل کے طور پر جو فلسفہ سیاست اور فلسفہ ہیئت کی پیداوار
تھا، کیونزم پیدا ہو چکا ہے، اس میں خدا کا انکار لازمی ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں، خدا کی انکار کی
وجہ سے ہی وہ بھی امپیریلزم کی عقل التیاری کا چاٹا چارہا ہے، اس کا پہلا قدم استدہایت ہے،
اس کا لازمی نتیجہ امپیریلزم ہو گا۔ اس سے دوسری بدی جنگ ۱۹۳۹ء تا ۱۹۵۴ء میں
ایلیٹ سبب قوتوں کے ساتھ میں رہا، جس وجہ سے انسانی تمدنی تمدنی قوتوں
توزن میں سرایت دار قوتوں کے ساتھ مصافحہ کرتی رہی۔ ہم نہ کیونزم میں جس قدر
سکین نوازی ہے، اس سے کہیں زیادہ سکین نوازی امام ولی اللہ کے فلسفہ میں ہے اور اس میں

حواشی

1. دہلی، سعید احمد "فرعک آملیہ" سنگ میل پبلشرز لاہور ۱۹۶۰ء ج ۳ ص ۳۶۸۔

2. اسلامی لٹریچر، رقبہ "مفردات القرآن" کا دور، ص ۶۵۶۔

3. سیوہادی محمد حفیظ رحمان "اسلام کا اقتصادی نظام" دہلی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۳ء ص ۷۱۔

4. حوالہ سابق۔

5. حوالہ عبد المجید خان "اسلام کا معاشی نظام" مجید کتب خانہ لاہور، مطبع سوم ۱۹۹۸ء ص ۱۳۔

6. حوالہ ڈاکٹر ایل ایم اختر "اصول معاشیات" محمد نواز پبلشرز لاہور، سترہویں ایڈیشن، ۱۹۹۶ء ص ۲۹۔

7. اولیٰ ص ۲۹۔

8. حوالہ "اسلام اور جدید معاشی نظریات" اسلامک پبلشرز لاہور، ۱۹۹۰ء ص ۳۲۔

9. حوالہ سابق۔

10. حوالہ سابق۔

Encyclopedia of Social Science Vol 2

Pages. 294.

Norman. F. Keiser Introductory Economics, Published by

John Wiley and Sons New York London 1990: P: 6

Morgan Guarantee Trust Coy. of New York, World Financial

markets, January 1987, P

General Theory of interest money and employment by

Keyness.

سود کے ضمن میں یہاں یہ بیان کرنا ضروری ہے، کہ پاکستان میں سود سے پاک معیشت کے حوالہ سے

معتد بہ طے کام سامنے آیا ہے "مغربی نظریہ" "نظروں پر روشنی" میں اس کی فرست یہ ہے،

۱۔ سود اور کاشت کار کے حقوق کا زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ لیکن اس کی بجائے خدا کے بھیجے ہوئے اور شرف
تصور پر ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک کارکن اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس زندہ تصور کے
ساتھ گزارتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے سامنے ہے یا کم از کم یہ کہ خدا سے دیکھ رہا ہے، یہ
تصور بھی ایک زندہ اور پائیدار شکل میں اپنے سامنے رکھتا ہے، کہ اگر اس نے کم تو لیا کسی کے حق
کو ناجائز طور پر پاؤں سے روندنا، تو وہ دنیا میں بھی سزا پائے گا، اور مرنے کے بعد بھی اسے خدا
کے سامنے حاضر ہو کر اپنے عملوں کی جواب دہی کرنی ہوگی۔" (۲۲)

آدم پالنہوری "مسئلہ دعا" بمقتضی اسلامی، مہربان اسلام کا علمی اسلامک انکلیٹیو فاؤنڈیشن

۵۶ اوزیر محمد "سود کی حرمت کے بارے میں چند مباحث" مترجم "ساجد الرحمن صدیقی اسلام آباد، ۱۹۸۳ء۔

☆ احمد ارشار "بلا سود نگاری" کراچی مکتبہ تحریک مساوات، ۱۹۶۳ء۔

☆ ریو انور مضمارت اور انور تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۸۳ء۔

☆ ارثر صاحب "رواے پاک معیشت" قیمر انسانیت لاہور، ۱۹۸۳ء۔

☆ ”یہ ایک شرعی حقیقت“ جملہ فقہ اسلامی، مہر حجۃ الاسلام قاضی، اسلامک فقہ اکیڈمی، ۱۹۹۷ء۔

☆ آصف افشار، "تہذیبی سود کی فرست" اشراق، دسمبر ۱۹۹۱ء۔

۱۶ اصلاحی عبدالعظیم "سور کا مسئلہ" مجلہ فقہ اسلامی، نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔

☆ ”وَلَا الْحَرْبُ مِمَّنْ رَاىَ اٰیَ شَرِّیْ حَیْثَیْتُ“ ”مُجَلَّدُ فَنِّیْ اِسْلَامِیِّ نَاقِلِی ۱۹۹۰ء۔“

۶۶ پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل "آج کے حالات میں رہا کی مختلف صورتیں" نوائے قانون

اسلام آباد (پاکستان) ۱۹۹۱ء

☆ اسلامی نظریاتی کونسل کی بلا سوشل نگاری پر رپورٹ۔

☆ پاکستان وفاق شرعی عدالت "بیک انٹرسٹ رو" ہے اور قطعی حرام ہے، مترجم عبدالرحیم دہلوی،

$$= \frac{1}{2} \left(\frac{1}{2} + \frac{1}{2} \right) = \frac{1}{2}$$

۶۴ "تہارتی سود اور اسلامی شریعت"، صفحہ و نظر پانچ مارچ ۱۹۹۰ء۔

☆ ”دہلیز بیع،“ نثر و نظر اسلام آباد جنوری ۱۹۶۳ء۔

☆ "فتنہ علیہ الرحمہ"، اسلام آباد، سوسائٹی ملحق اکوڑہ ٹیک اکتوبر ۱۹۸۴ء۔

جنوبی افریقہ میں سودی لینڈین ہے۔ اے میں در العلوم دوحہ کا قانونی (شائع کردہ) فکر و نظر .

— 218 —

☆ حبیب الرحمن مفتی "موجودہ سوسیلسٹک نظام اور معاشی مسائل کا حل" مجلہ فقہ اسلامی،

☆ خان عبدالغلام "سور کے خاتمہ ہے گرجا کیوں؟" میثاق لاہور ۱۹۹۹ء۔

☆ خان محمد اکرم "جلا سودھکاری" دیوال سنگھ ٹرسٹ لاہور، ۱۹۸۳ء۔

© 2000

(259)

رحمٰنی خالد سیف اللہ "بیک انٹرسٹ" (سودی قرضہ) اور ہندوستان کی شرعی حیثیت "جملہ فقہ
 فاضلہ می. ٹی. بی. ۱۹۹۵ء۔

سزا سے نجات کے قابل طریقے اور ان کے غلط کی حدود "لوائے قانون اسلام آباد" (۱۹۸۱ء)

ناصر محمد باقر "اسلامی رنگ فیر سو دی، رنگ کا کھل نظام" مترجم سید ای شان حیدر جلاوی "طبعی شران ناصر تعلیمیاتیات۔"

صدیقی، محمد مظفر الدین، "اسلام کا معاشی نظریہ" (مسئلہ موردِ مشاغل ہے) ادارہ ثقافت اسلامیہ
۱۹۵۲ء۔

عظیم احمد "مسئلہ سولہ گور مسلمانوں کا مستقبل" بدایون، انگلشی پریس ۱۹۹۲ء۔
 صدیقی اللہ محمد نجات اللہ "غیر سودی حکام کی شہادت دوم، اسلامک جوبلی ٹرسٹ، لاہور ۱۹۷۷ء۔

عبد الستار مفتی "حرفِ مسرت" لاہور، مکتبہ انوارِ کونین، ۱۹۹۲ء۔

عبد السلام "بلا سو" قراءہ و اجازت کراچی اگست ۱۹۸۱ء۔

”سودی کاروبار اور ہزار امانت کے وفات کراچی، جولائی ۱۹۹۳ء۔“

ملفوظی محمد تقی "سودا در حکومت" ششمین "جلد"؛ تالیف: آقا میرزا محمد تقی -

محمد رفیع "پروویڈنٹ فنڈ کی ذکوہ اور سود کے مسائل" مہاراج، کراچی، ستمبر ۱۹۷۳ء۔

فیصل محمود ارجوان "سود کا مقابل" نوائے وقت، ٹولپنڈی ۸ جون ۱۹۹۳ء۔

القادی، محمد طاہر^{۱۱} جاسودنگاری^{۱۲} (عبودی خاکہ) مرکزی ادارہ مشابہ القرآن لاہور، ۱۹۸۵ء۔

”قرض کی رقم اور کرنسی کا چھٹا حصہ“ نوائے قانون، اسلام آباد، اکتوبر ۱۹۹۱ء۔

الکاتب: مولوی محمد امجد علی "ارشاد اعلیٰ الارض الیٰ ایقبات الربو الیٰ القرض" "الدرمات
الاسلامیہ اسلام آباد، فروری ۱۹۸۳ء۔

گیلانی مناظر احسن اسلامی معاشیات (حرمت سود کی وجہ کے شامل) اور الاشاعت کراچی۔

”مسئلہ سود کا اسلامی حل“ خلافت لاہور، مئی ۱۹۶۴ء۔

محمد حاسنین "مسود کی تلاوکار ہاں" جومات کراچی مبارق وئے ۱۹۸۰ء۔

مسودہ وی، نوا اعلیٰ کیا تھارتی قرضوں پر سود چاہتے ہے؟ ترجمان القرآن، لاہور، جولائی،

باب دوم

ارتقاات

اول و دوم

بح ۱۹۵۵ء۔

۵۶۔ ندوی سید سلیمان "اسلام اور سود" کاؤلی، حیدر آباد سندھ، اگست ۱۹۷۳ء۔

۵۷۔ فہم صدیقی "چاند سویتھک سے متعلق چند مسائل" ترجمان القرآن لاہور، اکتوبر ۱۹۷۳ء۔

۵۸۔ نظام الدین ملتی "مسائل روایا" مجلہ فقہ اسلامی، اسلامک فقہ اکیڈمی نئی دہلی، ۱۹۹۰ء۔

۵۹۔ یعقوب شاہ "مسئلہ سود" مکتبہ دارالہند، ممبئی ۱۹۶۱ء۔

۶۰۔ یوسف الدین محمد "اسلام کے معاشی نظریے (سودی کاروبار شامل ہے) شاعت دوم حیدر آباد کتب

۱۹۵۵ء۔

۶۱۔ یوسف القرضاوی "ریک کا سود" مترجم سید محمد رضی السلام ندوی، تحقیقات اسلام علی

نمبر ۱۹۷۹ء۔

۶۲۔ یوسف الدین "ریک اور ریک کا سود" ترجمہ شعیب ظفر افسی ٹیٹ آف پالیسی اسلام آباد، ۱۹۹۳ء شعیب

نظریہ۔

William-N-locks competitive economic system 6th edition pages 178.

178.

(۱۵)۔ "آئنا نگینڈیا آف سوشل سائنس" ج ۳، ص ۵۰۶۔

(۱۶)۔ حوالہ ڈاکٹر عبدالوحید آئنا نگینڈیا (اردو) مطبوعہ فیروز سنز لکھنؤ، لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۱۳۵۱۔

(۱۷)۔ علی عزت دگورچی (صدر جمہوریہ بوشیا) اسلام اور مغرب کی تہذیبی کشمکش مترجم محمد منیر داروہ

دارالفکر، کراچی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۔

Prof: VA Dement, Religion and the decline, published New York 1952

pages 147.

(۱۹)۔ دہوی "تبیانہ ابانہ"

(۲۰)۔ دہوی "مطالعات" مترجم سید حسین ہاشمی (مقدمہ) "شیعوہ اور وہ تحفہ اسلام" لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۳۹۔

(۲۱)۔ "صوفی شہزادہ" "تبیانہ ابانہ" "باب نین اعجازت"

(۲۲)۔ "مقدمہ کی عبید اللہ" "مناظران انتخاب" "سندھ سارا تہذیبی لاہور، ص ۵۹۔

ارتقا قات اول و دوم

شاہ صاحب کے معاشی افکار کو سمجھنے کے لئے آپ کا ”تقریر برائے عمرانی و اقتصادی بات“ ”Socio Economic Evolution“ کہ دو نکتوں پر مبنی ہے۔ ”اقتصادیات“ سے مراد وہ ہے جس میں معاشرہ رہتا ہے۔ آپ کا یہی نکتہ اسلامی نظام معیشت کے لئے ایک حریکی اور منظم کردہ قوانین

ارتقا قات کا مقصود: ارتقا قات ارتقا کی نوع ہے۔ یہ مادہ "ارتقا" بمعنی ارتقاء سے اخذ ہے۔ لغت میں اس سے کئی معانی ملتا ہیں۔ مسوالت اہم لغات کے نزاکت نقلی معانی کو مزید چلا کر اپنی اور اس میں سہولت آتے ہیں۔ اس سے مراد وہ چیز جس سے تبدیلی یا سہولت کے معنی میں استفاد کیا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح "آپ" کے ساتھ ساتھ "ارتقا" کی معنی صورت میں استعمال کیا جاتا ہے۔ آپ نے اسے معارف و احکام پر طے سے مل کر لکھنے کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اولیاد کو توفیق سے فائدہ پہنچانے کی مشکلات اور مصائب سے دوچار چلا کر آپ نے اسے اس معارف اور مصائب میں سے اصل حاصل کر لیا ہے۔ اور پھر کئی حد تک میں سرگردان و آفتابہ رہا ہے۔ جس طریقوں سے معاشی اور اقتصادی تعلیموں پر آسانی فراہم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مصائب انہیں اصطلاحات "ارتقا قات" یا "ارتقا" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

وكان من عبادة الله تعالى به ان الله
كيف يرتفق باداء هذه الحاجات
الهاما طبعياً من مقتضى صورة
النوعية. (۲)

اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان نہ فی الواقع ہو کہ تو بہ مسائل کے س کے لئے فہمی قوی کو
 دے جاتا ہے تو وہ کسی خارجی مدد کا محتاج نہیں ہو تا وہ مسائل کا حل طبعی الہام سے کرتا ہے یہ
 اہم انسان کا باطل اس طرح ہو تا ہے ، جس طرح شد کی کھیلوں کو ان فی قوی ضروریات کی بابت ہوا
 ہے کہ وہ ان کی جہوں کو اس پر ہیں ، جس طرح اس سے شہدائے کس ، جس طرح انہما جہ سے جہ کر رہے ،
 اس میں ہے کہ ۔ فی قوی

ہائیڈروجن، جب انسان نے اپنی زندگی کا آغاز کیا تو اسے جو شکایات پیش آئیں، وہ ہمیشہ انسانی شکایات سے مشابہ تھیں۔ یہ حقیقت اپنی جگہ پر مسلم ہے، اگر انسانی زندگی اور حقیقت اور حقائق اللہ جل جلالہ کی برائی اور حقائق پر ہے، ہمیں میں مدخلی، استیصال، لطافت اور آجکل کا عصر شرف و اوج اس کی مثال ہو جاتی ہے، جیسے کہ معدنیات جس کی اصل ذرات اور عناصر "ATOMS" پر ہے، تاہم انسانی اور حیوانی حقائق میں یہ جو فرق واقعاً پایا جاتا ہے، ہر دو میں قسم و درجہ، تلاش معاش اور حصول مقصد کے واسطے بعد البشر قیصر پایا جاتا ہے، انسان خود کو فکر کر سکتا ہے، احساسات و کیفیات کو تحریر و تقریر کر سکتا ہے، اور اعلیٰ نوعی خصوصیات سے نوازا جاتا ہے، اس لئے اس کا مقصد اور شرف ہے۔

عزید اللہ سندھی کی نظر میں ارقا قات : مولانا حبیب اللہ سندھی، جو خود ولی اللہ کی نظر سے تریبان مانے جاتے ہیں، (۳) دارالقاقات کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

بعض الاشياء الطبيعية بآدنی عنابة
وادی فیو بعد صرف القصر مدة
بستعمال آلات بسیمه الاحام ولی
الله مالک یوم الدین (۴)

اس اقتباس کا حاصل یہ ہے، کہ کائنات میں وہ قاسم اشیاء جو انسان کے لئے کامندہ^{۳۳} تھیں، وہ انہی چیزوں کے تصرف میں تھیں، بعد ازاں انہیں مخلق نامہاں^{۳۴} کے حساب ضرورت ڈھالا جاتا ہے۔ انسان کا کام انہی چیزوں کے تصرف اور محنت اور ضرورت زیادہ دینے اور حاصل کرنے ہے، پانچویں شواہد فی العلمین

لن ولی اللہ انسان کی ضروریات پر کرتے ہیں۔

وہ بھوک و تسع و حالات اسات (ترجمہ) جو حق سے سوچتا ہے اور آیات کی مدد سے شے بانٹتا ہے، وہ اس زمین پر نسا

والا انسان ہے۔

”خبر تو اس کو اپنے نوعی تقاضوں کی تکمیل کے لئے طبعی الممات سے فزا گیا ہے، لیکن اس

سلسلے میں نوع انسانی کو اپنی ضرورتوں کی تکمیل اور اس میں مزید آسانی پیدا کرنے کے علاوہ خصوصی الممات سے بھی سرفراز کیا گیا ہے، ان الممات کا حصول جن عملی چیزوں میں ہوتا ہے ان کا نام ”کرتاقات“ ہے۔“ (۶)

ضرورت کو آسانی سے پورا کرنا ظاہر بات ہے، ایک جلد سلسلہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک متحرک سلسلہ ہے، اور آسانی پر اسے مزید وسعت کے فنی وسائل (Technical Means) کی اصلاح و ترقی درپارہ ہوتی رہتی ہے، فنی وسائل کی ترقی ہی سلسلہ انسانی زندگی کے دورے میں کو بھی متاثر کر رہتا ہے، اس طرح دوسرے شعبے بھی ترقی پذیر رہتے ہیں، اس پورے سلسلہ ارتقاء و کامن ”ارتقاء“ ہے، اس لحاظ سے ارتقاقات کو فنی منازل ہیں، جنہیں معاشرہ طے کرتا ہے، اور بظاہر اس ارتقاء کو چار مراحل میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، جس طرح فرد کی زندگی کو سرسری طور پر چار مراحل یعنی ”نچلی، درمیان، اعلیٰ اور چٹکل“ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

لہذا انسان نے جب دنیا میں قدم رکھا، تو ارتقاء کی اول سے واسطہ پڑا یہ وہ مرحلہ ہے، جس سے وہ فنی وسعتیں نہیں، نہ صاحب آسانی کی نوعیت حقیقت پرانہ رہتی ہے۔

ولو ان انسان انشاء بآدابہ فانیہ عن (ترجمہ) اگر ایک انسان قیادی سے اور البدان ولم یعلم من احد و سما کان دراز جنگلی میں پیدا ہو، کسی سے نہ وہی له حاجات من الجوع والعطش رسم و رواج نہ سیکھا ہو، جب بھی اس کو بھوک والغلة واشتاق لا محالة الى امرأة پیاس اور مستفی خواہش کو پورا کرنے کی

ولا بد عند صحة مزاجهم ان يتولد (ترجمہ) ضرورت پیش آئے گی۔ اور وہ کئی مردانی نسما اولاد و بنصب اہل ایات اور بارش سے چنے کے کسی مسکن کا بھی و نشاء شہید معاملات (۷) محتاج ہوگا، چنانچہ مستفی خواہش سے

اور برکت کی کہ وہ جہت سے ارتقاء کی تھکن کا تجربہ کرے، اور وہ اس کا مزاج بہ تصحیح ہوگا، زمان کے پاس پہنچے ہوگی، اور اس طرح کی حد کو وہ پہنچے گی، اور ان معاشات اور تکیہ میں ضرورت پڑے گی۔

ہاتھ کی اپنی زندگی نہایت سادہ ہے، وہ بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے سادہ ذرائع کو کام میں لے لیتا، جو انسانی تہذیب میں ترقی کی اور خوب سے خوب تر کی تلاش اس کا محرک رہا ہی نہایت ضرورتیں ہوتی ہیں، کہیں ارتقاء کی اول کو سماجی زندگی اور معاشرہ انسانی کا سنگ میل کہنا چاہیے لہذا انسان اپنی ضروریات کی زندگی کا طبعی طور پر اہم ہوا اگر یہ تصور میں نہ آئیں، تو اس کے نفس میں قفل پیدا ہوتا ہے۔ تو ان کی اس سادہ منزل میں جو بنیادی ضروریات پیش آتی ہیں، ان کی تکمیل یہ ہے۔

”خود خوراک : زندگی کے لئے خوراک کا حصول انسان کی اولین ضرورت ہے۔

ومن الاضاف الاول ان تعرف (ترجمہ) ارتقاء کی اول کے ضمن میں ایک الحوب العا ذیة المناسبة لطبیعتہ ضروری امر یہ ہے، کہ انسان ایسے ایچ اور و تعرف فی اولہا لطریقا تحری بہا سبزیوں دریافت کرے، جو اس کی طبیعت فی معدتہ فطریہ تلك الحوب طبعاً کے ساتھ متاثر نہ ہو، پھر ان کو و تعرف کیف یزغها و کیف یسقیها جڑواں بنانے کے لئے ان کے استعمال اور و بعضہا ویلہا من التین ثم پکانے کے طریقے سکھے، پھر ان کی کاشت کیف یحفظها الى وقت الحاجة آب پاشی، کٹائی، بھوتے کو صاف کرنے (۹)۔

قبل بنانے کے طریقے سکھے۔ خوراک

کی اس طبعی ضرورت پر توجہ پانے اور اس کی عملی شکل کو حاصل کرنے کی خاطر

انسان نے زراعت و آلات زراعت، آب پاشی جیسے امور کے ایجاد کے ساتھ حالات و ظروف کی مناسبت سے مویشیوں کی تحفیر، دسمد و ساسک، مزدور و اجناس کے بھر پار استعمال سے متعلق تجربات حاصل کئے اور ان کا خوب احاطہ کیا۔

ومن هذا الاتفاق ان اهدى لنسجور
البهايم واقتناها ليدفع بها حوائجها
الشاقة عليه مثل الثارة الاوضح والبلوغ
الى بلد دون شق الانفس وليسفع
بالبهايم ولحومها واوبارها واشعارها:
(۱۰۰)

☆ مسکن: مو کی اثرات سے چنے کے لئے مناسب سامان چمکا حاصل کرنا بھی انسانی فطرت ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

ومن هذا الاتفاق ان اهدى الى
مسكن بامن فيه من الحر والورد:
سردی (مو کی اثرات) سے چمکے۔
(۱۱)

☆ لباس: آپ لباس کو انسانی ضرورت بتاتے ہیں، دیکھتے ہیں۔

ولباس يلبس بملوم مقام الریش من
الحيوانات او اوراق الاشجار والوعاء
عملت ايديهم. (۱۲)
لباس حیوانی یا درختوں کے پتوں، درختوں کے
اوراق یا انسانی ہاتھوں کا بنایا گیا ہو۔

نہ کہ کور و ضروریات کے علاوہ آپ خاندانی زندگی میں باقاعدگی اور نسل انسانی کی تمام کے لئے

نسل کا مقصد میں شلک ہو جائیگی لازمی قرار دیتے ہیں۔

آپ کے ان انکشاف سے واضح ہے، کہ نوع انسانی کے تمام افراد کو چند جاوی اشیاء مثلاً کھانا،
پانی وغیرہ کی یکساں ضرورت پڑتی ہے، آپ کی نظر میں کوئی بھی انسانی جماعت خواہ وہ صحرائیں
یا جنگل ہو، یا پہاڑوں کی بلند ترین چوٹیوں پر مستحکم ہو، اس درجہ اول کے اجتماعی افرادوں کے کسی
انسان میں بھی خالی نظر نہیں آئے گی۔

معاشی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے، تو انسان کا حصول معاش کے لئے تک دو بڑی اہمیت کی
چیزیں ہیں، آج مذہب کا معیار معیشت کی بہتری یا نہ بہتری ہو کر رہ گیا ہے، یہ سوال کیا جاتا ہے، کہ اگر
انسان نہ بچا ہے، تو وہ موجود زندگی کو بھڑکانے میں کیا کردار انجام دے سکتا ہے؟ اس کی معاشی اور
اخلاقی حالت کیا ہوگی؟ اس ضمن میں آپ نے اپنے نظریات اور تفکرات کے ذیل میں خوب سپرد قلم
کیا ہے۔ معاشرے میں انسان کے مقام کا تعین کیا۔

آپ نے عقین کی، کہ ہر انسان اپنے ہاتھوں سے کچھ نہ کچھ ضرور کھائے، اور بڑی حد تک خود
اپنے دل کے انتظام کرے، تاکہ وہ حکومت یا دیگر افراد پر بار نہ پڑے، آپ نے ہانگ دہل فرمایا، اے کن
اور تفریق ہے جس کو اپنی تعمیر ہی نے کیا ہے، چنانچہ آپ نے کہا: تن فاعطانی — اے پڑا معاشرہ
تو مجھے ایک کچھ دے، جانتے کے بیوی بھی، تو کیا دے، وہ بچوں کی یادداشت دینا میں نہ چاہتے تھے۔
بات چاہئے، کہ وہ قحط کے ساتھ زندگی بسر کرے، اور اپنی دوداش میں استعمال کی راہ اختیار
کے، اس ضمن میں دو ایک حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ انسان
نہ چیزوں کے سوا کوئی دوسرا حق حاصل نہیں، اپنے کے لئے مکان، تن، ادا چنے کے لئے کپڑا اور
کھانے کے لئے سویرا۔

☆ زور و جانی آسودگی: ایک قیام مہارت میں آپ نے روحانی آسودگی کا فطری ہونے کے بارے میں
دلچسپی دکھائی ہے۔

والفراد الانسان عند الصحة النوعية
وتمكن المادة لظهور احكام النوع
الكاملة والفرقة شائى الى هذه السعادة
وتجذب اليها التجاذب الحديد الى
المغناطيس. وذلك خلق خلق الله
الناس على لفظة فطرهم عليها
ولهذا ما كانت فى بنى آدم امة من
اهل المزاج المعتدل الا فيها قوم من
عظماء هم يهتمون بتكميل هذا
الخلق وبرونه السعادة القصوى

(۱۳)

(ترجمہ) نوع انسانی کے افراد کا مراح

درست ہو اور اس میں مادہ یا صورت کے
نفاذ سے کوئی ایسا خلل پیدا نہ ہو، جو احکام
نوعی اسے مانع ہو وہ یقیناً ہر ایک شخص
سعادۂ تعلیم پانے کیلئے کوشاں رہتا
ہے، انسان کی فطرت صحیح ہو، تو وہ اس
عظیم اللہ کے مقصد کی طرف اس طرح کھینچ
کرا رہا ہے، جس طرح مقناطیس کی کشش
لوہے کو اپنی طرف کھینچتی ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی
دہائی ہو وہی دور فطرت ہے، جس پر اس نے
سب انسانوں کو پیدا فرمایا، چونکہ یہ کشش
ایک فطری خاصیت ہے، اس لیے اقوام عالم
کی تاریخ پر بھر ڈالنے سے واضح ہو جاتا
ہے، کہ ہر ایک قوم میں ایسی عظیم
اللہ کے خلق میں پائی جاتی ہیں، جنہوں نے
اپنی زندگی کا مقصد جدید یہ قرار رکھا ہے، کہ
یہ سعادت تعلیم کیسے حاصل کیا جائے۔

اس حقیق کا خلاصہ یہ ہے، کہ انسانی غیر چونکہ وہ قوتوں سے انھما کیا گیا ہے۔

(۱) قوت ملکہوتی (۲) قوت بہیمیہ انسانی سعادت کی معراج کا تمام تر انحصار اس بات پر ہے، کہ وہ
اپنی سرشت میں جاگزیں قوت ملکہوتی کو کس طرح ترقیت دے پکارتا ہے، اور اپنی قوت بہیمیہ کو اس سے
کس طرح اور کس درجہ مغلوب کرتا ہے۔ سعادت و شقاوت کا تعین اسی سے ہوتا ہے، سعادت میں انسانی
جہاد و مزاحمت انسان کی دلی کیفیات اور پیمائش سے متعین اور مرتب ہوتی ہیں، جو فی ذاتہ اس کے اعمال کا

انسانی انسان کا نوعی مزاج متوازن ہے، اور اس کے بارے میں کوئی ایسا شبہ موجود نہیں، جو اس
کی احکام کو ظہور اور مناسب نشوونما سے روکے، تو پھر یہ بات سو فی صد یقینی ہے، کہ وہ مندرجہ
واقعی سعادت سے تعبیر کر کے فطرۃً اس کی تلاش اور جستجو میں مشغول رہے گا، اور اس مقصد کی
پیشانی کھینچا جائے گا، جس طرح لوہے کے ذرات مقناطیس کی جانب سیمانی رفتار سے کھینچے
جاتے ہیں، یکن انسان کی فطرت ہے، اور اسی پر اسی کی تحقیق ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ اقوام عالم اس نقطہ
پہنچ گئی ہیں، کہ دعویٰ سعادتوں کے علاوہ ایک اور سعادت ضرورت کا وجود ہے، جو دوسرے لوازمات
سے مراد ہے، یہ انسان کی نوعی صورت کا تقاضا ہے، جو تمام انسانوں میں یکساں ہے، اور وہ
اس قوت اور مہودیت و شکر گدازی ہے، اس کی تفصیل یہ کہ حیوانات پر غور کرنے سے پتہ چلا ہے
کہ ان کی اقسام میں ان کی شائیں، اپنے رنگ و روپ، ذائقہ اور پھل کھل کے قدر مختلف ہیں؟ یہ اختلاف
ان نوعی صورت کا نتیجہ ہے، اب یہ سوال کہ حور سے (مجموعہ) اور رات اور اس کا بچل اسی طرح
پیدا کیا گیا ہے، یہ ایک فضول سوال ہے، حیوانات پر غور کرنے سے پتہ چلا ہے، کہ ان کی مثال
حیوانات کی سی ہے، یہ اپنی اقسام میں متنوع ہیں، اور ہر ہر قسم کا لنگہ رنگ باطل جدا صورت ہے،
ان کے مقابلے میں یہ اپنے اندر کچھ زائد خاصا کے بھی حامل ہیں، مثلاً قوت انتقال فطری اللہ
سے باعث دو اپنی دیگر انواع سے ممتاز ہوتا ہے، اور درپیش تمام ضروریات کی کفالت کے لئے یہ
خاص قوت ہوتا ہے، جو چاہے گھاس اور چارے پر گزروا قوت کرتے ہیں، اور دودھ سے گوشت پر، پرندے
پر، اور چھلیاں صرف پانی میں تیر جاتی ہیں، اور کھانا پانے تو معلوم ہوگا، کہ حیوانات کے یہ
صفات و اسل ان کی نوعی صورت کے اختلاف سے باعث ہیں، حیوانات میں پائے جانے والے تمام
صفات و اسل ان کی نوعی صورت کے اختلاف سے کوئی ملحق نہیں، اور انسان تو وہ انسانی علوم
کا ایک ساتھ ساتھ جس کی بدولت وہ زندگی کے گونا گوں شعبوں مثلاً صنعت و حرفت اور تجارت
کا واسطہ بنے، انھوں نے، اور اس سے درجہ کمال پر پہنچا ہے، ملکہوتی داوراء الطبیعیات
کا واسطہ بنو، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے کردار میں اپنے بھی نور اپنے سے مختلف
کے، دیکھ کر اس کا نکات کے "سیر مکتوم"، اشیاء کے رموز اور اپنے چاروں طرف پھیلے ہوئے

کتابت مولانا محمد رفیع الدین صاحب دہلی

تعلق نوروز کوں نہ پاتا ہے، میں ان تمام مجتہدین کو سلجھاتے سلجھاتے وہ بالا غرایب قائم بالذات

یہ ساری باتیں کہیں سے کہیں نہ آئیں گی۔

انکار انجی گفتار اور اسے عمل سے کرے، حاشا، انفعال، بھیڑ اور وحشی قوت کا نتیجہ ہو جاوے، مطلب یہ

کہ انہوں نے اقبال کا دورِ عقل جو خود اس کے قلم، نظمیہ پر مرتب ہوتا ہے، مثلاً انجانی و انبی سے قلم

میں انہماک و اجتہاد اور تفریحی کارروائی سے ضمیر کا منتقبض ہو جاتا اسی انسانی فطری عنصر کا نتیجہ ہوتا ہے۔

قصہ کوتاہی، نوع انسانی جہاں دوسرے لوازمات زندگی خوراک، مسکن، لباس کی طرف متوجہ ہے،

وہاں، وہاں ہی یہ نر لڑکے ان طرف لڑی مکت جاتے۔ (۱۴)

جب انسان کی ان حیادی ضروریات کی سکیٹیں "مناسب" گاندھ تو میں پوری ہو، تو یہ ارتقاء پذیر

معاشرہ ارتقا کی اسی منزل کی طرف بڑھتا ہے، اور ارتقاء کا یہ سفر ذاتِ انسان میں موجود تعلیماتی خصوصیات اور ان کے ارتقاء کے ذریعہ ممکن ہے۔ (15) ارتقاء

هذه الأسماء هي الاتفاق الثاني (ترجمہ) جاری و ضروریات علم و عمل

ولا يتجرد النفس له الا اذا تخلصت ارتقى ما نى ے ، ے ہم ارتقاء ما نى ے

عن الجوع والعطش والشق وسائر

ما يحوجه بالإضطرار إلى الإرتفاق ہے، جب انسان کوک، پیاس، اور ارتفاق

الاول (۱۶) لولائی وچہ چہائی علم و ہوت سے فاخت

حاصل کر چکا ہو۔

حاصل یہ کہ جب انسان کی لہادی میں اضافہ ہوا، تو اس نے بیڑی اچھیلی نکالی شروع میں،

Municipal ...

(System) سے یہ عمارتی ہو سکتی ہے۔

کوئی انسان دوسرے انسان خصوص و مختص چیز میں کسی قسم کی مداخلت نہ کرے، اور یہ کہ اس کی خصوص و مختص چیز اس طرح ہوگی، کہ اس چیز پر سب سے پہلے اس کا قبضہ ہوئے، یا اس کے موثر کا قبضہ تھا، یا کسی ایسے طریقے سے اس چیز پر اس کا قبضہ ہے، جو ان لوگوں میں عمومی طور پر قبضہ اور ملکیت کے لئے معتبر مانا جاتا ہے، اس قسم کے قبضہ اور ملکیت میں سوائے تبادلہ کے اور سوانح سمجھ کر بلا کسی فریب و محکوم اور قابل اعتقاد یا رضامندی کے کسی قسم کی مداخلت نہ کرنا اور ناجائز کرنا۔ (۲۰)

اس کا حاصل یہ ہے، کہ آپ اشیاء پر محض ملکیت کے تصور کے قائل ہیں، یہ مفہمی ملکیت قائل کو خوب بالذات حاصل ہوئی ہو، مورت کی مداخلت سے یا بیع عن قراض یا بیعھا سے حاصل ہو، نہ تو یہ مملکت اور اس کی حیثیت آئینی ہے اس میں ملکہ کی اجازت کے بغیر قبضہ نہیں، اس شخص میں آئینی مملکت نہ ہو، نہ وہ غیر ملکی ملک کی مملکت ہے، آپ نے ان دونوں اقسام کی حرمت و تقدس کا حکم فرمایا۔

ملکیت کا پھیلنا : منظر شہ صاحب کی نظر میں : شاد صاحب ایک اور مقام پر ملکیت اشیاء کے بارے میں پھر کوئی بیان کرتے ہیں۔

”انسانوں میں کچھ لوگ اپنے اور کچھ بصرے ہوتے ہیں، پھر ملک کے لحاظ سے کچھ لوگ ست اور کابل، کہ ٹپنے اٹھانے روزی حاصل کرنا یا بطور دانتے ہیں، پھر کچھ لوگ اس میں لالچی اور حرص میں بھی پیدا ہو گئے۔ جنہوں نے اپنی ملکیتوں پر بس نہیں کیا، کچھ دوسری زمینوں اور ملکیتوں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا، اس قسم کے لوگوں کو قابضین کہتے ہیں، ان سے زیادہ ذمہ دار لوگ پیدا ہو گئے، جو خود بھی قابضین بن گئے، اور دوسروں کی زمینوں پر قبضہ کرنے لگے۔ یہ دھتے دھتے ایک طرف زمینداروں کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا، تو دوسری طرف حقوق اور ممالک سے محروم لوگ معان کے بجائے مزدور بن گئے، اور تبادلہ کی جگہ مزدوری بننے لگی، ان زمینداروں میں جو بہت زیادہ پیداوار تھا، دوسروں کو کھانے لگا، تیرن میں ادا کرتے تھے، ساتھ ساتھ بدل کے، پیش آراء کے لئے اسباب و سامان کو بیچ دیا، یا ب

نہ خود ریاست بننے کی سے آمدن میں کسی دھوکے ہوئی اور یوں اس ممالک کا جذبہ تیز تر ہوتا گیا، حتیٰ کہ بعض ذاتی ملکیت کے بجائے مملکت میں معروف نظر آئے لگا۔ (۲۱)

ملکیت کے پھیلنے میں شاد صاحب کی نظر یہ ہے کہ یہ مسئلہ نہایت بڑا ہے، اگر اشیاء کی اشتراکیت نہ ہو، جس میں مرد و زنانہ کے ساتھ حریفوں کو لوگوں نے ان چیزوں پر ذاتی قبضہ ہوا کہ مقام و زمانہ کو محدود کر دیا، پھر انہوں نے سرمایہ کے بل بوتے پر غریبوں کا استحصال کیا۔ دراصل یہ عدم توازن پیدا ہوئی اور ذاتی کی غلط تقسیم تھی۔ ذاتی پیداواری حیثیت کیا ہے؟ اور اس بارے میں کیا موقف کیا ہے؟ یہ مسئلہ حقیقی غلبہ ہے۔

پیداواری تقسیم بدل پر ہو : ذاتی پیداواری تقسیم و تنظیم کس طرح ہو؟ ذاتی تقسیم بدل کے پیرائوں اور فروہوں یا ماحول میں؟ یہ پیداواری مسئلہ ہے جس کی وجہ سے آج پوری دنیا دو ممالک میں بٹی ہوئی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ چونکہ آپ کے فلسفہ کی بنیاد قرآن و سنت پر مبنی ہے، پس انسان میں مروجہ قرآن و سنت سے انحراف نہیں کرتے۔ لہذا اسلامی نظریہ حیات میں خلافت پر مبنی تقسیم بدل کا قیام ہوتا ہے، اس میں ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے، کہ وہ سماج میں قیام بدل کا اہتمام کرے، یا بدل کے متعذر کو حاصل کرنے کے لئے کسی خاص طریقے کی پابندی ضروری نہیں، کچھ جو سماج میں اس فرض کے لئے کارگر ہو، وہی مطابق شرع ہو گا۔ علامہ ابن قیم نے اس حقیقت کو یوں بیان کیا۔

مقصود : إقامة العدل بین عبادہ (ترجمہ) کافہ کا مقصود، عدل کے درمیان قیام الناس بالقسط فای طریق
مخرج به العدل والقسط فھو من مشہود کرتا ہے، جس طریقے سے بھی عدل حاصل ہو گا اور دوسروں کی جگہ دین کے بعد ان کی مخالفت نہ ہو۔

اس صاحب ایک اور جگہ شریعت کی بنیاد و ماحول اور جامعیت پر بحث کرتے تحریر فرماتے ہیں۔

اس نوع کے مضمون پر مشتعل ایک یورپین بھی آپ کا یوں شرت ہے۔ ”وہ لکھتے ہیں۔

”ماں مہاج کو اپنے لئے خاص کرے اور دوسرے مہاج بل کو اپنے مال کی ترقی کا ذریعہ مانے میں شرط لائیں یہ ہے، کہ ایک فرد دوسرے فرد کے لئے معاشی ذرائع کی تنگی اور مشق کا باعث بنے، کہ اس طرح تمدن کو فائدہ اور برباد کر دے، یعنی جب کہ عدل و انصاف معاش سب کے لئے مہاج الاصل ہیں، تو اب کسی شخص کا اپنے شخصی معاش کے لئے اس قدر تعریف اور دعویٰ ملکیت ثابت ہے، کہ اس کا یہ عمل دوسروں کی معاشی زندگی کی پریشانی کا باعث بنی جائے، اور اس کی دولت مندی دوسروں کے افلاس اور فقر و فاقہ کا سبب نہ ہو۔“ (۲۶)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے، کہ آپ کے نزدیک کچھ حد و حدود اولیاء کے ساتھ شخصی ملکیت اور اس میں ملکیت کا معنی دراصل ”لا تظلمون ولا تظلمون“ کہ نہ ظم دوسروں پر ظلم کرو نہ تسلیم دے اور ظلم کیا جائے گا، پر قائم ہے۔ اس نظریہ حیات میں استحصال کا حق الامکان سبب کیا گیا ہے، بعد اس لمحہ میں تمام معاش و اقتصاد اولیاء کے افراد ہیں، اور بلکہ کائنات کی تمام چیزیں انسان کی خدمت کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اس لئے ان سے اعتدال کرنے میں بھی یہی اصول کارفرما ہو، تو قرین التیاف ہے، سلسلہ ولی الہی کی طبعی شخصیت شیخ الاسلام محمود حسن کی تحریر سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے، اور کائنات میں مخلوق تمام اشیاء پر ملکیت کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ الاسلام محمود حسن اور اشیاء کا مکتب: سورۃ البقرہ آیت ۱۶۵ ”وَاللّٰهُ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ اَلْعِشَیْءَ لِحَیْوَتِکُمْ اَوْ لِحَیْوَتِ الْاَرْضِ اَوْ لِحَیْوَتِ السَّمَاءِ“

”بلکہ اشیاء عالم پر عمل فرمان واجب الاذعان خلق لکم مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا“ تو یہ بنی و زمین ملک و مملکت ہوتی ہیں، لیکن غرض خداوندی تمام اشیاء میں یہ اثرات سے رشتہ خواجہ (حاجات) جملہ اس ہے، اور کوئی شے فی حد ذاتہ کسی کی ملکیت خاص نہیں، بلکہ ہر شے اصل نعمت میں بعد از میں مشرک ہے، اور میں و ہر سب کی مملکت ہے باب رشتہ نزع اور حصول انصاف کے لئے قبضہ کو ملت ملک مقرر کیا گیا ہے، اور جب تک کسی شے پر ایسا قبضہ قائم و مستحکم رہتی ہے، اس وقت تک وہ اس کی اور اس میں دست درازی نہیں کرتا

یا خود مالک و قاض کو چاہئے، کہ ضرورت سے زائد پر قبضہ نہ کرے، بلکہ اس کو اوروں کے مال کر دے، کیونکہ باقیہ اصل لوہوں کے حقوق اس کے ساتھ مشتعل ہو رہے ہیں، اس کا حال ایسا ہے، مال تہیت کا ساقی اور کھانا چاہئے، کیونکہ وہاں بھی قتل از تقسیم یہ قہر ہے، مگر بوجہ ضرورت و حاجت نہ ضرورت ہر کوئی مال کو نہ مستطیع ہو سکتا ہے۔ ہاں حاجت سے زائد اور کھانا چاہئے، اس کا حال واضح ہے، کہ کیا ہو چاہئے، (یعنی خزانہ شہر ہوگا)۔“ (۲۷)

اس طرح مولانا قاسم خان کوئی نے اپنی تالیف ”آب حیات“ میں جملہ اصول کو ابتداء مہاج اس قرارداد پر مقرر ہو چکا، فقہ و استدلال و ایضاً، مملوک کھاتے ہیں۔“ (۲۸)

اس طرح مصر کے مشہور محقق عالم مفتی عبدود کو ہالا آیت کے تحت لکھتے ہیں۔

”بہ ایت خلق لکم مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا“ جمیع فقہاء کے اس مشہور و معروف قاعدہ پر عمل ہے، کہ حقوق اشیاء میں اصل لامت ہے، اس سے مراد وہ تمام اشیاء ہیں، جن سے سامانے، پہنے، اوڑھے، دوڑا، سواری اور زینت کا کام لیا جاسکتا ہے۔ مخلوق کو اپنی دین و داری کمانے کے لئے کسی ایسی شے کو حرام کرنے کا حق نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مباح قرار دیا ہے۔ ملت و حرمت کا تمام بار خدا کی طرف سے وحی اور اجازت پر ہے۔“ (۲۹)

وہ جملہ اقتباسات کا حاصل یہ ہے، کہ روزی کمانے کے سارے ذرائع ہر شخص کے لئے ہیں، معاشی میدان میں حصول روزی کی خاطر سب انسانوں کو مساویانہ حق حاصل ہے، اور جملہ پیشہ و تجارت، صنعت و حرفت اور ملازمت فرض روزی کمانے کا کوئی جائز ذریعہ کسی شخص کے لئے مباح نہیں، اور اسلامی نظام معیشت کا یہ طرہ امتیاز ہے، کہ حق معیشت میں مساوات کا ظہور رہے۔

آپ وہ ذہنی اور قدرتی اشیاء جن کے پیدا کرنے اور کار آمد مانے میں کسی انسانی محنت کا عمل نہیں ہے، سب حاجت مندوں کے لئے وقف کر دیتے ہیں، اور ان پر چا کرانوں پر پابندی کو ظلم قرار دیتے ہیں، جو مفاد عامہ کے لئے وقف ہوں، اور پھر ان کے انصاف کو محدود کر دیا جائے۔ تنگ دہانی، اور معدن ظاہر پر لکھ بھی اس اصول کی بناء پر ظلم قرار دیا گیا ہے، (۳۰) اور جو انسان قدرت تعالیٰ کی نعمت و مال پر اپنا روزی کو تنہا کر کے انصاف کے لئے رکھتا ہے، ان کو اس کے بارے میں

آنحضرت ﷺ کا یہ فریاد نقل کرتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ فرمائیے گا، آج میں (قیامت کے دن) تم لوگوں سے اپنے فضل کو روکتا ہوں، جس طرح تم نے دوسروں کو اس چیز (قدرتی وسائل) کے فضل سے روکا تھا، جو تمہارے ہاتھ میں تھی۔" (۳۱)

در اصل آپ ﷺ نے باب میں ایک انسان اور دوسرے انسان کا باہمی تعلق مدعا رکھی، موانعت اور انہدام و تعلق پر معنی دینا چاہتے ہیں، نہ کہ تعلق اور زبان پر قرآن کریم بھی اللہ کی کسی ایسی چیز پر وارنہ لے لئے ہے، نہیں، نہ انسانوں کے ایک طبقہ کو مقصد زندگی کے حصول کے لئے یا تو براہ راست یا غیر مباشرتہ وسائل حیات کو چھوڑ کر، کسی ایک گروہ یا طبقہ کے ہاتھوں میں مرکوز کر دے۔ (۳۲) آپ کی فکر میں حیات قیام حیات اور ترقی کا فریاد ہے، اور خدا کی مرضی یہ ہے، کہ یہ فریاد ہر ایک کو حاصل ہو۔

شخصی ملکیت کے بارے میں سندھی صاحب کا نظریہ: فقر حسن کی پہلی، سندھی صاحب نے اس مسئلہ حیات کی بنیاد پر (فقر حسن) کا پہلی آپ بیٹھی میں لکھتے ہیں، (۳۳) کہ مائوسٹیب و ہر قومیت سے، اور ہندو دوست مسٹر جی بھی ہم کاس تھا، تو ہمیں ایک دن پوچھا گیا، کہ مذہبی عقیدہ والوں ہیں، اور وہ لوگ یہ عقیدہ جاری کر کے وہ کامیابوں سے اپنے حقوق حاصل کرنے کے قابل نہیں، بلکہ انہوں نے مذہب بھی ذاتی ملکیت کو جاننا چکے، وہ قدامت پسند ہے، یہ تو خود غریبوں کو مال و دولت دے دیتے، اور ان کا استحصال کرتا ہے، اس لئے انہوں نے مذہب کا حق لے کر دیا ہے۔ خود ہندو دھرم میں ذاتی ملکیت ہمارے تصور موجود ہے، اس لئے ہندوئی اس سبق کے بعد پھر فرمایا، ہاں وہ کہیں اس سبب اسلام پر حملہ کرنا چاہتا، اور جو ہے، یہ چھوڑ کر، کیا اسلام ذاتی ملکیت کی اجازت دیتا ہے، میں نے جواب میں کہا، ہاں، اگرچہ شرعاً اسے نہیں دیتا۔

فقر حسن صاحب کا کہنا ہے، کہ مذہب معمولی مذہب شام و سندھی صاحب نے ان کی بات کو سن کر تو سندھی صاحب نے اس سوال کا جواب یہ دیا۔

"قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، **إِنَّ اللَّهَ اشْرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ النَّفْسَ**

وَاللَّهُ يَشَاءُ لِيُخْلِكَكَ وَاللَّهُ اشْتَرَىٰكَ بِمَا كُنْتَ تَعْبُدُ، یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے مال اور ان کی جانوں کو جس سے جنت کے لئے خرید لیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے، کہ ضرورت کے وقت مسلمانوں کو اپنی جان اور ذاتی مال سے دستبردار ہونا پڑے گا، اور ان کو خدا کو نہ کریم آخرت میں ان کے عوض جنت دے گا۔"

اس کا حاصل یہ ہے، کہ اسلام ایک قدامت پسند نہیں، جو مالداروں کو ناداروں کے استحصال (Exploitation) کی اجازت دے۔ اس میں فقیہانِ فقہت کا تصور اس شرط پر ہے، کہ ذاتی املاک دوسروں کے لئے باعث رحمت و رحمت ثابت ہونے کا باعث نہ دے۔

اس کا خلاصہ فقهی کی بنیاد پر غلط تصدیق: یہاں یہ وضاحت ضروری ہے، کہ اسلامی نظریہ حیات کے موضوع پر کام کرنے والے اعلیٰ ایسے شریعت میں موجود ہیں، جن کو اسلام اور شرعی نظام معاش کے اصولوں کوئی فرق نظر نہیں آتا، جو کہ اسلام تمام انسانوں کی ضروریات کی تکمیل کو اپنا مقصد قرار دیتا ہے، اور ہر دست و پاؤں کی ضرورت اس کو پسند نہیں کرتا، اور اجتماعی مقاصد کے حصول کے لئے انفرادی ضرورتوں کو چھوڑ دے گا، چاہے کہ اسی سماج کی بنا پر وہ یہ رائے رکھتے ہیں، کہ دورِ جدید میں اسلامی ضرورت کے مطابق ذاتی زندگی کی تکمیل کے نتیجہ میں جو نظام وجود میں آئے گا، وہ اختیار کثرت سے بات چیت یا کسی کی طرح کا ہوگا، دوسری طرف ایسے ظاہر میں لوگ بھی موجود ہیں جن کی رائے یہ ہے، کہ اسلامی بنیاد پر حیات کے مطابق دورِ جدید میں کسی ملک کے نظام معیشت کی تنظیم عمل میں آئی تو اس کے نتیجہ میں ظاہر سرمایہ دارانہ نظام سے جہاں مختلف ہوں گے۔

در اصل یہ دونوں آراء غلط مطالعہ کا نتیجہ ہیں، اسلامی نظام معیشت جس کی آپ ترجمانی کرتے ہیں، ان نظام کی کارآمدی کی انتہی میں پھر بدولت خود ایک نظام ہے، جو تقسیم دولت میں عدل کو پیش کرتا ہے، اور اس دور میں حالت معاشیہ کے معنوں کے تحت تصور ملکیت کی تشکیل کے بعد اس کی ذاتی نوعیت مزاحمت کی طرف جھوک رہی ہے۔

حکومت مندرجہ بالا انتظام خانہ دارانی: اشتقاق دوم کا ایک حصہ، نظام خانہ دارانی ہے، آپ کے یہ کہہ کر سے مراد محض چادر دارانی نہیں، بلکہ اس سے مراد پائند اور پر راہی سلسلہ ہے، مگر کے مراد وادارہ عدالت کی ذمہ داریوں کی تقسیم اور ان کے معاشی اثرات پر بحث کرتے ہوئے، آپ یوں

تحریر فرماتے ہیں۔

الاعتماد، آپ بخت ہے۔

وكون الرجال قوامون على النساء
متكلفين معاشهن وكونهن خادما
خاضعات مطيعات سنة لازمة وأمر
مسلم... ولما لم يكن بدل الجهد
منهما في التعاون بحيث يجعل كل
واحد ضرر الآخر ونفعه كالراجع إلى
نفسه إلا بان يوطأ أنفسهما إلى ادامة
النكاح (۳۴)

(ترجمہ) مردوں کی حاکمانہ حیثیت اور
تکلیف معاش کا تکفل ہونا، اور عورتوں کا
امور خاندان واری کو انجام دینا، ولوار کی
توبیت کرنا، اور شوہر کی اطاعت کو اپنا
فرض سمجھنا، اصولی باتیں ہیں، جن کی خوبی
پر سب اقوام عالم کو اتفاق ہے، اور اس
بارے میں کسی کا اختلاف نہیں۔ جب حال
یہ ہے، تو ضروری ہوا کہ دونوں کے
درمیان باہمی تعاون ہو، اس طرح کہ ہر
ایک دوسرے کے نفع اور ضرر کو اپنا فائدہ
اور نقصان سمجھے چنانچہ اس قسم کے قرچی
تعلق کو استحکام دینے کے لیے ضروری ہوا کہ
یہ رشتہ (نکاح) دائمی اور پایدار ہو۔

آپ کی اس عبارت سے مرد اور عورت کی متضاد صفات اور مواضع کا پتہ چلتا ہے، چونکہ
معاش کی ابتدائی بوند خاندان کی استقامت کے لیے ضروری ہے، کہ مرد اور عورت اپنی اپنی
فرائض و عبادت سے جاملے، اور خاندان کی ترقی و ترقی میں حصہ لیں۔ چونکہ ولوار کی معاشی، اخلاقی
و نفسیاتی زندگی کا پرچار، تعلیم پر ہوتا ہے، اس لئے وہ چاہے محبت سے کام لے کر خود کو اپنی ولوار کی
ضروریات کی تکمیل کے لئے وقف کر دیں۔ اپنے تجربات اور علوم کو مفید بنائیں، تاکہ وہ کامیاب
زندگی گزار سکیں، اور بچے ہوں کہ معاشی اعتبار سے والدین کا سہارا بن سکیں۔

خاندانی معاشیات کا بنیادی اصول: آپ خاندانی معاشیات کا بنیادی اصول بیان کرتے ہوئے
معاشرے میں فطری حد تک موجود درجات معیشت کے عقیدے کو جس انداز پر مل کرتے ہیں وہ قابل

(ترجمہ) ظاہر بات ہے، مکہ سب انسانوں کو
ایک ہی استعداد پر پیدا نہیں کیا، اس لئے
بعض انسان میں سے باطنی سیادت اور آقا بننے
کے خدائش مند ہوتے ہیں، یہ وہ اشخاص
ہیں جو مستقل معاش کے مالک اور پیدا
خوار پر سیاسی کیمبرت اور قابضیت عائد کا ٹکڑ
رہتے ہیں، اور بعض باطنی غلام ہوتے
ہیں، یہ غنی اور تاجدار کی کرتے والے
ہوتے ہیں، معاشی معاملات میں دونوں قسم
کے اشخاص ایک دوسرے کے محتاج
ہوتے ہیں۔ اور راحت و رنج میں یہ دونوں
ایک دوسرے کے اس صورت میں کام
آتے ہیں، جبکہ دولہا و دل سے تعاون کے بھانج
قائم رہتے ہیں، آزاد ہوں۔ باہمی نجات کی
الاس بهذا الحد الاقارب (۳۵)

کی باتیں اس صورت میں ہو سکتی ہیں، جب ہر فرد دوسرے کے نفع نقصان کو اپنا نفع نقصان خیال کرے
و ان وقت ممکن ہے، جب وہ تعاون میں چوری قوت کو کام میں لائیں، دو ایک دوسرے پر مال خرچ
کیں، اور ایک دوسرے کے وارث قرار پائیں، اس معاملہ کے لئے مناسب قریبی رشتہ ولاری ہو سکتا
ہے، کیونکہ ان کا باہمی محبت اور رفاقت طبعی ہے۔

مطالعہ بھی جاری رہا۔

۱۹۳۹ء میں آپ (اردو وستان تحریک) نے، اور مسلمانوں کے اعلیٰ طبقہ کو شاہ ولی اللہ دہلوی کے فلسفہ کے تحت مسلمانوں کی تنظیم کو بے پروگرام سے اکاڑنے کا تہذیب فرمایا، تاہم آپ زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔ پھر ۱۹۴۳ء میں آپ (اصل حق) ہوئے۔ برواۃ مصحف۔

آپ مسلمانوں کو اسلام کے روش اصولوں کے اندر رہتے ہوئے جدید علوم کے حصول پر زور دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے، میں چاہتا ہوں، کہ یورپ کی اس مادی ترقی کو تسلیم کر لیا جائے، مگر علم و سائنس کی ترقیوں کو ہم زندگی کی اساس کی حیثیت دیں، لیکن یہ نہ سمجھیں کہ سائنس نے مادی زندگی کا احاطہ کر لیا ہے۔ شک سائنس نے مادی دنیا میں جو کچھ کشف کیا ہے۔ وہ سب صحیح ہیں، لیکن زندگی صرف مادہ تک ختم نہیں ہو جاتی۔ محض مادی ترقی ہمارے امراض کا دوا نہیں دے سکتی۔ آپ نے ڈاکٹر اور سادہ زندگی امریکی (جی) امریکی ایک بڑا احصاء چارو مٹی میں گزارا۔ وہ سوس تختہ چارو مٹی کے احصاء میں، علم کوئے، تو پتہ نہ چلے گا۔ یہاں بے سوائے کے بے ہمت قاتلہ کی صاحب نے شیخ احمدی راہبانی میں بیاد فیض حاصل کیا۔ ان کے معادہ اسلام پر قرن ہول، مادی دنیا کے اسلام کا رنگ غالب تھا۔ چنانچہ سیاست پر انہوں نے ایک بین الاقوامی راست کا تصور پیش کیا، جس کا مرکز کربلا قرار دیا۔ انہوں نے شاہ ولی اللہ (۱۹۳۷ء تا ۱۹۴۷ء) کو اپنے تہذیبی افکار عالم اپنا لیا۔ آپ نے ان کی سیاست، واقعاتیات، معاشیات و معاشرت افکار، لکچر خصوصاً فلسفہ اسلام اور فلسفہ تاریخ کو تقریباً چالیس سال تک تسلیم کر لیا۔ مادی زندگی ان کا بھی وہ عقیدہ رہا۔ اسی فلسفہ کی روشنی میں مولانا احمد علی عیسیٰ صاحب میں انفرادیت اور انعامیت دونوں کے استخراج کے قائل تھے۔

پھر وہ واقعاتیات و معاشیات میں "عاشی عدل" کے علمبردار تھے۔ انہوں نے اسلام صاحب کے نظریہ عدالت کے قائل تھے، جس کے تحت عام اخلاقی انسان کے فنی تقاضوں کے منکر ہوتے ہیں۔ فلسفہ عالمی شاہ "وحدۃ الوجود" کے پیرو تھے، جس کی وہ اپنی تعبیر کرتے تھے، جو صحیح معنوں میں قابل فہم اور سائنٹفک ہو۔

خود بھی صاحب کے ہاتھ میں نہ رہا۔ نہ آپ کے بارے میں کچھ کہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ عظیم النظیر ولی "دماغ عقلائیہ" غیر معمولی ہمت و استقلال کے مالک تھے، مگر خود اور دنیا کی عداوت سے محروم رہے، پوری وجہ اپنے مقاصد کے حصول پر مرکوز تھی۔ بارہ سال

تقدیر اللہ کے غلطی نے آپ کا کمر کڑا کر اور مدد کے لیے ایک وسیع سبب خانہ فراہم کر دیا۔ اس سے آپ کا عقائد بہت شکیں ہو گئے۔ اس دوران آپ نے خاص طور پر شاہ ولی اللہ، شاہ ولی اللہ، اور مولانا محمد باق دہلوی کی تصانیف کا گہرا مطالعہ کیا اور اپنے عہد کے مسائل کے حل کے لیے ان عظیم الشان تصانیف کی روشنی میں اپنے انتظامی اور سیاسی پروگرام کا نقشہ ترتیب دیا۔ ان سے بعد آپ (اردو وستان تحریک) نے حضرت شیخ احمدی راہبانی کے اندر اپنی تمام تر عقلی و اخلاقی اصول نے بہت فوٹو کا کھار کیا اور پروگرام سے متعلق ہو کر آپ (دینی مشورہ) آئے اور ایک پانچ سالہ عرصہ کی طرف سے دینی سبب کی اشاعت کا کام کیا۔ تاہم ۱۹۵۰ء میں ایک دینی ہمد سے فی بیاد زالی، جسے وہ سات سال تک کامیابی سے چلاتے رہے۔ ۱۹۵۰ء میں حضرت شیخ احمدی راہبانی سے دینی مسئلہ سے دلی جانے کا حکم دیا، جہاں آپ نے "مطافیرہ المعارف" الفرائد" کی پیروی کی۔ اس دوران آپ کو ہندوستان کے اعلیٰ درجہ کے سیاسی و فنی زعماء کے ساتھ تصارف ہوئے۔

۱۹۵۰ء میں شیخ احمدی راہبانی کو کابل جانے کا حکم دیا، چنانچہ آپ افغانستان پہنچے اور شیخ احمدی راہبانی مصلوب کی تکمیل کے لیے وہاں مقیم رہنے لگے، حکومت افغانستان نے آپ کی حریت کو فنی قید کیا، پھر "مطافیرہ المعارف" آپ نے بھی حکومت افغانستان سے انکار کے لیے بیرون ملک کو کشش کی۔ آزادی کی فرض سے آپ نے ایک "عظیم" "جنود اللہ" اندائی فوج کے ہم سے تربید کی۔ ۱۹۶۲ء میں آپ نے لاہور میں کئی کابل مائی اور اس کے پہلے صدر آپ سی مقرر کیے، پھر امریکی جبر و حکومت سے نہایت کے لیے ایک ہتھیار و کشش مائی میں آپ سات سال تک شیخ احمدی راہبانی کے منصوبہ جہاد میں دھک دھک رہے۔

۱۹۶۲ء میں آپ نے سوشلسٹ انقلابی کے مطالعہ کی فرض سے سات ماہ تک روس کی سیاحت کی اور اس دوران آپ نے کیوٹو سوشلزم کی خوبیوں اور خاص کو قرب سے دیکھا، پھر بارہ میں جب آپ نے اپنا سیاسی پروگرام شائع کیا، اس میں مسلمانوں کی اقتصادی، معاشی اور تعلیمی ترقی پر بھی زور دیا، اور حکومت اسلامی کی بنیادوں سے بھی مسلمانوں کو آگاہ کیا۔ اس کے ستر کے بعد آپ ترکی شریف بن گئے، اور وہاں ۱۱ سال تک تحریک اتحاد اسلامی کا مطالعہ کرتے رہے۔ ۱۹۶۳ء میں کہ منظر کے مقرر خلاف میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ تقریباً ۱۳ سال تک ۷ میں شریعت میں رہے۔ ملازم غرب سے استفادہ کرتے رہے۔ اس وقت میں اور

۱۔ سنہ ۱۰۰ھ میں حضرت علیؓ کے بارے میں اس کی تائید ہے۔

- (۱) رائے کے مطابق امام کا حلیہ انسان کی ضرورت عقل چاندی ضرورت تکبہ ہو۔
 نہیں، بلکہ وہ ان کے واسطہ رہنا سے باہر شہادہ کی ضرورت اپنے اندر محسوس کرتا ہے، عقلی ضروریات میں اس کو کسی عمل کے لئے آمادہ نہیں کرتیں، بلکہ اس میں عقلی ضروریات ہی موجود ہیں، جو اسے ایسے عمل کے طلب کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے تیار کرتی ہیں، جن کا نقصان حاصل کرتی ہے، بلکہ جو ان کی طبیعت انسان کی کو مشعل رہتی ہے، کہ اس سے ایسے افعال کا صدور و بروز نہ صرف اس کے لئے سودمند ہوں، بلکہ دیگر افراد کے لئے بھی یکساں نفع حاصل ہوں۔ لہذا قواعد اس کا یہ عقل اس کے کسی شریں ایک صالح کوئی حکام کے قیام کے لئے اکساتا ہے، تو کسی خود اپنے اختلاف کی تحلیل اور اپنے کسی مفدیب کے لئے اور اس کو فائدہ حاصل کئے ہوئے ہو۔
 قرآنی نقصان کو خفیہ رہا وراثت کر لیتا ہے، اور بھی مستقبل کے نقصانات کو ختم کرنے یا محذور کرنے کے لئے اپنے قرآنی فائدہ تک قربان کر دیتا ہے، اس کی حیثیت یہی کو مشعل رہتی ہے، کہ وہ صاحب موزخرف اور لوگوں کے دلوں میں اپنے جاہ و مال کا رعب قائم رکھ سکے۔

- (۲) حضرت ابوشوق حسن و جمال : اس کا مطلب یہ ہے، کہ اعدائے انسانی میں اس کی غرض صرف اپنی ضروریات پر مبنی کرنے پر ہی قانع نہیں رہتی بلکہ وہ خوب سے خوب تر کی تلاش میں مشغول رہتی ہے، انسان ہر چیز میں خلافت، جاہ کی، حسن اور خوبی کا مشاغل رہتا ہے، کہ اپنے جمالیاتی حق کو حسب مقدار آسودہ کر سکے، مثلاً حیوانی حاجت حاصل نہ کما حاصل کرنا ہے، لیکن انسان لذت اور لطافت کا طلب گار رہتا ہے، وہ جانتا ہے، کہ وہ اچھے سے اچھا دل بھرنے والا لباس زیب تن کرے، خوش نما گھر میں سکونت اختیار کرے، اور حسین و ازکا تمام ایویو میں کی شریک حیات ہو۔

- (۳) ایجاد و تقلید : نوع انسانی کے انحصار کا مطلب یہ ہے، کہ جس طرح انسانی ضروریات کی نوعیت حیوانی ضروریات کی نوعیت سے مختلف ہے، اسی طرح انسان کی نوعیت انسانی کی نوعیت سے انسان کو دینے والے الہام کی کیفیت بھی حیوانی کیفیت سے مختلف ہے، اس وجہ سے ہی جانوں کا کچھ لوگوں کو خیالی ہی نہیں سمجھتا آتا ہے، بلکہ وہ انسانی پر، ان کے کوئی بزرگ پر یا بھائی نہیں دیکھتا۔

تک قرآن عظیم اور حجتہ اعلیٰ اللہ کا حقیقی مطالبہ کر رہا ہے، ان کو انکار و مخالفت کے حصول میں وہ کامیاب ہوئے، خود بھی ان کے مطالبہ زندگی کو گمراہی اور آوازے والے گھوڑوں کے لیے بھی نشان منزل کے طور پر چھوڑ کر چلے گئے۔ علامہ جبار اللہ نے خدائی صاحب کے علمی مرتبت کے بارے میں فرمایا: انہوں نے قرآنی زندگی قرآن ہی کے لیے وقت کی۔ شاہد اللہ کے اصولوں پر قرآن و سنت، عقلی طور پر، ہم، سمجھنا اور سمجھنا، آپ قرآن میں کائنات کا نظام ہے، قیام و راسخ، وہ ضروریات کہتے ہیں، وہ حقیقی واقعہ ہوتی تھی، ظاہر پیشوں کے کم علمی کی بنا پر ان کو ان کے مطالبہ سے قناعت نہ ہوئی، بلکہ وہ بھی صاحب کے خلاف تھے، آپ نے ان سے یہ کہہ دیا کہ وہ شہادہ صاحب کو سمجھنے اور ان کی تعلیم کو صحیح طور پر پیش کرنے والے تھے، مرحوم کی یہ خوبی تھی، کہ ان کی طرف سے بے جا تحریف اور مبالغہ آرائی نہ ہو، بلکہ ان کے عقیدے ہوتے تھے، خود بھی حقیقت پر اندازہ زندگی سہی اور دوسروں کو بھی تعلیم کی۔ (نور اللامعہ صفحہ ۴۸)۔

- ۴۔ (۳) مدھی حید اللہ "الامام ابن الرضی عن تفسیر القرآن" مقدمہ تفسیر القرآن، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد، ۱۹۹۷ء، ص ۱۰۔
 (۵) شاہد نفع الدین "تکمیل الامعان" باب ۸، مکتبہ اولیوہ ملتان، ص ۳۵۔
 (۶) ساؤد اللہ محسنی خیر الرحمن، انسانی معاشرے میں ارتقاء کے اصول شاہ ولی اللہ کی نظر میں، منار الرحیم، حیدرآباد، شمارہ ۲، محرم ربیع ۲۔
 (۷) دہلوی "تبیان اللہ" ج ۱، ص ۹۹۔
 (۸) دہلوی "البدور الیازد" مطبوعہ مجلس علمی ذہیلی سورت، ۱۳۳۵ھ (فصل فی بیان حقائق الارواقات اور رتبہ بالا احوال، ص ۵۵۔

- (۹) حوالہ سابق۔
 (۱۰) حوالہ سابق۔
 (۱۱) حوالہ سابق۔
 (۱۲) حوالہ سابق۔
 (۱۳) دہلوی "تبیان اللہ" ج ۱، ص ۵۱ (الحمد للستادہ)
 (۱۴) چٹائی تمام حسین، شاہ ولی اللہ کی تعلیم، شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد، طبع نول ۱۹۹۳ء، ص ۷۸۔

دیجئے قرآن مجید سورہ النحر کی آیت ۱۷۰ :

اسلامی نظام معیشت میں تعمیرِ دولت کو خاص اہمیت دی گئی ہے۔ اس ضمن میں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی ترغیب دی گئی ہے، دوسری طرف لکھنؤ و انگلستان کی مذمت کی گئی ہے، قرآن حکیم میں لکھنؤ راہی ہے۔ کسی لاکھون دولت بین الاقضاء متکم (نحر ۵۹: ۷۰) ترجمہ، مدد اس آیت کے لیے لایا ہے، تاکہ یہ (سربانی) محمد کے دولت مندوں میں ہی گردش کرتی رہے، اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے۔

یہ مصارف ذکر کا پس لئے تھے کہ یہ عیشِ حواری و عکسِ حواری نہ کسوں اور عام مسلمانوں کی خبر گیری ہو جاتی رہے، ان لوگوں کی عام ضروریات چری ہوں، پورے کہ اسواہل، مجلسِ دولت مندوں کے الٹ بچھرش پر کرن کی مخصوص جاگیریں بن کر نہ رہا چل، جن سے سربانی، بھڑے لوفش، اور غریب قانون مریم، تفسیری مانیہ شیخ ابند مطبوعہ مغربی برصغری، ص ۷۸۔

اس کے علاوہ متعدد اموات نے انہیں صدقات و ایبہ دیا، لوگوں نے کی تعلیم دی گئی ہے، یہ اس لیے تاکہ لکھنؤ دولت کی تکتہ مدباب ہو۔

تفسیر حسن ایک صاحبِ دل شخصیت ہو گئے ہیں، آپ کی مرتب کردہ آپ بیعتی دو حصوں پر مشتمل لاہور سے شائع ہوئی، اس میں عید اللہ سندھی کی کاپی، دوسری طرف کے دوران قیام کی سرگرمیوں کی تفصیل ہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران جب خانہ پور ترکی کی عثمانی خلافت کے ماتن جنگ اور ہی جی، قزو لاہور کے بعض دوسرے مسلمان طلباء کے ساتھ ترکوں کی حمایت میں برطانیہ کے خلاف لڑنے کے لئے انگلستان گئے، یہ ۱۹۱۵ء کا واقعہ ہے۔ کاپی میں ان کی شکایت سندھی صاحب سے ہوئی، جن سے نہ صرف انہوں نے اپنی علوم پڑھے بلکہ سیاسی قومیت بھی حاصل کی۔ وہ یکبارہ سال تک مولانا کے محنت خاص رہے۔ ۱۹۲۳ء میں مولانا قحطہ خیر علی نے گئے، مظہر حسن کی میں رہے، اس نے ترکی کی شہریت حاصل کر کے فوج میں کمیشن حاصل کر لی اور ریٹائرڈ منٹ کے بعد استیصال ہی میں حق و اصل ہوئے اللہم المغفرہ۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

ایکے موقع پر دوسرے دن کی بخیریت کرتے ہیں، ان معاشروں میں زندگی مصالح کے حصول کے لئے وہ کام کا انتخاب کرتے ہیں، بخیریت کو کوشش کرنا ان کا نظریہ تھا، یہ معاشروں کی نشوونما میں تخلیق کا عمل و طے ہے، اگرچہ جذبہ فطرت انسانی میں داخل نہ ہو، تو معاشروں کو کمال تک پہنچانے میں عرصہ دراز درکار ہوتا، انسان باقیہ فہم و دانش ایک دوسرے سے مختلف ہے، چنانچہ وہ تعبد کے لئے آزاد رہتا ہے، ہندو میں حسنِ خلافت کی جستجو، مفید تفسیر کی ایجاد، وغیرہ، انور باقیہ فرصت و خود غرضانان ایک دوسرے سے لای حد تک مختلف ہے، اس لئے معاشروں کے معدودے چند افراد متبع قرآنیات ہیں۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

۱۸۵۵ھ "تجدید اللہ" ص ۱۸، ص ۳۰۔

باب سوم

ارتفاق سوم

قومی حکومت اور اس کے معاشی امور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ارفاق سوم

قوی حکومت اور اس کے معاشی امور

کسی بھی ریاست کے انتظامی ڈھانچے کے قیمن کے بغیر اس کے معاشی امور پر متبہ فخر مستحکم نہ ممکن ہے۔ آپ اوراق سوم کے ضمن میں دیکھ سکتے ہیں کہ وہ داخلی اور اس کے باہمی پیوستوں کو جس انداز سے چھیڑتے ہیں، اس کی تفصیل یوں ہے۔

آپ اوراق اول، دوم کے بعد اوراق سوم کے ضمن میں حقیقت شریعت کے بارے میں تو بحث کرتے ہیں، کہ جب انسان کس معاش پر مجبور ہے، تو کوئی نہ کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے، پھر تکمیل ضروریات کے لئے مبادلہ کی ضرورت بھی پڑتی ہے، اور اس طرح کسانوں، تاجروں اور دلی حرفہ میں ایک دوسرے کا رابطہ پیدا ہو جاتا ہے، یک دہا وہ تعلق شریعت ہے۔

وهذه الجماعات بمالك الربط هي . (تجزہ) ان مختلف جماعتوں (کسانوں ،

المدينة في الحقيقة وليست المدينة في تاجروں اور فلاحوں وغیرہ) کا باہمی پیشہ ورانہ

الحقيقة اسماء للسود والسوق والحصن اجتماعی دہا ہی در حقیقت شرعے اور شر

حتى لو كان قري متقارب فيها حقیقت میں فسیل (دیواروں) یا بازار قلعہ کا

جماعات معامل بعضها بعضا سبناھا نام نہیں، یہ وجہ ہے کہ بہت سے ایسے

مدينة ايضا (۱) گاؤں جو قریب ہوں اور ان کے باشندے

آہیں میں معاملات کے ذریعہ دہا رکھتے

ہوں، تو ہم ان میں بھی "شر" قرار دیں گے

حکومت کی ضرورت : بالا مہارت کا حاصل یہ ہے کہ شر انسانی تہذیب کی خاص طرہ

زندگی کا نام ہے اور یہ تہذیب (ارفاق) ان ترقی یافتہ نفس ہے، جس میں افراد معاشرہ کے درمیان باہمی

دہا کار فرما ہوتا ہے۔ آپ شر کو ایک جسم کی مانند قرار دیتے ہیں، اور اس پر عرض طاری ہو سکتے اور اس کا

ان میں تباہی ہے۔

والأصل في ذلك إن المدينة شخص

واحد من جهة ذلك الربط مركب

من اجزاء وھيئة اجتماعية بأكمل

مركب يمكن ان يلمحہ خلل في مادته

أو صورته ويلمحہ مرض أعنى حالة

غير ما أليق به باعتبار نوعه وصحته

أي حالة تحسنه وتجمعه (۲)

شر کی سیاست کا قاعدہ یہ ہے کہ اس دہا کے

لحاظ سے سارا شر ایک ہی شخص ہے جو

تعلق اجزاء اور اجتماعی شکل و صورت سے

مربک ہے اور ہر ایک مرکب کے لئے یہ

ممکن ہے کہ اس کے مادہ ترکیبی یا صورت

میں کوئی خلل واقع ہو جائے اور اسے کوئی

بیماری لگ جائے، بیماری سے بیماری مراد

ہے، کہ اس پر ایسی حالت طاری ہو جائے

کہ اس کی نوع کے اعتبار سے موجودہ حالت

سے بجز حالت ممکن ہو اور صحت سے مراد

وہ حالت ہے جو اس میں حسن و جمال پیدا ہو سکے۔

چنانچہ آپ شر کی حفاظت و نگرانی کے لئے لام یا حکم کا وجود لازمی قرار دیتے ہیں، آپ

اسے یوں کہتے ہیں۔

(تجزہ) پس شر کے لئے ایک طبیب کا ہونا

لازمی ہے، جو اپنی پوری قوت کے مطابق

اس کی صحت کی حفاظت کرے اور جب وہ

بیمار ہو جائے، تو اس کا علاج کرے اور یہ

طبیب اپنے ساتھ قیول سمیت لام ہو تاکہ۔

فلا بد للمدينة من طبیب يحفظ

الصحة ما استطاع ويعالجها إذا

مرضت والطبيب هو الإمام

بأعوانه (۳)

انہم شر اور اس کے نظام

آپ کے ہاں شر کوئی دو قسمیں ہیں۔

(۱) عام شر (۲) خاص شر

(۱) کمال شہود ہے، جس میں حسب ضرورت وفاقی قوت موجود ہو، ذریعہ اور دوسرے پیدائشی عناصر سے لے کر وہ خود تشکیل ہو۔ ان کے ارتقاءات درجہ کمال پر پہنچتے ہو۔

(۲) ناقص شہود ہے، جو خود تشکیل نہ ہو، دوسرے انتہائی معاشروں پر اس کا انحصار ہو، جو خود شہر کمال ہو چکا، نقص اس کے انحصار کو کھاتے کے لئے کام کے نزدیک نقص طریقی محکم ہیں۔

(۳) رسومات کی پابندی سے: یہ اس وقت ہوتا ہے، جب آبائی تہذیب ہو، اور ایک ہی اثر کے تحت رہتے ہوں، یہ پابندی کی ایک شکل بن جاتی ہے، اکثر دینی معاشروں میں رسومات کی شکل میں لگے ہوئے اصولوں کے تحت کلام چل رہا ہوتا ہے۔

(ب) پتو و حرارت (Guildism) - یہ ایک نئی پٹھ کے لوگ اپنے اپنے چوبدری کے ماتحت رہیں یہ گھنڈازم کی شکل ہے۔

(ج) اجتماع عقلا (شورائی): شورائی نظام، صاحب حق، عقیدہ پر مشتمل منتخب بورڈ پر مشتمل کردار و صفات کے حامل ہوں، اور مل کر اتفاق رائے سے شرعی نظام کو چلائیں۔ اگر بورڈ کے ارکان انتہائی حوالہ سے ایک کو امیر تسلیم کریں، تو یہ بیعت اور بھی منظم ہو کر شورائی شکل اختیار کرے گی، حوالی ناماندوں کا مروجہ طریقہ انتخاب بھی نکالتے عمل نظر ہے، عقد پارلیمنٹ کو شورائی وحیئت دینا مناسب نہیں۔

حاکم کی حیثیت: آپ نے نزدیک امام صرف ایک قرار دینی نہیں، بلکہ اس کی حیثیت ایک ادارہ کی ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں۔

ولیس الإمام عندنا هو الشخص الواحد الانسانی البتہ نعم اذا تولاه مستعد لها مستعد بنفسه صلح الامر كل الصلاح فيكون اماما في ظاهر القول. (۴)

(ترجمہ) امام ہمارے نزدیک لازماً ایک فرد انسانی نہیں، ہاں اگر صاحب استعداد کوئی شر پر قابض ہو جائے اور شرعی امور کو صحیح طور پر انجام دے سکے، تو ظاہری معنی میں اسے بھی امام قرار دیا جائے گا۔

آپ کے مذکورہ اصول و بیان سے واضح ہے، کہ اگر کوئی ایسا شخص انفرادی طور پر حکومت کرے گا، جو اس میں معائنہ و پاری طرح نہ نظر رکھے، تو اسے بھی "امام" کا متمتع نہ ہوگا۔ آپ اس کی بنیادی نظر سے دو توں ویریں مفاد ادا اور آپ کو نیک شہر کے کامیوں میں سے شہر کرنے کے لئے حقیقت حاصل ہے، کہ اسلامی آمریت مغربی آمریت سے ترقی یافتہ ہے یا اس میں کتنا جانتے، کہ اسے اور جمہوریت دونوں کے درمیان یہ ایک بنیادی محاذ ہے، لہذا آپ کا ٹیکسٹر کو "امام حق" سے انکار اور انتہائی زندگی کا کشمکش کی غیضات پروردگار بیان معنوں میں ہے، اور اس میں کوئی امر تعجب نہیں۔ (۵)

پہلی امام اللہ علیہ السلام کی ایک ہی شخص کے ہاتھوں میں دینے کے حق میں نہیں، بلکہ وہ اس کی اور پارلیمنٹری مسلم (شورائی نظام) سے لئے جملے نظام کے قائل ہیں۔ وہ حکومت کے لئے نیکہ حاصل کرنے کو لازمی قرار دیتے ہیں، وہ اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

لن ينظم أمرها الا برجل إصطلاح علي
عاشد جہود اهل الحل والعقد وله
أعوان وشوكة. (۶)

(ترجمہ) حکومت کا نظام اس وقت تک مستحکم رہے گا، جب تک ایک شخص اس میں سرکار نہ ہو، جس کی اطاعت پر ارباب عمل و مشورہ کی شجاعت، راضی ہو اور اس کے ساتھ (فوج وغیرہ) بھی اس کے حق میں ہو اور اس قوت کی اسے تائید حاصل ہو۔

یہاں یہ امر واضح کر ضروری ہے، کہ آج کل سیاسی نظاموں میں اہل علم صرف ایک امیر کی قیادت کو مرکزیت کے لئے ضروری نہیں سمجھتے، ان کے نزدیک اس سے خواہش پیدائش کے لئے ان کا علاج یہ تجویز کرتے ہیں، کہ ایک "بورڈ" ہو، جس کے ارکان کے ہاتھ میں ایک اختیارات ہوں اور ایک کمال ریاست (جس میں بہت سے افراد ہوتے ہیں) کا نظام قائم رکھنے کے لئے ایک ایسا آئینی ہو چکا ہے، جو ان کا اس امور کی کتابت و تحریر کرے اور وہ "امام حق" ہوتا ہے، ان میں سے کسی کے ساتھ وہ یہ بھی بتاتے ہیں۔ "ولعلنا يوجد ذالك" اور ایسا آئی کی کمی ملتا ہے، چنانچہ

قرائن کی لوابقی شامل ہے، اور یہ سب
آنحضرت ﷺ کی نیابت اور نمائندگی میں
ہوتا ہے۔

حضرت شاہ اسماعیل شہید کے نزدیک خلافت اصلاح العاش والعدا، یعنی دنیا و آخرت کے
مصلحت نام ہے، خلافت انفرادی اجتماعی دنیوی و اخروی معاملات کو شامل ہے، خلافت کے مقاصد
بڑے میں عام طریقہ اس لئے "معین الأحکام" میں لکھا ہے۔

سحیح الحق عن الظالم ویدفع کلیرا (ترجمہ) یعنی وہ جو ظالم اور غاصب سے حق
من المظالم ویردع أهل الفساد لے، مظالم کو دفع کرے، اہل فساد کو قلع
ویدوصل بها إلى المقاصد الشرعية قلع کرے اور بدوں کے شرعی مقاصد کے
لحصول کا ذریعہ بنے،

خلافت سے متعلق جملہ تقریبات کو دیکھتے ہوئے، تین امور قدر مشترک کے طور پر سامنے
آتے ہیں۔

- (۱) اس کی مشیت نبوت کی نیابت و خلافت ہے۔
- (۲) اس کا مقصد دین کی حفاظت و صیانت ہے۔
- (۳) اس کا مقصد دنیوی معاملات کا حسن انتظام ہے۔

حاصل بحث یہ کہ خلافت و امامت دو چیزیں ہیں، اس کا دائرہ کار عالمی محض دینی و علمی
شخصیات پر ہے، یہ نہیں، ہر دنیاوی معاشی معاملات کا ذمہ دار بھی طویل وقت ہوتا ہے۔ طویل کو اس
جہاد سے طویل الفہم کیا۔ دینی و علمی رجحان کے لئے طویل ہم اس شخص کو منتخب کیا جاسکتا ہے، جو
ان امور میں تبحر رکھتا ہو، اس کا دائرہ کار دینی کے لئے مندرجہ ذیل امور شرعی و فرائض ہیں۔

احمد العبد

الثانی العلم المؤدی إلى الاعتقاد فی التوازل والأحكام.

مکتبی اقتدارات مناسب افراد کے درمیان منقسم ہونا حسب مصلحت ہے۔ (۷)
مکتبی حکومت کی بجائے مفاد قوم کی حکومت کی یہ تجویز یکجہت نظام کا عقد آغاز ہو سکتی
تھی، کاش اس وقت اس کی طرف توجہ کی جاتی، آپ کی یہ فکر انجیز، عبادت اہل نظر کے لئے توجہ
مستحق ہے۔ امامت کی تفہیم کیا ہے؟ امام حق کس صفات کا حامل ہو، حکومتی ارکان کس کو امامت کے حامل
ہوں؟ ان سوالات کے جوابات یہ ہیں۔

امامت و امامت کی ضرورت شرعی و عقلی دونوں لحاظ سے مسلم ہے، امامت کا مقصد دونوں یعنی
دینی و دنیوی مصالح کی حفاظت ہے، امامت فرض کیا ہے۔ مختلف اہل نظر نے امامت کی مختلف
تقریبات کی ہیں۔ علامہ ہاروی (م ۱۳۳۷ھ) نے امامت کی تعریف یوں فرمائی۔

الإمامة موضوعة لخلافة السوفی (ترجمہ) امامت اس لئے وضع کی جاتی ہے،
حراسة الدين وسياسة الدنيا. (۸)
کہ دین کی حفاظت اور دنیوی سیاست
نئی مصلحت کی حفاظت کی حیثیت سے محفوظ ہو

امام السنہ نے خلافت کی جامع واقعہ تعریف یوں فرمائی۔

الخلافة هي الرئاسة العامة في النسخة (ترجمہ) خلافت اس عمومی سربراہی اور
لإقامة الدين بأصحاب العلوم الدينية وإقامة ریاست عامہ کا نام ہے، جو "اقتباس دین"
ارکان الإسلام والقيام بالجهاد کے کام کی تکمیل کے لئے وجود میں آئے۔
و ما يتعلق به من ترتيب الجيوش اس اقامت دین کے دائرہ کار میں علوم
والفرش للمقاتلة وأعطائهم من الفی ویتد کا احیاء ارکان اسلام کا قیام، جہاد اور
والقيام بالقضاء وإقامة الحدود ورفع اس کے مختلفات کا انتظام مثلاً لشکروں کی
المظالم والأمر بالمعروف والنهي عن ترتیب، جنگ میں حصہ لینے والوں کے
النسك زیادة عن النسي (۹)

تشاء کا اہتمام، حدود کا قیام مظلوم کی شکایت
کا دائرہ امر بالمعروف اور نہی بالمعسر کے

الثالث سلامة الحواس من السمع والبصر واللسان ليصح معها إشارة ما يدرك بها

الرابع سلامة الأعضاء من نقص.

الخامس..... الرأي (الصحيح) المقتضى إلى سياسة الرعية وتلخيص المصالح

السادس..... الشجاعة والجدوة الجودية إلى حماية البيضاء وجهاد العدو.

السابع..... النسب (أن يكون نجيباً) (۱۰)

تلیف کے اندر مذکورہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔ قوت حاکم کا کوئی فرد خاص وقت سے متصف ہونا چاہئے۔ امام الشافعیؒ نے حکمران کے شرائط کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے۔

وأن يكون عاقلاً بالغاً حراً ذكراً ذواً رأى (تجربہ) مكرهاً هو بئس كماله

وسمع وبصر ونطق ممن سلم الناس

شره وشرف قومه وأولاً عنه ومن آياته

الماثرة الحميدة وعرفوا أنه لا يالوا

جهداً في إصلاح المدينة هذا كله يدل

عليه العقل واجتمعت عليه الأمم (۱۱)

فصالح ذو زبان غلائق ہوں، اور اس کے

مخالق یقین ہو کہ وہ رحمت کی فلاح

وہیہود میں کوئی وقید فروگزاشت نہیں

کرسے گا۔ یہ سب ایسی شرائط ہیں، جن کو

عقل حلیم کرتی ہے اور تمام اقوام کا اس پر

اتفاق ہے۔

تفکیک حکومت اور سربراہ حکومت : قرآن وحدیث نے تو تفکیک حکومت کے لئے

خاص طریق بتایا ہے۔ سربراہ کے لئے الیت سربراہ کے شرائط بیان کئے ہیں۔ اور یہ بیان کہ وہ لوہاف کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلامی مملکت میں جملہ اختیارات ایک ہی کو دیے جاتے ہیں۔ اس کو امام کہاجاتا

سربراہ کی مملکت کا اہم سربراہ ہوتا ہے۔ قرآن پاک کی تعلیم یہ ہے کہ وہ سربراہ اقتدار میں سب

راہی ہو، تو تقویٰ، پیریزہاری اور خدا ترستی میں بھی اس کو سب سے بلند ہونا چاہیے۔ ان اکونک

اللہ تعالیٰ کے لئے نام کے لئے چند شرطیں اس لئے قرار دی ہیں کہ حتی الامکان قرآن پاک کی

تعلیم حاصل ہو۔ مثلاً عاقل، بالغ، تندرست، صحیح الحواس صاحب ہمت، صاحب حوصلہ

صاحب اہلئے سیاسی امور کا وقت واپس، جنگ و صلح کے نشیب و فراز سے باخبر غلط خدا کا ہر دو عوام کا

مختلف طبقات کے عزتوں سے واقف ہونے کے علاوہ اہم شرط یہ ہے کہ اسی میں عدل ہو،

یادداشت ہو۔ اسلامی اخلاق کا حال ہو، کہ ہر کامر تک نہ ہو، تو ہر مسئلہ کی طرح نہ ہو جائیں،

اور انرا قیادت کرے، کسی مذہب کا پیروی نہ ہو۔ عالم ہو اور اسلامی علوم میں اہمیت رکھتا ہو۔ (ازالۃ

الغبار... حجة الله البالغة شرح عقائد مسلمہ وغیرہ کا پیرا اہم کی جو حیثیت آج کے جمہوری ممالک

میں ہے، کہ پارلیمنٹ یا اسمبلی میں جس سیاسی پارٹی کو اکثریت حاصل ہو اس کا لیڈر روزیراعظم یا چیف

مور اسلامی تعلیمات میں اس طرز کی اگر مخالفت نہیں کی گئی،

خبر ان طبقہ کا اخلاقی معیار۔ آپ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے، کہ حکمران طبقہ کے

سربراہی ہے، کہ وہ اپنی افواج و کور کے حامل اور محبت وطن ہونے کے علاوہ دانش مند اور موقع

پر عمل کرنے والے ہوں۔ یہ کہ قوم کا اس کی قیادت پر اعتماد ہو، اسے برد و عزت دینی حاصل ہو، وہ منصف اور دیانت

دار ہو۔ شاید اس وقت ملک عرب کے انجمن کی دفعہ ۸۔۶۲ کے حوالہ سے قوی و صوابی اسمبلی کے رکن

ہوں جو شرائط نامہ کی گئی ہیں، وہ آپ کی اس طرح کی رہنمائی کرتی ہیں، مگر یہ اس امر کی ہے، کہ دیکھا

جائے کہ ان شرائط کو تسلیم نہ کرنا چاہتا ہے۔ اسلام جو حکمران کے لئے مرد و بالغ، آزاد اور

عقل ہونے کی شرائط بھی نامہ کرتا ہے، ان کی اہمیت اسلامی سوسائٹی میں متنازع بیان نہیں۔

آپ کی اس سیاسی فہرست اختلاف کو نہ جاتا، تو ظاہر بریں سال بعد انتخابات کی غیبت نہ آتی

ایک ہی وقت میں کے مطابق پچھلے انتخابات ۱۹۹۳ء ۳۴ روز اور سال ۱۹۹۵ء میں ۵۰ کروڑ روپیہ

ایک ہی وقت میں کے مطابق پچھلے انتخابات ۱۹۹۳ء ۳۴ روز اور سال ۱۹۹۵ء میں ۵۰ کروڑ روپیہ

ایک ہی وقت میں کے مطابق پچھلے انتخابات ۱۹۹۳ء ۳۴ روز اور سال ۱۹۹۵ء میں ۵۰ کروڑ روپیہ

ایک ہی وقت میں کے مطابق پچھلے انتخابات ۱۹۹۳ء ۳۴ روز اور سال ۱۹۹۵ء میں ۵۰ کروڑ روپیہ

اقتدار پر قابض ہونے اور ذکر کردہ شرائط سے یکسر انفاض کا نتیجہ ہے۔

شاد صاحب کی نظر میں حکومت کے ضروری محکمے۔ آپ ممالک کی ترقی اور بہا کے لیے کم از کم درج ذیل محکموں کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں۔

(۱) عدلیہ۔ آپ عدلیہ کی ضرورت کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

الحاجة الأولى أن أهل المصلحة إذا دارت بينهم المعاملات ... نشأت بينهم اختلافات ونزاعات لو لم يمد بهاها لوصل إلى التحارب وفساد ذات البين... فلا بد من سنة عادلة مسلمة عند جماعهم يرفع إليها في فصل الخصومات. (۱۳)

ہے، جو جمہور عوام کے نزدیک قابل اعتماد ہو گا جس کی طرف مقدمات و خصومات کے فیصلوں کے لئے رجوع کیا جاسکے۔

آپ کے اس بیان سے واضح ہے، کہ آزاد عدلیہ کا وجود ریاست کیلئے اس لئے ضروری ہے، کہ شری برائے انصاف پاسکیں۔

واعدوا لله ما استطعتم من قوة ومن
رباط الجبل فريهون به
عدواؤهم عدوكم (۱۶)
اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں پر۔

اس آیت خداوندی سے جہاں دقائی میں ایمان میں نہایت بڑا آئہ لکھا جاتا ہے کہ حصول کا حکم ملتا ہے، وہاں جتنی طرح میں خود کائنات کا بھی درس ملتا ہے۔ تو یہوں یہ عداوت کا مقصد یہ کہ چند ہتھیاروں کو خرید کر یا جس کسے نہیں بچھ اس کے لئے تو ان شرعی کے جدید ترین آلات کی صنعت کری اور گوریلا جنگ، جنگی رازوں پر افکار پانے کے لئے جدید ترین وسائل حاصل کرنا ضروری ہے، پھر یہ کہ اسلامی اولہ کی روشنی میں دشمن اسلام کا تعین ہو، اسلامی تعلیمات کے حدود اندر ان کے ساتھ جائز معاہدات ہوں۔ (اگر ریاست اس کی ضرورت محسوس کرے) اور پھر ان معاہدات کی پاسداری بھی ہو۔ ان شرعی امور کی عدم رعایت سے ملک عزیز میں دفاع پر بھت سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے، جنگی وجہ سے معاشی خوشحالی میں بصر نہیں لور نہ جانے ترقی یافتہ ممالک کا یہ دوا کر لڑو اور اسلام کے لئے خوب سے خوب مزائی کے مواقع ہم پہنچاؤ، کتب پکڑا رہے گا!! کیا جہاد احساس زندہ ہو تو مسلمان قوم بھی رسوا نہیں ہو سکتی، اگر خارجہ پالیسی درست ہوں، اقتصادی مضرت کا احساس ہو جائے، تو ایسے بھی تحریفات، دشمن کو بھت نہیں دیتی، کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرے، مسلمانوں کی ایک دوشمن بن جائے۔ عہد دور کا ایک شاعر کتاب ہے۔

اذا ما ازل الامراء جيشاً الى الاعداؤ اوسلنا الکنابا

یعنی ہمارے دھاک کا یہ عالم ہے، کہ جہاں دوسرے لشکروں کو مقابلہ کرنے کے لئے لشکر بھیجا جاتا ہے وہاں ہم صرف خط لکھتے ہیں اور دوشمن فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ یہ بھی یہ واضح آ رہا ہے، جہاد کے نتیجہ میں دشمن اسلام کے امان کی حیثیت مال قیمت کی ہے، جو کہ ایک دوا زور ہے، اور ہے، اور معیشت پر اس کے دور میں متاثر پڑتے ہیں۔

آپ اپنی تعلیمات میں فوج کے بارے میں جن حکمتوں کی طرف خصوصی طور پر اشارہ کرے

اللہ میں۔ پتہ یہ ہے۔

واحدة الحفظة بقدر الصروه فليس
اهل لهذه النكه. (۱۷)
سیاست کے اس راز کو سمجھیں۔

آپ نے حکومت کی بھڑی کے لئے بادشاہوں اور وزراء کے نام جو خطوط لکھے، ان میں یہی اصلاتی تجاویز کے علاوہ آپ نے فوج کے متعلق یہ بھی تجویز پیش کی ہے۔

نکد ترتیب اللوج باوشاہی بہ
اسلوب شائستہ باید کرد و این
ترتیب بہ۔۔۔ وجہ توادد و یکد فہ
نہ دادند بات متصف بہ۔۔۔

نسبت باشد اہل آنکہ تعجب
باشد دوم آنکہ شعاع و شہیقہ بر

سرایاں شود باشد سوم آنکہ خیر
خواہ بادشاہ باشد از قصد دل

باشد۔۔۔ سوم آنکہ مواجب ایشان
بغیر تحویق بادشاہ رسدہ باشد زیرا

کہ در صورت تحویق محتاج بہ قرض
سودی سے شود و اکثر مال ایشان

ذاتی سے شود مطلق سے خیر باشد

(۱۸)

آپ کی مذکورہ ضائع ہوئی کاپی کی حامل ہیں۔ دفاع کے بارے میں آپ کی اس فکر کی اہمیت کا اندازہ اس وقت لگایا جاسکتا ہے، آن کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہو، اعلیٰ اسلامی حکاموں سے محفوظ ہو۔

فوج میں ایسے چند وقت ہوتے ہیں، اور باقی حالات میں امید کی آخری کرن جلتی رہتی ہے۔ لہذا اسی حکام کی بناء پر معاشی استحکام بھی فوج ہی کا سر ہوں منت ہے، بلکہ ملکہ یہ اپنے دائرہ کار میں رہے۔

۴: حسب یا احتساب کا ادارہ :- حسب للہ یا احتساب فقہی اصطلاح کتب حدیث میں تحریر کے ساتھ مذکور ہے۔ یعنی عوام میں اصل اللہ تعالیٰ اور صرف اسی سے اجرو ثواب کی نیت سے کی جاتے تو کام ہے۔ یہ کام احتساب یا محاسبہ کہو اللہ اس نسبت سے کسی تک کام کے لئے نہ کیئے جاتے پر یا کسی نظام کے کرنے پر کثیر اور کم پائیندی کی اور مزاحیہ کہلاتا ہے۔

ایک اعتبار سے ہر مسلمان محاسب کے درجہ پر قائم ہے۔ کہ اچھا بیڑ پر لوگوں کو اللہ کے اور دنیا سے ہزار گنت نی کو شش کرے۔ انسان کا اپنا غیہ، اللہ کا سر ہوا، معاش و کام، فرد یا ملی طور اس وقت تک کو سر انجام دیکھنے کی کوشش کرے، لیکن اس سب مرحلوں سے علاہ کہ ریاستی و حکومتی سطح ہے، کہ دور طاعت افتاد طبع طبیعتوں کو راہ راست پر لائے۔ یہ اسلامی ریاست کا مخصوص ادارہ ہے۔ محاسب اس ادارہ کا نگران ہوتا ہے۔ امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) نے احتساب کی تعریف یوں کی۔

عبارة عن المنع عن منكر الحق (ترجمہ) احتساب سے منکر یہ ہے، کہ اللہ صانع للممنوع عن مقارفة حق اللہ سے متعلق اس منکر یعنی المنکر۔ (۱۹)

پائیندیہ کام کے اس کتاب سے روکا جائے، تاکہ جیسے روکا جائے، وہ اس رائے سے باز رہے۔

(متوفی ۳۵۰ھ) نے احتساب کی تعریف یوں کی۔

ہی امر بالمعروف اذہا ظہر ترکہ و (ترجمہ) احتساب کا مطلب اچھائی کا حکم دینا نہیں عن المنکر اذ ظہر فعلہ۔ (۲۰) جب اس کو چھوڑ دینا عام ہو جائے، اور بدائی سے رکنا جبکہ اس کا حکم کھار کتاب کیا جاتا

مہدار میں ان تعداد میں متوفی (۸۰۸ھ) کی وضع کردہ تعریف احتساب کے بارے میں یہ ہے

ہی وظيفة دينية من باب الامور (ترجمہ) یہ ایک دینی وظیفہ ہے، جس کا المعروف والہی عن المنکر۔ (۲۱) تعلق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہے۔

۵: باب صدر اسلام میں :- سرکاری سطح پر اس کام کی ضرورت اسلامی ریاست کے عین سے محسوس کر لی گئی تھی۔ لہذا آپ ﷺ بنفس نفیس اس کام کو انجام دیا کرتے تھے۔ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے، کہ ایک بار پکارا کا معائنہ فرمانے کے لیے حضرت ﷺ نے ایک نئے کے دو سال ایک صاحب گندم فروخت کر رہا تھا۔ گندم پانچ سات لاکھ دو سو روپے اور اس لئے گندم کے ڈھیر میں دست مبارک ڈالا، تو دیکھا کہ بچے کا گندم گلیا ہے، آپ نے پکارا کے گندم والے سے یہ کیا؟ ان صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! بارش میں بھیج کیا۔ فرمایا اس نے گندم کو اوپر کیوں نہیں رکھا۔ جواب دیا پھر کون خریدے گا!!! آپ نے فرمایا یا نبی میں کرنا چاہیے۔ پکار کو جو شخص اس طرح کی ملامت کرتا ہے، وہ محکوم ہے۔ (۲۲)

آنحضرت ﷺ کے بعد جب اسلامی ریاست دور دور تک پھیلی گئی۔ تو باقاعدہ معتسبین کا عمل میں لایا گیا۔ قرون اولیٰ میں یہ ادارہ فعال رہا۔ تاریخ میں کئی امور کے بارے میں اس کی روکی کے واقعات ثبت ہیں۔ سید احمد شہید نے دور قریب میں جب صوبہ سرحد کے بعض علاقوں میں اسلامی ریاست کی داغ بیل ڈال دی۔ تو انہوں نے چار جہلہ معتسبین مقرر کئے۔ ملک پاکستان کے بعد دس تیس میں اس ادارہ کی پھانسی رکھی گئی تھی۔

۶: رفقاء عامہ کا ادارہ :- آپ ایک اور ادارہ شری زندگی کے لئے لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ رفقاء ہیں۔

ومن تلك الاشياء مد الثغور واقامة
الحصون والاسوار والاسواق وبناء
القناطر وكبرى الانهار وترويح البنى
و حفظ اموالهم وقسمة الصدقات
على ذوى الحاجات قسمة التركات
فى الدولة... وبسمى"
بالنفاذ (۲۳)

(ترجمہ) (رقائى کتبى) جن رقاى امور کی
پائے ہیں، ان میں سرحدات، قلعوں اور
دیواروں کی تعمیر بازاروں، پلن اور نہروں
کی تعمیر و توسیع وغیرہ شامل ہے۔ اس طرح
قیموں کی ثوابی، ان کی اموال کی حفاظت،
حاجت مندوں میں صدقات کی تقسیم،
دریاد میں ترکہ کی شرعی تقسیم اس ادارہ
کے فرائض میں شامل ہیں۔ اس رقاى ادارہ
کو "نفاذ" کہتے ہیں۔

تدبیر و تدبیر کی موجودہ ترقی نے اس ادارہ کی کارکردگی کو جو وسعت دی ہے، اس کا مشاہدہ
خصوصاً اسے خبر میں کیا جاسکتا ہے۔ یہ نسل کشی اور دوسرے مالیاتی رقاى اداروں سے زندگی کی
مشکلات پر توجہ پانے میں، اس وقت اس کی اقدیر اور اچھے اثرات مرتب کرنے کے پیش نظر
اداروں کی تھیں اور یا پھر اس کی ضرورت اور مزاحمت ہے۔

۶۔ شعبہ تبلیغ و ارشاد : آپ فرماتے ہیں کہ سہولان طریق حیات اور دین حق نہایت واضح ہیں۔
جنہیں سلیم العقل انسان آسانی سے قبول کر لیتے ہیں، تاہم فاسد طبعیتوں کے الگ اور خواہشات
انسانی سے مغلوب لوگوں کی تربیت کیلئے ایسے نظام کا موجود ہونا لازمی ہے جو انہیں بھریں اخلاق
کی ترقی دے۔ ہر مذہبی نظام (Family System) اور باہمی معاشرتی طریقہ و فرائض سے آگاہ کرے۔
آپ اس ادارہ کو "الموعظة والنزکة" کا نام دیتے ہیں۔ (۲۴)

انفرض اس قسم کے اداروں سے کوئی معقول معاشرہ مستغنی نہیں۔ اسلامی معاشرہ میں
جماعت یہ کام سر انجام دیتی ہے، قرآن کریم اس کا "تذکرہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" قرار دیتا ہے۔
اور اس جماعت کو خیر امت کے نام سے یاد کرے۔ (۲۵)

آپ ان کو "رہ کلیدی" اداروں کے علاوہ انتظامی امور میں بھی پیہ آگرنے کی خاطر

ادارہ (Intelligence) کا درجہ بھی لازمی قرار دیتے ہیں۔

حکومت کے عہدے دار : شاہ ولی اللہ نے خلائی مملکت کے کلیدی عہدے داروں اور
ان کے ضروری اوصاف کو دلچسپ انداز میں بیان کیا ہے۔ ان کے نزدیک ہر عہدے کے لیے ایسے لوگ
ہیں، کہ ان کی رہنمائی رکھنا ضروری ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

ومن شروط الاعوان الامانة والقدرة على
اقامة ما لهم به وانقيادهم للملك
والصحة له قاهره وناصه وكل من
حلف هذه الشريعة فقد استحق
العزل فان اعمل الملك عزله فقد
حان المدينة والفسد على نفسه امره
وبسعي الله لا يتخذ الاعوان ممن
يتعزل عزله او ممن له حق على الملك
من قرابة (۲۶)

یادداشتہ فرماتے ہیں کہ جس کی سستی کی
تو یہ مملکت کے ساتھ خیانت کے مترادف
ہو گا۔ چاہے وہ عہدے داروں کے تقرر
میں یہ خیال رکھنا چاہیے، کہ کسی ایسے شخص
کو عہدہ نہ دے جس کی خیانت یا عدم
قابلیت ظاہر ہوئے پر اس کو معزول
کرنا ضروری ہے؟

خلاصہ یہ ہے، کہ آپ جو عمومی مشینری کو چاہتے ہیں، ان کے لئے متعین کردہ افراد میں دیانت داری
اور مناسب الیٹ کو لازم قرار دیتے ہیں۔ وہ حکومت کے کلیدی عہدے یعنی "حاکم قاضی" ہے

سالارِ ناعم: یہ نقیب اور عجب کے بارے میں تفصیل سے بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ عامل (وزیر مال) کے فرائض، حقوق، ذی و ضاعت سے بیان کرتے ہیں۔ امامِ اہلِ سنت کہتے ہیں۔

والعامل ولكن عارفاً بحقيقة جبابه
الاموال وتعرفها على المصحفين
(۲۷)

امور کا پورا تجربہ ہو گا اور اس قابل ہو کہ جو
محاصل بیت المال میں جمع ہوں، ان کو
مستحقین میں تقسیم کرے۔

فصل دوم

شرعی حکومت کا مابائیاتی نظام : شرعی قومی حکومت کے مابائیاتی نظام کے بارے میں آپ نے ایک قلم میں خاکہ پیش کیا، اور ساتھ ہی عدلیہ و انصاف کے اصولوں پر کاربند ہونے کی تاکید بھی کی ہے۔ جس کا نظام مشہور و ذلیل ہے۔

ٹیکسوں کی ضرورت : آپ ٹیکسوں کی ضرورت اور اس کی معقولیت پر یوں بحث کرتے ہیں۔

ولما كان الامام واعوانه محصورين
على حوائج القوم وجب ان يكون من
نفعناهم على المدينة لا لهم اجراء
يعلمون العمل النافع لها كمثل سائر

$$\frac{1}{2} + \frac{1}{2} = 1$$

27

الاجراء فان لا بدمن حيازه الا حیثیت بھی ان مزدوروں جیسی ہے۔
موال من المدينه. (۲۸) جو کہ شہر کے لئے محنت سرانجام دے رہے

ایک مخصوص جگہ، بیت المال، اور اس کے نظام کار کی وضاحت آپ یوں کرتے ہیں۔

ولجعل للعال الذي يحيى اليه بنا
نجمع فيه ليكون عده لوابنهم .
(۲۹)

وقت کام آئے۔
 میں نے تجھ کو یہ خبر دے کر لڑا، آفسر اور عوام کی بکھر کر دوگی کے بارے میں فرماتے ہیں۔

تم ان الامام لماکان لا یستطیع بنفسه ان یشیر جباية الصدقات واخذ العشور وفصل القضاء فی کل ناحیه وحب بعث العمال والقضاة (۳۰)

اتنے میں جا کر ان کے فیصلے کرے۔ اس لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے لئے قابل مقرر کرے۔
 مجلس جمع کرنے کے اصول: آپ نیکوں کے ظلم پر کڑی نظر رکھنے کی تاکید کرتے
 ہیں۔ اور نیک کی وصولی میں عدل و انصاف پر زور دیتے ہیں۔

ولبراع الا امام في ذلك لعدل
وليحبب الجور والاعتساف
والمصادرة وليجعل لذلك سنة تكفي
مونة الاعوان ولا تضرمهم وذلك
يختلف باختلاف الاشخاص. (۳۱)

تشریحات) کی ضرورت کے لیے بھی کافی ہو، اور عوام کو بھی ضرورت پہنچے۔ اور ان ٹیکسوں کی مقدار

مختلف اشخاص و احوال کے پیش نظر مختلف ہو سکتے ہیں۔

نیکوں کے جمع کرنے میں رشوت و ہد عنوانی کا استعمال غالب رہتا ہے۔ چنانچہ آپ پر زور انداز میں رشوت اور ہد عنوانی سے بڑھنے کی تاکید کرتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

ثم وجب ان يومر العامل بالنيس (ترجمہ) یہ بات لازمی ہے۔ کہ عامل کو نری ویبھی عن العلول والرشوة وان يومر القوم بالا عقاب له ليمم المصلحة المقصودة. (۳۲)

کے آگے سر تسلیم خم کریں۔ تاکہ مقصود مصالح پورے ہو سکیں۔ منصب کی وجہ سے مظہب داری کے لئے منصب داروں کو نوازنا چاہتا ہے۔ یہ دراصل رشوت ہی کا ایک مذہب طریقہ ہے، جو ناجائز ہے، آپ ایک حدیث کا حوالہ دے کر اسے رشوت اور حرام بتاتے ہیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

وقال النبی ﷺ من استعملنا علیٰ آخضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا، کہ جس عمل فرزناہ رزقا فما اخذ ففسد کو ہم کسی ملی کام پر عامل مقرر کرتے ہیں۔ اور پھر اس کو قانون اور ضابطے کے

مطابق روئید دیتے ہیں۔ اس کے بعد اگر وہ خلاف قانون کچھ نہ لائے گا، تو وہ جانت ہے۔

ایک مقام پر آپ محاسنین کی زیادتیوں کو رہنمائی سے تعبیر کرتے ہیں۔

واخذ العشور بمنزلة قطع الطريق بل (ترجمہ) معز و ذکو کی وصولی میں زیادتی القبح (۳۴)

بھی قبیح ہے۔

فیصلوں کی وصولی میں حکم ہمارے معاشرے کو حشر کرتا ہے۔ اور وجہ اس کے مغز اثرات پوری حکمت کی چوٹیں ہٹا کر رکھ دیتے ہیں۔

آپ نے اس ضمن میں اپنے زمانے کی صورت حال کو مبلغ انداز میں پیش کیا ہے، وہ بھاری نیکوں کو معاشی تپسی کا زینہ قرار دیتے ہیں۔ ذرا بحث پیش اور صنعت کار پر ٹیکس کا ذکر کرتے

آپ یوں تحریر فرماتے ہیں۔

الذی حارب الضرائب الثقيلة علی الزراع والتجار المنحولة والتشديد علیه حتی یلفظی الی اجعاف البطار عین واستصلاہم والی لمنع اوبلی باس شدید وبغیہم. (۳۵)

(ترجمہ) تمدن کی خرابی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ زمین داروں، کارکنوں اور اہل حرفت پر حکومت نے بھاری ٹیکس لگائے ہیں۔ بھر پور یہ ہے کہ ان کے وصول کرنے میں ان کے ساتھ تشدد کیا جاتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فرماں بردار اور مطیع رحمت ان نیکوں کے تے دہشتی جاری ہے۔ اور ان کی حالت زوال تر ہوتی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ ایک طبقہ اس تشدد سے تنگ آکر خلافت پر اتر آتا ہے۔

ایک اور جگہ نیکوں کی مقدار کے بارے میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

انما تصلح المدينة بالجمالية البسوة (ترجمہ) تماشائی زندگی کی سبزی اس میں اقامۃ الحفلة بقلد الضرورة. (۳۶)

(فون کو خبریہ کی تعداد و ضرورت ہو۔)

تانیف ٹیکس کی حکمت : آپ نے نیکوں کے بارے میں جس تکتی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ ایک ایسا مقدمہ و لاسٹل ہے کہ آج بھی حکومتوں اور سماج کے درمیان ایک معرکتہ قرار دیا جاتا ہے۔ آپ کے بقول ٹیکس کم سے کم قابل برداشت مقدار میں عائد ہونے چاہیے۔ دراصل مسئلہ یہ ہے، حکومت جب دولت کا بے دریغ استعمال کرتی ہے۔ اور VIP کلچر کا راندہ رہتی ہے، تو اس کے احکامات میں اضافہ ایک لازمی امر بن جاتا ہے، انڈیا بھاری اشارہ اہلانت سے عہدہ دار ہونے کے لئے بھاری ذرائع اور زرعی پیداوار پر پختہ ٹیکس عائد کیے جاتے ہیں، جس سے موٹائی کا حکوت انتہا پاتا ہے۔ اور عام شہری کی زندگی متاثر ہو جاتی ہے، آپ پیداوار کے ذرائع پر کم سے کم ٹیکس عائد کرنے کے

داری رہے خزانہ پر واجب ہے، اسی طرح سرکاری کاموں کے لئے ملازمین کی کثرت بھی خزانہ کے لئے وجہ ہے۔ راجس حکومت کا کام انتظامی اور مجموعی عملی اداروں کی قدر پر نظر رکھنا ہے۔ یہ داری ذرائع صنعتی ملازمین میں مختلف کام کرنے والے افراد کے سرکاری ملازمین میں شامل ہے۔ شاید یہی وجہ ہے، کہ ملک میں ملازمین کی کثرت کو روکا گیا جائے۔ بالخصوص آپ لگائوں میں تحلیف اور ملازمین کی تعداد میں کمی کا حکم دے دیتے ہیں۔

ملازمین کی تنخواہیں اور دوسری مراعات: آپ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں کے بارے میں بتاتے ہیں۔ تنخواہ اور قدر کم ہو کہ ان میں بڑی پیدا ہو، اور نہ اتنی زیادہ ہو، کہ بیت المال ان کا پانچ سدانے سے عاجز ہو جائے۔ وہ ملازمین کے لئے مظاہر ہو سکتا اور دوسری سولیات کو بھی دیا جاسکتا۔ یہی قرار دیتے ہیں۔

فاذا بعث الامام العامل فی صدقات سنة فليجعل له فيها ما يكفي مؤننه ويفضل فضل بقدر به على حاجته من هذه الحوائج فان الزائد لا حد له والمؤنونة بدون زيادة لا يهباء لها العامل ولا يرغب فيها. (۳۸)

(ترجمہ) جب کے امام کسی کو سال بھر کے لئے عامل بنا کر بھیجے، تو اس قدر روزانہ مقرر کرے، جو اس کے خرچ کے لئے کافی ہو، اور اس میں اتنی چٹ کر سکے، کہ ضروریات زندگی اس سے پوری کر سکے، اس فقین کی ضرورت اس لئے پیش آئی، کہ زائد کی تو کوئی حد نہیں، اور اگر یہ مقدمہ مناسب ہے کہ ہو، تو عامل اسے تھوڑے معاف کے لئے کام کرنا پسند نہیں کرے۔

مجھ

اس سے واضح ہے، کہ ملازمین کو حسب حال روزانہ دینا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ ملازمین کے لئے بعض حالات میں اس کے علاوہ دوسری مراعات مثلاً مسکن، خادم، گور، ملازم، معالجہ وغیرہ فراہم کی جاسکتی ہیں۔ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ (۳۹)

قابل ہیں۔ اس حوصلہ افراد اقدام سے جہاں اندرون ملک ضروریات زندگی مہیا کرنے میں سہولت ہو گی، وہاں بیرون ملک درمیان میں اضافہ کے مواقع ہاتھ آئیں گے۔

بیت المال پر یہ چھ کم ہو: آپ فرماتے ہیں، کہ حکومت کے مال تمام کو درست رکھنے کے ضروری ہے، کہ حکومت کے تنخواہ دار طبقہ کو مختار ضرورت کے مطابق رکھنا چاہیے۔ تاکہ وہ ملک کے بارے میں امور ان لوگوں پر کڑی نظر رکھیں چاہئے، جو مفت خوردگی کے عادی ہوں اور حکومت کے دامین سے وابستہ ہو کر کیلون اور بیٹوں سے کمانے کو دیکھ رہے ہوں۔

و غالب سب خراب البلدان فی هذا الزمان شان احدھما تضيق علی بیت المال بان یعادوا لکنسب بالاختصاص علی انھم من الغزاة او من العلماء الذین لھم حق فیہ او من الذین حیوت عادة الملوك بصلیھم کالزهاد والشعراء او بوجہ من وجوہ التکندی.... انما تصلح المبدیة بالجماعة البسرة والقائمة الحلقہ بقدر الضرورة (۳۷)

(ترجمہ) اس زمانے میں ملک کے خرابی اور غریبی کے دو سبب ہیں، ایک بیت المال یعنی ملک کے خزانے پر تنگی، دوسرا طرح کے لوگوں کو یہ عادت پڑ گئی ہے، کہ کسی محنت کے بغیر خزانے سے روپیہ اس دھڑی سے حاصل کریں کہ وہ سپاہی ہیں، یا عالم ہیں، جن کا حق اس خزانے کی آمدنی میں ہے، یا ان لوگوں میں سے ہے، جن کو بادشاہ خود انعام اور اکرام دے کر رہے ہیں، جیسے زاپ، پیشہ ور، صوفی اور شاعر۔ تقریباً شری زندگی کی بھڑی اس میں ہے، کہ ٹیکس کم کر چکے ہوں، اور ملازمین اور محافظین کی تعداد بھر ضرورت ہو۔

آپ کے ان افکار سے واضح ہے، کہ تنگی ترقی کے لئے ضروری ہے، کہ ملک کا ہر باشندہ حصول معاش کے لئے سب کا کوئی طریقہ اختیار کرے۔ مفت خوردگی کی لغت سے چاہے شری کا فرض ہے، دوسری بات یہ سامنے آئی ہے، کہ ملازمین کی تعداد بھر ضرورت ہو، کیونکہ سب کا رزق مفت

حاکم کے اخراجات : حاکم اور اہل چوک اپنے تمام اخراجات و مصالحتیں عوام کی بھائی ۔

لئے، مختلف کمروں سے اس لئے اس بیت المال سے اپنی ضروریات پوری کرنے کا حق حاصل ہے۔

آپ تمام نے اخراجات کے لئے ایک قابل شخص کو مقرر کرنے کی توجہ دی کرتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

والا حسن ان یتخب الامام نفسه (ترجمہ) سربراہ کے لئے بہتر یہ ہے، وہ کو

موانا بحیہ وصرمة من الموائی، اسے اخراجات کے لئے کسی بڑے مالے کو

یقیناً لا نہ ذالک الفع لہ واقرب الی، آہل کار کے اور مونسوں کی پرورش و افزائش

کے لئے اس کے منافع کو استعمال میں

کے لئے اس کے لئے کہ یہ زیادہ نفع بخش ہے، اور

سارہ واسهل علی القوم، (۴۰)

کام چھ نہیں چلے گا۔

آپ نے اس وقت کے اقتدار سے حکومتی امور دوسرے انتظامی امور میں مصروف افراد کے لئے

ایک بہتر ذریعہ، وحاش کی نشاندہی کی ہے کہ وہ ذاتی مصارف کے لئے سب مال بھی طور پر ذرائع قیام

کا دست کرے۔ خراج بات ہے اس سے قوی ترانہ پرانہ جو ہوا چلائے گا۔ اور اس کا خوش گوار

پودے معاشرے پر چلے گا۔

آپ حکومتی مصارف کے سلسلے میں متعدد امور کا ذکر کرتے ہیں، مثلاً قاعدہ کے مختلف

کام چلوان، سرکاروں، سرحدات اور قلعوں کی تعمیر و مرمت و حرفت اور تجارت میں ترقی کے لئے مناسب

اقدامات، اہل محکمات کی تعلیم و ترقی، عوام کی فلاح و غیرہ کا انتظام کرنا اس میں سرگرمیت

ہیں، ان امور کا تفصیلی ذکر داس مقالے کے باب پنجم بعنوان "حکومت کی اقتصادی ذمہ داریاں"

ذیل میں کیا جائے گا۔ حکومتی آمدن اور اس کے مصارف کا تفصیلی بیان اگلے باب میں آئے گا۔



حواشی

(۱) دھونی "بہادر الہانہ" ص ۷۰۔

(۲) دھونی "بہادر الہانہ" ج ۱، ص ۳۳۔

(۳) دھونی "بہادر الہانہ" ص ۶۳۔

(۴) خواجہ ساجد۔

(۵) امروہوی سید امیر "شاہد الہانہ" کی بعض ملی خصوصیات "ماہنامہ فکر و جان،

ص ۳۵۸۔

(۶) دھونی "بہادر الہانہ" ج ۱، ص ۳۳۔

(۷) دھونی "بہادر الہانہ" ص ۷۰۔

(۸) "الہادی" الاحکام السلطانیہ والولايات الدینیہ"

(۹) دھونی "ازلة الخفاء عن غلالت الخلفاء" "سجل الایڈی" لاہور، ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۲

مقدمہ۔

(۱۰) "الہادی" الاحکام السلطانیہ والولايات الدینیہ" ص ۷۰۔

(۱۱) دھونی "بہادر الہانہ" ج ۱، ص ۳۵۔

(۱۲) روزنامہ "نوائے وقت" لاہور، ۱۲ نومبر ۱۹۹۹ء۔

(۱۳) دھونی "بہادر الہانہ" ص ۷۰۔

(۱۴) خواجہ ساجد۔

(۱۵) خواجہ ساجد۔

(۱۶) سورتی لاٹنل آیت نمبر ۶۰۔

(۱۷) دھونی "بہادر الہانہ" ج ۱، ص ۳۵۔

(۱۸) "الہادی" الاحکام السلطانیہ والولايات الدینیہ" ص ۷۰، (باب اخیر) ص ۷۵۔

(۱۹) امروہوی "الاحکام السلطانیہ والولايات الدینیہ" ص ۳۴۳۔

(۲۰) "الہادی" الاحکام السلطانیہ والولايات الدینیہ" ص ۳۴۰، (باب اخیر) ص ۷۵۔

(۲۱) عبد الرحمن بن قنطاریہ، مقدمہ ابن قنطاریہ، ص ۲۲۵۔

(۲۲)۔ مسلم صحیح الامام مسلم۔

(۲۳)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۱ ص ۷۱۔

(۲۴)۔ "خوار سائق"۔

(۲۵)۔ "سورۃ النور" ۳-۱۰۔

(۲۶)۔ "صحیح تہذیب الہدایۃ" ج ۱ ص ۳۹۔

(۲۷)۔ "خوار سائق"۔

(۲۸)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۱ ص ۸۵۔

(۲۹)۔ "خوار سائق"۔

(۳۰)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۲ ص ۵۰۔

(۳۱)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۱ ص ۸۵۔

(۳۲)۔ "صحیح تہذیب الہدایۃ" ج ۲ ص ۱۵۰۔

(۳۳)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۲ ص ۵۱۔

(۳۴)۔ "خوار سائق"۔

(۳۵)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۱ ص ۳۵۔

(۳۶)۔ "خوار سائق"۔

(۳۷)۔ "خوار سائق"۔

(۳۸)۔ دحلوی "تہذیب الہدایۃ" ج ۲ ص ۱۵۱۔

(۳۹)۔ "خوار سائق"۔

(۴۰)۔ "صحیح تہذیب الہدایۃ" ج ۱ ص ۸۵۔

باب چہارم

ارتفاق چہارم

اور اس کے حساب سے ہوگا۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ سونے چاندی اور نقدی کی زکوٰۃ کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ چاندی دوسو درہم اور سونے دینار یا اس سے زیادہ ہو، دوسری یہ کہ اس پر سال گزرے گا جو جب اس میں سے چار سال بعد یعنی اڑھائی فی صد زکوٰۃ فرض ہوگی۔ واضح ہو کہ دوسو درہم کی مقدار کے متعلق پاک و ہند کے علماء میں مشہور یہی ہے کہ وہ ساڑھے ہاد تو لے چاندی کے برابر ہیں۔ جو گراموں کے لحاظ 611 گرام بنتے ہیں اور میں دینار ساڑھے سات تو لے سونے کے برابر ہیں، مختصر یہاں سو ستاسی 87.27 گرام بنتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں میں دینار اور دوسو درہم کی قیمت تقریباً برابر تھی، آج کل جبکہ انہیں اختلاف مٹھا سونے چاندی اور نقدی کرنسی کے پاس سمجرا جاتے تو مذکورہ دو اصاب میں کم مقدار کی اصاب تک پہنچ جیسا کہ فقہاء کا فائدہ ہو، وجوب زکوٰۃ کیلئے کافی ہے۔

مال کی تیسری قسم جس میں زکوٰۃ فرض ہے، وہ تجارت کا مال ہے۔ اس میں بڑی صنعتوں اور کارخانوں سے حاصل شدہ پیداوار پر زکوٰۃ فی صد کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہے یہ حکومت کے ہاں رائج آئین ہے۔ اس ضمن میں حکم خداوندی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مَا كَسَبْتُمْ (سورۃ بقرہ ۲۶۷)

زکوٰۃ کی چوتھی قسم زمین کی پیداوار سے متعلق ہے۔ اگر زمین نہ ہو یا وہ زمین سے سیراب ہو رہی ہے۔ اور اس میں محنت اور سرمایہ نہ ہو اور کاروبار نہ ہو تو اس میں نصف عشر 1/20 کے حساب سے واجب ہے، وگرنہ عشر یعنی رسواں واجب ہے۔

مذکورہ احادیث آئین کے علاوہ کلی معاملاً کی فرض سے حکومت کو یہ بھی اختیار حاصل ہے، کہ ہنگامی حالات میں اعراء پر حسب حال واجبات عائد کرے۔ تاکہ اگر ضروریات پوری ہوں اور ملک ہرجم کے بحران سے محفوظ ہو۔ اسے فقہی اصطلاح میں "ضرر اسب" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس ضمن میں اصل یہ ہے کہ جب دفاع اور نظم و نسق کی ضروریات اور فقر و غنا کی اعتبارات متدرجہ بالا دونوں سے چوری نہ ہو رہی ہوں، خاص کر پاکستان کی حالات جیسے زمانہ جنگ یا فساداتی سانے پر روزگار کی پائی اور معاشی دباؤ وغیرہ کی صورت میں تو حکومت کو اختیار ہو کہ اس کے لئے کامیاب اقدامات حاصل کرے۔

موقوفہ الصدقات بیان سے واضح ہے کہ لفظ بیت المال کا حق ہے، بیت المال کے ان جیسے ذرائع آمدن کے بارے میں ایک اصولی بات جس کا اطلاق برائے مال پر ہوتا ہے یہ ہے کہ وہ مال جو مسلموں کا حق ہو۔ لیکن اس کا ملک متعین نہ ہو بیت المال کا حصہ ہے۔ علامہ باوردی کا بھی یہی موقف ہے۔ (۱۱)

۱۔ صدقات و زکوٰۃ وغیرہ۔

صدقات واجبہ زکوٰۃ بیت المال کو مرکز مان کر فراہم کی حاجت برابری کا منظم طریقہ ہے، یہ معاشرے میں گردش دولت کا بھی بانی و راز ہے، اور عبادت بھی۔ اللہ تعالیٰ نے چار قسم کے اعمال میں زکوٰۃ فرض فرمائی ہے۔

۱۔ چرم جانے، جانورאות، گائے، بکری وغیرہ

۲۔ سونے چاندی اور نقدی وغیرہ۔

۳۔ اموال تجارت جس کی تجارت شرعاً جائز ہو۔

۴۔ زمین سے حاصل ہونے والی پیداوار، نقد، مکمل، معدنیات، دینیئے وغیرہ اموال کے ان چاروں اقسام کی تفصیل یہ ہے۔

موسیقیوں پر زکوٰۃ فرض ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اصاب کو پہنچنے کے بعد ان پر سال گزر جائے، دوسری یہ کہ ان کی پرورش سارا سال یا سال کے اکثر حصے میں جنگوں یا پہاڑوں یا سبزے کے میدانوں میں چرائے گئے ہوئے ہوں۔ اگر زیادہ نقصان اٹانے پر ہو لیکن بھی کھار کر بھی چارواں لایا جائے تو زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ انہوں گائے، بکریوں کی چوری تفصیل سب فقہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

مال کی دوسری قسم جس میں زکوٰۃ فرض ہے۔ سونے چاندی اور نقدی ہے۔ سونے چاندی اور نقدی میں زکوٰۃ اس وقت فرض ہو جاتا ہے۔ جب یہ "خاص مقدار" کو پہنچ جائے۔ خاص مقدار سے مراد اس کے اصاب کو پہنچنا ہے۔ فقہین سونے چاندی کے اصاب کے بارے میں ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب تمھارے پاس دوسو درہم ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں پانچ درہم ہیں اور تم پر کچھ لازم نہیں جب تک تمھارے پاس میں دینار یعنی سوئے میں سے نہ ہوں جب تمھارے پاس میں دینار ہوں اور ان پر سال گزر جائے تو ان میں نصف دینار ہے، پھر اگر زیادہ ہو۔"

ریاست کے مصارف۔

قرآن مزاج سے مصارف بیت المال کے بارے میں اجمالی طور پر بتاتا ہے، تاہم فقہاء اسلام نے حاصل بیت المال کو چار مختلف "بیت اموال" میں تقسیم کر کے تفصیل پیش کی ہے۔ یہ چار شعبے جو سرکاری بیت المال کے تحت تفصیل پاتے ہیں، درج ذیل ہیں۔

۱۔ مال بیت۔ مفسد اور صدقات وغیرہ۔

۲۔ زکوٰۃ اور مشر اور مسلمان تاجروں سے وصول شدہ مشورہ۔

۳۔ خراج، جزیہ اور غیر مسلم تجارت سے وصول شدہ اموال و ضرائب۔

۴۔ اموال غنایہ یعنی لاوارث مال۔

ان میں سے پہلے تینوں (۱، ۲، ۳) کے مصارف "معارف ثنائیہ" ہیں، مگر قرآن مزاج نے چوں بیان کیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ
وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي
الْزَّكَاةِ وَالْعَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَأَيْنَ السَّيْلِ مَطْرُوفَةً مِنْ اللَّهِ
عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ۔ (۱۲۰)

یہ نظم بیان ہے، مال کا اور اللہ سب کو دیکھ جائے گا۔

اس آیت مذکور میں تقسیم زکوٰۃ کی ہدایت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ یقین خود دہری خدائی نے فرمایا ہے۔

یہ فقراء، مساکین، عاصمین، موافق القلوب، موافق الحارمین، موافق سبیل اللہ و این اسمیل پر مشتمل ہیں۔

تیسرے شعبہ کے مصارف میں ہر قسم کے دغا خانہ اور شعبہ ہائے حکومت کے انتظامات کے اخراجات ہیں اور پچھتے شعبہ کے مصارف مدفوعہ عباد (پلیک اور سکس) اور تادرات پچھ کو پر ویش اور دیگر امور خیر کے لئے مختص ہیں۔

فقہاء نے پہلی تصریح کر دی ہے، کہ غلیظ مصارف خلافت کے پیش نظر ہر وقت ضرورت ایک شعبہ

سے دوسرے شعبہ کے لئے قرض لے سکتا ہے، اور جب تک اس دوسرے شعبہ میں وافر آمدنی نہ ہو دوسرے شعبوں سے اس شعبہ کی ضروری کفالت کر سکتا ہے اور یہی درجہ میں ہے۔

و علی الامام ان يجعل لكل نوع (ترجمہ) امام کے لئے ضروری ہے کہ ہر نوع کے لئے جدا حصہ دے، ولہ ان يستغرض من احدھما بیت المال کا شعبہ مخصوص کرے، اور اس کے لئے یہ لیسرفہ الآخر (۱۳) ہے کہ ایک شعبہ سے قرض لے کر دوسرے شعبہ پر خرچ کرے۔

بیت المال کے مصارف کے ضمن دو انواع میں مندرجہ طور پر مشتمل ہو کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) زکوٰۃ و شرع، جن کی آمدنی کے مصارف مخصوص ہیں اور اولی الامر کو اس معاملہ میں حفاظت کے مرتبہ پر رکھا گیا ہے۔ (۲) خراج، ضرائب اور فنی جیسے حاصل ہیں، جو جزیہ کے مشورہ سے مصارف مملکت اور مستحقین کی ضرورت کے پیش نظر خرچ کئے جاتے ہیں، مصارف کے ضمن میں نازل ہونے والی مال کا مالک مثلی رسول اللہ صلی علیہ آیت کا مطالعہ کر کے حضرت عمر مصارف کی جامعیت کا اعتراف کرتے ہیں۔

و لما قرأ عمر هذه الآيات وما ألقى الله
علي رسول الله (الخ) قال استوعبت
المسلمين لیسرفہ (امام) الی الاھم
فلا ھم لیسرفہ فی ذالک الی مصالح
المسلمین لا مصلحة خاصة بہ۔ (۱۴)

شاہ صاحب مصارف بیت المال کے بارے میں اصولی امر کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

و اراد الشروع ان یوزع بیت المال
المیجمع فی کل بلاد علی مالہ لا تمھما (۱۵)

شاہ صاحب اس اصل کا اثبات یہ ہے، کہ بیت المال کی آمدنی کے استعمال میں مصارف عامہ کو پیش نظر رکھا جائے، پھر یہ بھی کہ جس قدر تدارک کی حفاظت ہے، ہوا ہی تو دھڑاں پر خرچ کرنا چاہیے، عدل کا بھی یہی

الفاظ ہے۔ خلافت کی ان مذکورہ اہدات آمدن مصارف کو بیان کرنے کے بعد اس سے متعلق دیگر مباحث کو

خلافت کی اقتضائی ذمہ داریاں کے ذیل میں ذکر کیا جائے گا۔

حواشی

- (۱) - وطلوی، ج۱: ج۱، ج۱، ص ۱۰۳، (باب الارتفاق الرابع)
- (۲) - وطلوی، ج۱: ج۱، ج۱، ص ۱۰۳
- (۳) - وطلوی، "ازالة الخفاء عن خلافت الخلفاء"، مقفودوم، ص ۸۹
- (۴) - وطلوی، ج۱: ج۱، ج۱، ص ۱۰۳
- (۵) - حوالہ سابق
- (۶) - وطلوی، ج۱: ج۱، ج۱، ص ۱۰۳ (بحث الجہاد)
- (۷) - الماروری علی بن محمد صیبا الزکری "الاحکام السلطانیة و الولايات الفعیة" مطبوعہ کابل، ص ۱۰۳
- (۸) - ایضاً، کتاب الاسوال، ج ۲، ص ۳۰۰
- (۹) - حوالہ سابق
- (۱۰) - وطلوی، ج۱: ج۱، ج۱، ص ۱۰۳
- (۱۱) - الماروری علی بن محمد صیبا الزکری "الاحکام السلطانیة و الولايات الفعیة" مطبوعہ کابل، ص ۱۰۰
- (۱۲) - سورة التوبة: ۶۰
- (۱۳) - علاؤ الدین محمد امین ابن عابدین "رد المحتار علی الدر المنثور" مطبوعہ بیروت، مصر، ج ۳، ص ۳۸۸
- (۱۴) - وطلوی، ج۱: ج۱، ج۱، ص ۱۰۳
- (۱۵) - حوالہ سابق

باب پنجم

خلافت کبریٰ کی اقتصادی ذمہ داریاں

ریاست کی اقتصادی ذمہ داریاں

شاہ صاحب نے اپنی کتاب "ازالة الخلفاء عن خلافت الخلفاء" میں خلافت کی جو تعریف (۱) کی ہے اس کی روشنی میں ریاست پر جو معاشی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، ان کو مطالعہ کی غرض سے درج ذیل عنوانیات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱: کفالت عامہ۔

۲: وفاقی انتظامیہ اور امن۔

۳: تقسیم دولت کے حالات کو کم کرنا۔

۱: کفالت عامہ: یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ کسی ملک کا نظام سلطنت جس قدر مضبوط اور اس ملک کے باشندوں کی ضروریات کا کفیل ہوگا، اس قدر وہ پائیدار اور موجب احترام ہوگا۔ اس ملک میں امن ہوگا اور قانون کی پابندی ہوگی۔ اسلامی نظام حکومت کے سامنے یہی نقطہ سر فرست ہے۔ اسلام انسان کے لازمی حقوق کے تحفظ کے بارے میں ریاست کو پابند کرتا ہے۔ کہ وہ ان کے تحمیل کے بارے میں کو مشغول کرے۔ معاش کے حوالے سے انسان خود روزی کے جائز ذرائعوں میں سے کسی ذریعہ کو اپنا سہ ماہ معاش کے لیے ایسے افراد نکل آتے ہیں، جو کسی عارض کی وجہ سے معاشی دوڑ میں پیچھے ہو جاتے ہیں، ایسے افراد کی معاونت و کفالت لازمی ہے۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت یہ بات پیدا کرتی ہے کہ ہر شخص کی دولت صرف اسی کے لیے ہے اور معاشی دوڑ میں جو پیچھے رہ جائے تو جو گر جائے اس سے کیا ہو جانا چاہیے۔ اسلام میں ذہنیت کی نفی کرتا ہے کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ صرف تمہاری کفالت ہے۔ نتیجہً فیصل ہے، بعد اس میں خدمت کی یہ شرط قوتیں شریک نہ ہوں گی۔ لہذا اپنی ذہنی معاش کے کمزوروں، ناداروں، افراد کو حق دینا لازمی ہے، اسلام نظام کو لوگوں کے ذریعے سے معیشت کو صحت مند بنیادوں پر استوار کرتا ہے اور اس میں "کد ادبائی" کی روح کو جاری و ساری کرتا ہے۔ اہم السنہ تشریف

لوگوں کے اس فلسفے کو جان لیوا کرتے ہیں۔

مصلحة ترجع الى المصلحة وهي ان لها
تجمع لا محالة الضعفاء وذوى الحاجة
ولذلك الحوادث تغدو على قوم وتروح
على الآخرين فللوم لكن السنة بهنهم
مواهبات الفقراء

(ترجمہ) اور سی مصلحت زکوٰۃ جس کا تال
نظام نہایت کا بہر طریقہ پر قیام ہے، اس کی
تشریح یہ ہے کہ نہایت خواہ مخہ کی مجموعے
پائے ہو، کمزور، پانچ محتاج اور غریب و
مسکین افراد اس میں موجود ہوتے ہیں، نیز
حوادث اور آفات ساری و آرضی کا نشانہ ہر قوم
کسی نہ کسی صورت میں پہنچ رہتی ہے، ہا
برآں اگر اس بات کا التزام نہ ہو کہ غریبوں،
مسکینوں اور ارباب حاجت کی دستگیری کی
جائے، تو اس کا نتیجہ قوم کی ہلاکت ہوگا، اس
قسم کے واجبات ہر قوم کی مشترکہ افروض
کے لیے ان پر عائد کیے جاتے ہیں، چونکہ ان
کا بقا بعد ادا کرنا بعض کے نزدیک دشوار اور
بعض کے نزدیک ناممکن ہوتا ہے، اس لیے یہ
ضروری قرار پایا، کہ ان کی وصولی کا اہتمام
تہمت خود کرے۔

سنہ (۲)

شاہ صاحب کی اس فکر انگیز عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ریاست اس بات کی ذمہ داری ہے کہ
اس کی حدود میں رہنے والا کوئی فرد خواہ اس کی وجہ سے روزگاری ہو یا فقر ہو یا معذوری ہو یا بیماری
حاش ضروریات سے محروم نہ ہو، آپ کی نظر میں ہو کہ وہاں اور دوسری بنیادی ضروریات کی
فہم کے لیے حکومت پر زکوٰۃ کی وصولی لازمی ہے، تاکہ سب کی کفالت آسانی سے ہو، اس اعتبار سے
موجودہ کفالت (Security scheme) کی ایک بہتر شکل ہے۔ اسلامی تہمت کا یہ ایک مستحق
نہ ہے، جو اس کو اپنے مصارف میں خرچ کر سکیں۔

شافعی مذہب کے مشہور عالم علامہ رحمہ اللہ دفع ضرر عن المسلمین کے ذیل میں ریاست اور انقیاد دونوں کو مسئول قرار دیتے ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں۔

ودفع ضرر المسلمین واهل الذمۃ
تکسوة عار مایستور عورتہ او بھشی
بدنہ مما یستر واطعام جائع اذلم
بندفع ذالک الضرر بزرکاة و مسہم
المصالح من بیت المال لعدم شیء
لیہ اولیٰ منع مولیٰہ و لو ظلماً... ومنہ
یؤخذ انه لو سئل قادر لی دفع ضرر
لم یجزلہ الا منع وان کان هناك
قادر آخر. (۵)

نہ ہو سکتا ہو، یا تو اس لیے کہ بیست
السال میں کچھ موجود نہ ہو، یا اس کا منتظم
نظم کر کے ادا نہ کرنا ہو، اسی سے یہ بات
بھی معلوم ہوتی کہ اگر کوئی شخص جو اس ضرر
کو دفع کرنے پر قادر ہو تو مطالبہ کی ضرورت
میں اس کا انکار جائز نہیں، خود دوسرا شخص
بھی دفع ضرر کے لئے موجود ہو۔

ان بالا اوقات سے ثابت ہے، کہ حکیمی حالات میں ریاستی اختیارات بلا وجہ چلتے ہیں، ایسے
ت میں ریاست کسی بھی شخص کی ملکیت میں مناسب انداز میں تصرف کر سکتی ہے۔ چون ذاتی
کا تصور ماننا چاہتا ہے۔ انحضرت ﷺ کی ارشاد سے بھی یہ اشارہ ملتا ہے۔

آپ ریاست کو اس بات کا ذمہ دار قرار نہیں دیتے، کہ وہ ہر شخص کو اس کی ضروریات کی
تکمیل کرنے کے لیے اشیاء و خدمات پہنچاتی رہی، بلکہ آپ کا مشاہدہ یہ ہے، کہ ریاست کا عمومی کام ان
طرح نہ چاہیے، کہ ریاست کے افراد اپنی چاہی ضروریات کو حاصل کرنے میں مشکلات سے دوچار نہ
ہوں، ہاں اگر کوئی فرد ان انتظامات کے بہرہ و اس حال میں پایا جائے، کہ وہ اپنی چاہی ضروریات کی
تکمیل سے قاصر رہ جائے، تو ریاست اس بات کی ذمہ دار ہے، کہ اس کی مناسب اعانت کرے، حکیمی
حالات میں حالات مدنی کی ضروریات کو ہر اثر نہایت میں تو تنجی پیدا کر پر عمل کرے گئے ہیں
ایسے حالات میں ریاست انقیاد کے اصول میں تصرف کا بھی حق رکھتی ہے۔ یہ تعریف مشہور ہے کہ
اس ضمن میں بعض فقہاء کے اقوال نقل کیے جاتے ہیں، اگر قاضی کا زمانہ ہو جس میں سب لوگ بھروسہ
ہوں، تو انقیاد پر ان لوگوں کی کفالت فرض کفایہ ہے۔ لو بکر جصاص لکھتے ہیں۔

ان المفروض اخر اجد هو الزکاة الا ان
تحدث امور تو جب المواسات
والا عطاء، نحو العاری المضطر
والعاری او میت لیس له من یکفله
المخ. (۳)

اس طرح تمام غرائی تحریر فرماتے ہیں۔

اذا اصاب المسلمین قحط او جندب
واشرف علی الهلاک جمع فعلی
الاغنیاء یسد مجاعتهم و یكون فوضاً
علی الکفایہ (۴)

ترجمہ۔ جب مسلمانوں کو قحط یا خشک سالی کا
سامنا ہو اور لوگ ہلاکت کے کنارے پہنچ
جائیں، تو مال دار لوگوں کی یہ ذمہ داری
ہے، کہ وہ بھوک کا انتظام کرے۔ اور یہ ان
پر فرض کفایہ ہے۔

ہی ریاست کی ذمہ داریاں میں سے شمار کرتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت عمرؓ کی رعایا پر شفقت و رحمت کو کرتے ہوئے ایک واقعہ بیان نقل کرتے ہیں۔

کان عمر بن الخطاب یطعم الناس فی المدينة وهو یطوف علیہم بیده غصاء فمر برجل یا کل بشمالہ فقال یا عبد اللہ کل یسبیلک؟ قال یا عد انظرنی مشغولہ ثلاث مرات، قال وما مشغولہ؟ اصبت یوم موته قال (واوی) فجلس عنده عمر رضی اللہ عنہ یسکئ فحعل یقول لہ من یوضیک؟ من یغسل راسک وثیابک؟ من یصنع کذا وکذا؟ فدعاه یخادم وامر برحله وطمع ما یصلحہ وما ینبغی لہ (۷)

(ترجمہ) حضرت عمرؓ مدینہ میں لوگوں کو کھانا کھاتا کرتے تھے اور مدینے میں عصا لے کر پھر کرتے تھے، اناطق سے ایک روز ایک شخص پر آپؓ کا گزر ہوا جو پاکیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا تھا، آپؓ نے اس سے فرمایا کہ: "اے عمر! ہاتھ سے کھاؤ؟" اس نے کہا: "سیرا داریاں ہاتھ مشغول ہے، میں مرتبہ یہ بات چیت ہوئی، پھر آپؓ نے اس سے پوچھا کہ تمہارا دایاں ہاتھ کس شغل میں ہے، اس نے عرض کیا، کہ غزوہ موتہ میں ماؤف ہو گیا ہے، حضرت عمرؓ جا کر اس کے پاس تھے

۔ اور آپؓ یہ دیکھ کر کہنے لگے، "کون تمہیں وضو کرتا ہوگا؟ کون تمہارا سر دھوگا ہوگا؟ کون تمہارے ہاتھ دھوگا ہوگا؟ غرض اس قسم کے بہت سے امور کا آپؓ نے ذکر کیا، اور اس کے لئے ایک خادم مقرر کر دیا، ایک سواری مقرر کر دی، اور دیگر ضروریات خورد و نوش کا بندہ دست کیا۔

آپؓ نے سیرت عمرؓ کے حوالے سے جو واقعہ نقل کیا ہے، اگر اس کی روح کو دست دی جائے تو یہ بات ایسے دور سے قائم کر سکتی ہے، جو معذور، اندھے، بھرے اور مختلف امراض میں مبتلا افراد کے لئے سب روزگار، دیکھ بھال اور مکان کا فریضہ سر انجام دیں۔ (۸)

معاشی استحکام کا اہتمام

کثالت عامہ کی طرح اجتماعی معاشی استحکام کا اہتمام بھی ریاست کے فرائض میں شامل ہے۔ اصل ریاست کی اجتماعی ترقی مختلف شعبہ ہائے حیات کی یکجہ کارکردگی اور استحکام سے عبارت ہے، اس

قال رضی اللہ عنہ من کان معہ فضل ظہر فلیعبدہ علی ما لا ظہر لہ ومن کان لہ فضل فادب فلیعبدہ علی ما زاد لہ فلذکر من اصناف العمال حتی وانما انہ لا حق لاحد من اہل الفضل وانما رغب فی ذالک اشد ترغیب لانہم کانوا فی الجہاد وکانت بالمسلمین حاجۃ واجتمع فیہ السباحۃ واقامۃ نظام الملۃ وابقاء مہج المسلمین (۶)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے فرمایا، جس کے پاس زائد سواری ہو، وہ اس شخص کو دے دے، جس کے پاس کوئی سواری نہیں ہو۔ جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اس کو دے دے جس کے پاس کھانا نہیں، اس طرح آپ ﷺ نے مال کی کئی اقسام کا ذکر کیا، حتیٰ کہ ہم (صحابہؓ) نے سمجھ لیا، کہ ہمیں اپنے زائد از ضرورت امور میں کوئی حق نہیں، (شاہ صاحب اس حدیث پر بحث کرتے ہیں) کہ آپ ﷺ نے اتفاقی مال کی شدید ترغیب اس لیے دی کہ مسلمان جہاد میں معروف تھے، اور مسلمانوں کو شدید حاجت درپیش تھی، اور اس عمل میں نظام ملت کے قیام اور مسلمانوں کی بقاء کا راز مضمر تھا۔

قدہ کو تادم معاشرے کے عہد و معیشت افراد کی کثالت کر دینی ذمہ داری ہے، اور دوسرے کثالتی اداروں کو بھی اس ضمن میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ نیز اقوام میں زائد از ضرورت اموال کو اور ہذا میں خرچ کرنے کے لئے ترغیب کثالت کافی سمجھ جاتے ہیں۔ آج کل کے عہد میں غیر معمولی طور پر شدت اختیار کر گیا ہے، قیادی ترغیبی کلمات کافی سمجھ جائیں گے، جن میں اشتیاق کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک غور طلب سوال ہے۔

معذوروں کی کثالت۔

آپ اسوۂ نفاذ راشدین سے استدلال کرتے ہوئے، معذور اور بیمار افراد کے علاج و تدبیر

ضمن میں دو کلیدی عوامل جن پر ارتقاء معیشت کا مدار ہے، شاہ صاحب کی نظر میں درج ذیل ہیں۔

۱۔ زراعت اور صنعت کی حوصلہ افزائی

ان الذراع بمنزلة الطعام والصناع
والتجار والحفظ بمنزلة الملح
المصلح (۹)

ترجمہ۔ حقیقت ہے کہ زراعت تو پیداوی
خوراک کے دینے میں ہے، جبکہ صنعت
، تجارت و دفاع خوراک میں تک جو ڈانٹ
دار کرتی ہے کہ مرتبہ پر ہے۔

آپ زراعت اور صنعت کی ترقی کیلئے مناسب اقدامات کی رہنمائی کی ذمہ داری قرار
دیتے ہیں، اس ضمن میں علی التیاری و افتادہ زمینوں کی آباد کاری، آبپاشی کے نظام میں بہتری پیدا کرنے
کیڑے ماروں کے استعمال کے بارے میں مناسب احکامات جاری کرنے کے بارے میں ہدایت ہیں۔
و منه انتشار السباع الضاربة والهوام (ترجمہ) معزات شہر میں سے یہ بھی ہے،
المؤذية فيجب السعي في الناء ها۔ کہ نقصان دہ درندے اور کیڑے مکوڑے
شر میں پھیل جائیں، تو ان کو مٹانے کی
(۱۰) جدوجہد ضروری ہے۔

اس سے واضح ہے، کہ شہری تمدن کی ترقی پر اثر انداز ہونے والی ہر چیز سے چارواستی اور
داری ہے۔ اس طرح آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانے کی رہنمائی ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے
شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

و منه حفرا لا ياب واستنباط العيون و
نقبة السفل على سواحل الانبار
التي لم تزل تفيض (ترجمہ) حکومت کی ذمہ داری ہے، کہ وہ
نہیں کھدوائے گئے حوضات
اور ساحل سمندر پر دریاؤں
(۱۱) کے کنارے پر سمندر سسکیں کے لئے
کشتیاں وغیرہ کو بنائے۔

افتادہ زمینوں کی آباد کاری کے بارے میں آپ حکومت کو پابند کرتے ہیں، کہ وہ کسانوں اور

انہوں کی آباد کاری کی ترقی دے۔

وحمل الذراع على ان لا يتر كوا
ارضا مہملۃ (۱۲) کہ وہ کسی قطعہ زمین کو خالی نہ رہے گا نہ
بھروسہ کریں۔

ذکورہ اصول رہنمائی سے واضح ہے، کہ زری ترقی کے لئے آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانے اور
انہوں کو زراعت کے آباد کرنے کی کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ اس طرح پیداوار کو نقصان پہنچانے والے ہر قسم
مضرات سے چھڑکے کیلئے حفاظتی تدابیر اختیار کرنا ایک معقول امر ہے۔ ضرورت اس بات کی
ہے، کہ شاہ صاحب کے ان اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حکومت عمل کرے تاکہ شرع پیداوار میں
کامیابی حاصل ہو۔

زری ترقی دراصل زمینوں کی آباد کاری سے عبارت ہے۔ دین فطرت نے زمین کی آبادی کے
بارے میں پروردگار سے ترقی دہی ہے، ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اشهد ان ﷺ قضی ان الارض ارض
اللہ والعباد عباد اللہ ومن احیاء موافا فہو
احق بها جاء نا هذا عن النبی ﷺ الدین
جاءوا بالصلوۃ (۱۳) ترجمہ۔ میں گواہی دیتا ہوں، کہ رسول ﷺ
نے یہ فیصلہ فرمایا، کہ زمین اللہ کی ہے، اور
بہتر ہے بھی اللہ کی ہیں، اور جو شخص کسی
مرد و زمین کو آباد کرے، وہ اس کا زیادہ حق

ہے۔ ہمیں آنحضرت ﷺ کا فیضان و کون نے پہنچایا ہے، انہوں نے آپ سے نمازوں کا نظم اور
تک پہنچایا ہے۔

ان تین روایات جنہیں شاہ ولی اللہ بھی اپنی کتاب میں نقل کرتے ہیں، واضح ہے، کہ زمین
اللہ کی ملکوت ہے، جو شخص کسی مرد و زمین کو آباد کرتا ہے، تو وہ شخص اس خاص
ارضی کا ترجمہ حق کا نام لگاتا ہے۔

یہاں یہ بات عوامت کے ضمن میں یہ ذکر کرنا مناسب ہے، کہ حضور ﷺ کے زمانے میں

حدیث موروذی معیشت والا خط تھا، جہاں سب سے بڑے عامل کی حیثیت، پیداؤں کی قراضی کو حاصل تھی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام نے لوگوں کو زمین کاشت کرنے کی ترغیب دی، جن مردہ زمینوں کا کو مالک نہ رہا وہ زمین کے مالک لاپتہ ہوں، ان کے بارے میں قانون نافذ کیا گیا کہ جو بھی ان کو تیار گا وہ ان کا مالک قرار پائے گا۔ اس طرح اس بات کی ممانعت کی گئی، کہ لوگ محض حدیثی کر کے زمین روک رکھیں۔ حضرت عمرؓ نے اس کے لئے زیادہ سے زیادہ مدت تین سال مقرر کی تھی کہ اگر کوئی تین سال کے اندر زمین تیار نہیں کرے گا، اس کا حق تحکیت سوخت ہو جائے گا۔ (۱۳)

عصر حاضر میں احیاء اموات کی اہمیت

عصر حاضر میں احیاء اموات، کی اہمیت اس طرح ابھار کر سامنے آئی ہے کہ جدید سائنس آلات نے عظیم درجہ کی طرف سے ڈھنگے ہوئے قانون اور زیر سمندر زمین کو مفید استعمال میں لایا کی راہیں کھول دی ہیں۔ اس وقت ملک عرب میں تازہ اعداد و شمار کے مطابق ۳۴۰۲۰ ملین ایکڑ زمین کاشت ہے، جبکہ ۸۰، ۱۰۰ ملین ایکڑ قابل کاشت آراضی بھڑ پڑی ہوئی ہے۔ (۱۵) کو کیا کہ قابل کاشت زمین میں ایک تہائی زمین بے کار پڑی ہے، اور احیاء کی محتاج ہے، ظاہر بات ہے، آراضی کے احیاء سے ملکی معیشت میں تبدیلی آسکتی ہے۔ لہذا ریاست کو اس ضرورت سے عہدہ بردار ہونا ہے۔

احیاء اموات کے تصور کی بنیاد پر ایک اجتہاد

دور حاضر میں احیاء اموات، کے تصور کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہ اجتہاد کیا جاسکتا ہے؟ شریعت کا فناء ہے کہ کس کو میل پیداؤں کو بے کار نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ تمام صنعت کاروں کو مجبور جاسکتا ہے، کہ وہ اپنی فیکٹریں پوری گنجائش پر چلائیں، جو مالکان ایسا نہ کر سکتے ہوں، ان سے اجازت منعتیں معاوضہ دے کر سرکاری ملکیت قرار دی جاسکتی ہیں۔ یہی قانون سازی کی جاسکتی ہے کہ اگر خاص مدت تک ایک فیکٹری بے کار رکھنے کے بعد حکومت کو حق حاصل ہوگا، کہ اگر وہ مناسب کیے اسے قومی کرے۔

۲۔ صنعت کاروں کی حوصلہ افزائی

شاہ صاحب صنعت کاروں کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

”اصل صنعت کے لئے ایسی ترغیبات اور آلات پیدا کیے جائیں کہ وہ پائے صنعتوں کو فروغ دیں اور ان میں بھر سے بھر جائیں۔“
امام ابن کثیرؒ صنعت کاروں کو آلات و لوازم سے نہیں دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ ایسے صنعت کار کو، جس پاس اپنے فن کے آلات میسر نہیں، مجلس قرار دیتے ہیں۔

فن بیان کا مسابا با لحدہ فہو معذور ترجمہ۔ جو شخص صنعت و حرفت کے حتی یجد آلات الحرفة ومن كان زارعا حتى یجد آلات الزرع (۱۶)
اور قابل اعانت ہے، جب تک کہ وہ آلات حرفت حاصل نہ کرے، اس طرح کاشت کار قابل اعانت ہے، جب تک کہ وہ کبھی باڑی کے آلات حاصل نہ کرے۔

شاہ صاحب کے ان افکار سے صنعتوں اور فیکٹریوں کے قیام کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ اس وقت امتداد قوموں کی جہاں اور نہایت بڑے درجہ میں آئیں، وہاں صنعتوں کا قیام بھی ایک ضرورت بنی ہے، ان کی مدد سے ہاں کو نوانسانی کو ملے۔ یعنی کرنے کے لئے کارآمد ہو جاتا ہے، ان جہاں میں شیعہ کی استعمال نہیں ہیں، قس قس مویشیوں میں بیٹھے، وہ کی ہیں، جہاں تک ان کو ان کے قیام سے روزگار ملے، مستند جہاں تحقق ہے، ان کے طریق پیداوار سے انسانی سوسائٹی میں بے روزگاری کو ختم ہے، پھر یہی بے روزگاری انسانی دنیا کی روحانی انقلابی اور تمدنی زندگی کے لئے شہر چلیبہ و مسکن کو قائم دیتی ہے، اس کا صلہ یہ نہیں کہ مشینی طاقت کو کھینچ چھوڑ دیا جائے، بلکہ اس کا صلہ یہی ممکن ہے، کہ مشین کے امتداد سے راتوں رات کھانے کی چیزیں صنعتوں کو ملنے شروع ہو جائیں، جگہ بھی آبادی کا ہوتے ہوئے ان کے لیے صنعتوں کو اپنا ذریعہ معاش بنائے، یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب نے گھر بیٹے اور چھوٹی صنعتوں کو اپنا پناہ دیا ہے۔

۳۔ چرخی کو حوصلہ افزائی

تجارت کا تمدنی ارتقاء میں نمایاں مقام رہا ہے، کسی خطہ میں تیار اس قدر مزید کاری

(Investment) کے لئے تیار ہوتے ہیں، جب کہ وہ اپنے خلیقہ کے لئے تیار ہوں اور ان کا گوارا ہو۔

شاہ صاحب اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنہ حمل النجار علی المبرۃ
بناتیسہم وتالیفہم وتوصیۃ اهل
البلدان یحسنوا المعاملۃ مع الغریاء
لان ذلک یفتح باب کثرۃ ورودہم۔
(۱۷)

ترجمہ۔ حکومت کے فرائض میں یہ بھی

ہے، کہ وہ چاروں کو ہر طرح کی سموت

فراہم کرے، کہ وہ باہر سے انجان لائیں،

اس طرح نئی شر کو تاکید کی جائے، کہ وہ

باہر سے آئے ہوئے چاروں کی آواہمت اور

خدمت کریں۔ ان طریقوں سے چاروں

اور سیاحوں کے راستے کھل جاتے ہیں۔

مذکورہ تصدیق سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے، کہ عصر حاضر میں بھی یہی چکیاں اس

وقت تک کسی شے میں اپنا سرمایہ نہیں لگائیں، جب تک کہ وہ خطاموں و محفوظ نہ ہو، وہاں سیاسی استحکام

اور امن لائق معابدات کی پاسداری ہو، غرض یہی لگائے ہوئی ہر طرح خلیقہ سے محفوظ ہو۔

۳۔ فلاحی عمارتوں اور مواصلات کی تعمیر و ترقی

معاشی ترقی کے لیے مواصلات، گوداموں اور مزدیاج کا وجود ایک امر ظاہر ہے، شاہ صاحب

ریاست کو ان وسائل کی فراہمی کے لیے پابند کرتے ہیں۔

ومن باب کمال الحفظ بناء الانبیۃ النبی
یشتر کون فی الانشاء بھا کلا موار
والربط والحصون والغور والا موائق
والقناطر و منه حفر الآبار واستباط
العیون وتہبۃ السبل علی مواصل
الانہار۔ (۱۸)

ترجمہ۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ایسی

تعمیرات پر توجہ دے، جن کا تعلق رفاہ

مائدہ سے ہو، مثلاً شہر پتہ، فضیل کا تعمیر کرنا

، شہر میں اہل شر کی ضرورت کے لئے بازار

کا بنانا مسافروں کے لئے ہر شہر میں صہبان

سراے (ہوٹل) تعمیر کرنا، چٹان پانی کی کمی

بہاؤں،

خواب نگہ دار اور پانی کا انتظام کرنا، چاروں کی چلنی کی تعمیر کرنا یا اگر ایسا نہ ہو تو کھانا پر

نہ سب تعداد کا موجود رہنا ضروری اور ریاستی ذمہ داری ہے۔

ملک کی معاشی ترقی کے لیے جن معاون امور کی نشان دہی گئی ہے، آج معیشت کا مسئلہ

پہنچ مراحل میں داخل ہونے کے باوجود ان امور سے مستثنیٰ نہ رہا، لہذا اباب اقتدار کو معاون معاشی

دلیات کو مطابق مل، ناگوار ان کی روایت رکھنا ضروری ہے، تاکہ معاشی استحکام ہو۔

۴۔ تعمیر یعنی نرخیوں پر نظر

بھاری نرخ طبعی قوانین و حالات کے تابع ہو یا ریاست کے کنٹرول میں، اس ضمن میں شاہ

صاحب آنحضرت علیہ السلام کی حدیث پیش کر کے بتاتے ہیں، حدیث درج ذیل ہے۔

وقیل قد غلا السعر، فسر لنا فقال
علیہ السلام ان اللہ تعالیٰ هو السعر
هو القابض الباسط الزاوی وانی
لا رجو ان اتقی اللہ تعالیٰ ولیس لی
احدی یبذلنی بمظلمۃ۔ (۱۹)

ترجمہ۔ لوگوں نے ایک مرتبہ

حضور علیہ السلام سے عرض کیا کہ نرخ چڑھ گئے

ہیں، اس لیے آپ تمہارے لیے نرخ مقرر

فرمادیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے شک

احدی یبذلنی بمظلمۃ۔ (۱۹)

اللہ ہی نرخ مقرر کرنے والا ہے،

میں کوئی ایسا نہیں ہے، جو میری حالت میں اس حالت میں طاقت

بروں، کہ مجھ سے کوئی ایسا نہ ہو۔

اس حدیث کی غرض کا اشارہ ایک اور اثر سے ملتا ہے، دعا الناس یوزق

بعض کو روزی پہنچانا

نقل کر دو حدیث سے واضح ہے، کہ مارکیٹ کو اس کے طبعی قوانین کے تابع رکھا جائے، تاکہ

عرب و سہ (Demand and Supply) کی حیثیت سے نہ ہو، بلکہ یہ ایک قانون ہے، جس کے تحت

نرخ پابندی سے نہ لگائی جائے، بلکہ یہ ایک قانون ہے، جس کے تحت

نرخ پابندی سے نہ لگائی جائے، بلکہ یہ ایک قانون ہے، جس کے تحت

نرخ پابندی سے نہ لگائی جائے، بلکہ یہ ایک قانون ہے، جس کے تحت

نرخ پابندی سے نہ لگائی جائے، بلکہ یہ ایک قانون ہے، جس کے تحت

ہوتی ہے۔ شاید شاہ صاحب نے اس بارہ میں حدیث سے اس کا مطلب آزاد سمجھتی منزل کی حمایت
 اور آخرت میں جہنم کے قہر میں بدعت کو غرضت سے تعبیر فرمایا ہے۔
 تاہم حاتم بن ابی بلتعہ کا واقعہ جو احادیث میں مذکور ہے، اور جس کو شاہ صاحب نے بھی
 اپنی کتاب، اذکار اللہاء عن حلیۃ الخلفاء، میں نقل کیا ہے، وہ کہ حاتم بن ابی بلتعہ زبیب سے
 بھرتے ہوئے قلیہ بازار میں فروخت کر رہا تھا کہ غلیظ وقت حضرت عمرؓ نے اس سے پوچھا، کس بھڑ
 فروخت کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب میں کہا، میں درہم۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ
 طاغوت سے ایک قافلہ آیا ہے جو زبیب بھر کر لایا وہ بھی کسی نرخ سے نہیں ہیں، جو تم کہتے ہو، سو یا تو بڑا صاف
 اور غریب اور اپنے صاحب سے جدا ہو چکا، یا پھر حضرت عمرؓ نے اسے اپنے گھس جانا ہے یا تو اس سے
 پاس آکر فرمانے لگے، میں نے جو تم سے کہا تھا، کوئی حکم یا فیصلہ کے طور پر نہیں کہا تھا، بلکہ اہل شرکی خیر
 خواہی کے ارادے سے کہا تھا۔ (۲۰)

یہاں اس واقعہ سے سمجھ جائے کہ اگرچہ وہ حدیث نہیں ہو، مگر اس کی حیثیت
 اتنی اذکار میں نہیں رہی، بلکہ مذکورہ واقعہ اپنے زمانہ سے بھی متعلق ہے، لہذا یہ حدیث سے
 عقیدہات بعد سے قہر میں اس قدر ضروری ہیں، جو حدیث اور تائید کے بغیر استعمال سے ہیں۔
 چاہا جائے کہ نرخوں پر کنٹرول و عدم کنٹرول کے معاملے میں حکومتی اختیارات کے بارے میں فقہاء و کرام
 کا ایک قاعدہ ہے۔ بحکم الضرر الخاص لاجل وقوع الضرر العام (ترجمہ) ضرر عام دور کرنے
 کے لیے ضرر خاص قابل برداشت ہے۔ اس کے ذیل میں کئی تجزیات متحرک کیے جاتے ہیں، مثلاً اگر ان
 کے زمانہ میں نرخ بندی کی جاسکتی ہے، اور اس طرح تاجروں کو من مانے دام وصول کرنے سے روک دیا
 جائے گا۔

در اصل اس ضمن میں اس سخت باری کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمام
 چیزوں کو اپنا مال قرار دیا، لہذا وہ خود کو مال نہیں سمجھتا، لہذا اس میں یہ سبق ہے کہ اگرچہ
 مثال معاشرے میں تمام عمرانی ممالک، اور معاشی عوامل کو اس طرح منظم ہو کر ہم کو اسکی سے کام کرنا
 چاہیے کہ تخریق کا کام اس سے قائم ہو جائے مثال کے طور پر صاحب ثروت اور مزدور، زمیندار اور

تعمیراتی، وہ شعبہ جس پر اس وقت سے دوش و دوش ہے، وہ شعبہ شاہ صاحب نے مذکور ہے
 ہے جو دنیا میں قوم اسلامی و مصلحتی۔ اصول پر لازم ہے کہ وہ ان شعبوں میں جو
 بات ہے۔

تعلیم

ثم لاله بد من تعليم العلوم النافعه في
 معاشه ومعاده (۲۱)
 امور سے دنیا و آخرت کی زندگی سے حاصل
 اور نفع دہی ہے۔

شاہ صاحب حکمت کی مرکزی سبج پر شیخ الاسلام کے عہدے کا وجود لازمی قرار دیتے
 ہیں۔ جس کی عمرانی میں ایک جماعت ہو جو ارشاد متین کا فریضہ ادا کرے۔ بنیادی تعلیم کے لیے وہ
 ہر شعبہ میں اساتذہ کے تعین اور مدرسہ کے قیام کو ریاستی ذمہ داری قرار دیتے ہیں اور اظہار ہیں۔
 واحباء علوم الدین کبد بنفس خود (ترجمہ) اور غلیظ یہ وہاں ہے کہ جس قدر
 قدرے کہ میسر شود مفقود سازد ہو کے علوم دینیہ کو قائم رکھے، اور ہر شعبہ
 مدرسین و درہمندی چنانچہ حضرات میں درہم کو مقرر کرے جیسا کہ حضرت
 عمرؓ عبد اللہ ابن مسعودؓ و اہل جامعہ
 کوفہ نشاندہ معقل بن یسار عبد اللہ
 ابن معقل بر مصرہ فرستاد (۲۲)
 و تدریس کے لیے ہر شعبہ

ان ارشادات سے واضح ہے کہ دینی تعلیم کا اہتمام حکومتی ذمہ داری ہے۔ دیوبندی امور کی تعلیم کے لیے محنت میں ایک ایسے کلیدی عمدے کا وجود ضروری ہے جس کا سر برو ممتاز و انشور ہو، اور مختلف علوم مثلاً طب، شعر و ادب، علم نجوم، تاریخ، وراثت اور انشاء پر وازی جیسے علوم میں مہارت تامہ رکھتا ہو یہ دراصل اس وقت علوم کی ترویج و ترقی کی مناسب منصوبہ بندی تھی، شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

واهل البلد على اكتساب القضاة (ترجمہ) اہل شر کو ترقیب دی جائے، اور
كالخط والحساب والتاريخ والطب ایسا نظام ملایا جائے کہ وہ اعلیٰ علوم حاصل
والوجوه الصحيحة من تقدمہ کریں، جیسے کھائی، پڑھائی، حساب، تاریخ
المعرفة (۲۴) طب وغیرہ اور علوم کی ترقی کے صحیح طریقے دریافت کریں۔

مذکورہ اعداد و بیانات میں علمی ترویج و ترقی کے بارے میں جو کچھ بتایا گیا اس کو وسعت دے کر ایسے اصول وضع کرنے کی ضرورت ہے۔ جن کی مدد سے علمی اور فنی اداروں کو فروغ ملے، اور یہ کہ ان اداروں سے ماہرین ہی برآمد ہوں، لہذا حکومت کو ان جیسے شعبوں کی نگرانی لازمی اور ضروری ہے۔ تعلیم ہی سے تمدن و باشعور قوم وجود میں آتی ہے۔ تعلیم دراصل حصولِ ذہنی کامیابی نہیں بلکہ یہ ایک روشنی ہے جس سے انسانی دروں مژدہ ہو کر درویشوں میں تبدیل کی جاوے گی۔

یہ سب روزگاری کے خاتمہ کے لیے حکومتی کردار

ایک صحت مند معاشرے کے ہر فرد کے لیے روزگار و کسب لازمی ہے، آپ کے نزدیک اجتماعی فلاح کے لیے معاشرے کے ہر فرد کو روزگار دیا جانا چاہیے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

انما لما كان الناس مدنيين بالطبع لا (ترجمہ) چونکہ انسان ذاتی بالطبع ہے اور انہیں
تسلب معاشهم الا بالتعاون بينهم کے تعاون کے بغیر اپنے لوازمات نہیں
برل القضاء بايجاب التعاون وان لا پانچا سکتے اس لیے شروع میں ان کو باہمی
مخلو واحد منهم عماله دخل فی تعاون کا حکم دیا گیا، تاکہ سوسائٹی کا ایک فرد
التعاون الا عند حاجة لا يخلد منها بھی حذر معقول کے بغیر بے روزگار نہ رہے۔
مدا (۲۴)

اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان مناسب تعلیم یافتہ حاصل کرنے کے زندگی کے عملی میدان میں بہ قدم ہوتا ہے، تو اسے معاش کا مسئلہ کسی مناسب کسب پر گرا کر پڑتا ہے، کسب کے اختیار کرنے پر یہ طرفہ حصولِ معاش کا ہے، تو دوسری طرف تمدن کے مختلف شعبوں کے لیے خدمات خود کو دہم ہو پاتی ہیں۔ یہ تعاون باہمی کی پیچیدہ وجود میں آتا ہے۔ جو افراد تعاون کی ان جیسی شکلوں سے محروم ہوتے ہیں، انہیں بے روزگاری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو مختلف خرابیوں کو جنم دیتی ہے، شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

وبقيت نفوس اعيت بهم المذاهب (ترجمہ) بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو
الصلحة فاصدروا الى اكساب تسکین و حیات پر بازو زاری سے کوئی کرنے
النصارى بالمدينة كالمسوفة والقصار میں ناکام رہتے ہیں۔ وہ بے روزگاری، بوجاری
والسكدي (وغیر ذالك) (۲۵) اور بیکار جیسے مصیبتیں اختیار کر لیتے ہیں۔

نہیں وہ دوا نہیں دے

حاصل یہ کہ بے روزگاری اتفاقی و غرضی ہے جس سے وہ معاشرتی پھیلاؤ وجود میں آتا ہے کہ معاشرے کی چولیس مل پاتی ہیں، ڈاکٹر، چوری، جھوٹ، قتل، بدکاری، مصمت فردوسی، غرض کہ ہر ایک میں، جو غم و غصہ اور افسانہ کی ہی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔ شاہ صاحب کی دور بین نگاہوں نے اس حقیقت کو پہلے ہی بھانپ لیا۔ اس وقت جرائم کے اعداد و شمار سے کوئی بے اندازہ لگایا جاسکتا ہے، کہ حادثاتی حالات چھڑنے میں بے روزگاری کا کتنا عمل دخل ہے۔ لہذا اس لعنت سے چھٹکارا لانے کے لیے

ضرورت اور کھت کے لیے حکومت کو حکم سے کام لینا چاہیے اور مناسب افراد کی مناسب جماعت پر کم کے بعد تعینات ہو، تاکہ بجز تباہی و آہ ہو سکیں۔

تقسیم دولت میں اعتدال

شاہ صاحب ہاں کو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور زندگی کا حرام سمجھتے ہیں۔ اس لیے وہ صرف چند لوگوں کے ہاتھوں میں اور اللہ دولت کو قدر من لگاتے ہیں۔ وہ اس ضمن میں ایسے اقدامات پر زور دیتے ہیں جو تقسیم دولت اور اس میں اعتدال کی روح پر ان چڑھانے میں عمدہ ہوں۔ وہ اقدامات درج ذیل ہیں۔

۱۔ اموال غنیمت اور تقسیم دولت

شاہ صاحب اموال غنیمت و غنیمت کی تقسیم کے لیے قرآنی احکام کے مضمرات پر بحث کرے۔
ہوئے لکھتے ہیں۔

بَلْ أَفْتَحْصِصْ هَذِهِ الْخُمْسَةَ بِالذِّكْرِ
لِلْأَهْمَامِ بِشَانِهَا وَالْوَكِيدِ أَنْ لَا يَخْلُجَ
الْخُمْسُ وَالْغَنَى الْغَنَاءَ هُمْ دَوْلَةُ بَيْنِهِمْ
فِيهِمْ لَوَا جَانِبَ الْمُحَاجِّينَ (۳۰)

(ترجمہ) خمس کے مصارف کو واضح اور
مخصوص طریقہ پر شریعت میں اس لیے ذکر
کیا گیا ہے، کہ اس کی اہمیت کو اجاگر کیا
جائے، اور تاکید کی وجہ یہ ہے، کہ مال و در
لوگ مصائبوں کی پرواہ کے بغیر خمس اور
غنی کو آپس میں ہی نہ بانٹ لیا کریں۔

مکی ذرائع آمدن میں چونکہ اس زمانہ میں قیمت کے مال کو اہم مقام حاصل تھا۔ آپ نے واضح
فرمایا، کہ ایسے اموال کا اثر مخصوص طبقہ ہی میں محسوس نہ ہو بلکہ تمام طبقات کو اس کا فائدہ پہنچا
جائے۔ دولت کی غیر نقصان دہ تقسیم جسے جہاں ایک طبقہ معاشی ضروریات سے محروم ہو کر رہ جاتا ہے تو
دوسری طرف عیش و عشرت حرص مال، انکار و انکار کا جذبہ جنم پاتا ہے، معاشرہ عملاً دو حصوں میں
تقسیم ہو جاتا ہے، اس لیے نقصان دہ تقسیم دولت کا اہتمام کرنا یا سستی نہ دلائی ہے، ایک جگہ شاہ ولی
اللہ لکھتے ہیں۔

عَا كَدَ اسْتَحْيَابِ الْمَوَاسَاةِ فِي هَذِهِ
مَسَاكَانَ مَمْلُوكٍ وَمَا لَيْسَ بِمَمْلُوكٍ
مَرَّةً ظَاهِرَةً (۳۱)

(ترجمہ) جو چیزیں کسی کی ملک ہوں، ان
کے بارے میں حضور ﷺ نے تاکید کی
ہے، کہ انہیں حدودی کے طور پر
دوسرے لوگوں کو شریک کر لینا پسندیدہ و کام
یہ اور مباح عام چیزوں پر قبضہ کرنا ان کا
حکم ہے۔

۲۔ نظام زکوٰۃ اور تقسیم دولت

معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے ضروری ہے، کہ دولت کی سزا کا رخ دولت مندوں
کی طرف ہو، عبادت کی رنگ اس کا مستقل انتظام زکوٰۃ کی صورت میں ہے، زکوٰۃ کی نہایت
حیرت انگیز دولت غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے، اس کی حکمت کے بارے میں شاہ صاحب یوں
لکھتے ہیں۔

وَيُحْيِي بَيْنَهُمْ مَوَاسِيَةً مَعَ الْغَنَى هُمْ دَوْلَةُ بَيْنِهِمْ
وَمَا تَوَخَّلَ مِنْ أَغْنِيَاءَ هُمْ وَتَوَدَّ عَلَى
فُتُورِهِمْ رَحْمَةً بَيْنَهُمْ وَحَدْبًا عَلَيْهِمْ
وَيُطْرِبُوا لَهُمْ مِنَ الْخَيْرِ انْتِظَارًا لَهُمْ مِنْ
لَوْعَةِ دُحَى جَاءَ كَرِ زَكَاةً كَالْيَوْمِ عَمَّنْ أَنْفَرُوا
النُّسْرَ (۳۲)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے صاف امان
فرمایا، کہ زکوٰۃ کے تمام منافع افراد
معاشرے کے حق میں جاتے ہیں۔ اور یہ
زکوٰۃ ان کے انقیاد سے لے کر ان فخریہ کو
لوٹا دی جائے گی۔ زکوٰۃ کا یہ حکم ان افراد

معاشرے کے لیے رحمت و شفقت کا ذریعہ ہے، اور یہی طریقہ انہیں خیر کے قریب لے جائے والا اور
ان کی اصلاحات دینے والا ہے۔

لہذا زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ جو مسلم معاشرے میں گردش سرمایہ کے موثر ذرائع
معتبر کرنا یا سختی نہ دلائی ہے۔ جس سے معاشرہ میں سوجھ بوجھ و غلط فہمیاں
انزال کی راہ مل سکتی ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے، کہ معاشرہ خواہ کتنا ہی ترقی یافتہ اور
تخلیل ہو جائے، اور غربت کے خاتمہ کے لیے کتنی ہی تدابیر بروکار لائے، تب بھی اس میں ہمارے

وفصلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المہجور
ان یسئل حتی یبلغ الکعبۃ ثم یسئل
الا علی علی الاسفل (۳۵)

(ترجمہ) حضور ﷺ نے مزے نہ کئے
معلق پر قائم ہو کر اس کے پانی کو نہ پیا
جائے، یہاں تک کہ لوہے والے کعبہ میں اس
پانی بغض نہ لگ جائے۔ اس کے بعد لوہے
والا شخص نیچے والے کے لیے چھوڑ دے۔

چونکہ شرع لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام کے اصول پر کاربند ہے۔ مثلاً ہر وہ معاملہ
جہاں لوگوں کے یکے بعد دیگرے حقوق کا مسئلہ ہو، تو ترتیب کا لحاظ رکھنا مسکت کا تقاضا ہے، پھر ایسے
معاملات میں باہمی ہمدردی و مواسات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا، واللہ اعلم بالصواب اور اسی پالیسی کی معتد بہ
عمل کر کے پانی میں چھوڑا، تو ظاہر ہے یہ علم ہو گا۔ پانی کی تقسیم کے معاملہ میں شاہ صاحب ایک
واحد نقل کرتے ہیں، جس میں پانی کے ارتکاز کی خدمت کا پہلو سامنے آتا ہے، اور تقسیماء میں عدل کا
مقصد سامنے آتا ہے۔

حضرت ابن قیمؒ نے بھی شریک ایک شاخ دینہ منورہ کے قریب وادی عریض سے نکالتا
پانی، یہ شاخ محمدی مسلک کی زمین میں سے ہو کر گزرتی تھی، مگر محمدی مسلک نے اس سے
انکار کیا۔ شاخ بن ظیفہ نے اس معاملہ میں حضرت عمرؓ سے گفتگو کی، آپ نے محمدی مسلک کو
جاء انہما کہ خاں اپنے جانی کے نقل میں یہاں رعایت فرمائی، ان کے اس میں توبہ انہما خاں قائم
ہے، تم بھی اس سے پانی لے سکو، اور اس میں تمہارا کوئی حرج بھی نہیں، پھر محمدی اصول نے
انکار ہی کیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا، خدا کی قسم وہ شر نکال کر لے جائے گا، خواہ وہ
تمہارے علم کے لوہے سے کیوں نہ گزری جائے۔ (۳۶)

نقل از روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہما خاں نے اس میں عام لینے کا حق مطالبہ کیا، دوسرے یہ کہ انہما خاں
فرمودہ محمدی وحی سے متاثر ہو کر انہما خاں نے رعایت فرمائی، تو حقیقت کا استعمال بھی جائز ہے، اس واقعہ میں
روشنی میں اسلام کا اہم اصول، حق ضرر العاص للضرر العام، مستطبق ہوتا ہے۔ اس اصل کو

دست دے کر تجدید اداک و سرمایہ کا قانون بنایا جاسکتا ہے، کیونکہ کلمہ بمعنی اس کے "عدل محمدی" کا قیام
مکمل نہیں ہے۔

۵۔ اوقاف اور تقسیم دولت

اوقاف سے مراد وہ مال یا زمینیں یا دارائے ہیں، جن کے منافع عام مسلمانوں کے مشترک
ہونے کے لیے استعمال ہوں اور کسی ایک شخص کی ملکیت نہ ہوں۔ شاہ صاحب نے اس ضمن میں عمد
روایت میں پیش آئے، واقعہ کو نقل کیا اور استدلال کیا کہ شاہ عراق کی زمینوں کو چند افراد کی ملکیت
میں دینے کی جائے تمام مسلمانوں کے انتفاع کے لیے وقت کر ہی مناسب عدل تھا، شاہ صاحب اس
واقعہ کو از روئے کرا واضح کرتے ہیں، کہ اس طریق تقسیم مال سے دولت کے بھانڈا کا رخ غریبوں اور چارہ
روٹی کی طرف ہو جائے گا۔ واقعہ کے اخروی الفاظ یہ ہیں۔

فاذا قسمت ارض العراق بعلو نجھا (ترجمہ) اگر عراق و شام کی یہ اراضی اور ان
واضع الشام بعلو جھا فما یسدہ کے مالک قیمت کے طور پر تقسیم کر دیے
الغور وما یكون للزبوة والا وامل لھذا گئے، تو سرحدات کی حفاظت کس مال سے کی
جائے گی، اور شرعوں کے محتاجوں اور
البلد وغیر ذالک (۳۷)
بیوہ عورتوں کی کفالت کمال سے کی جاسکے
گی۔

اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ زمین کے وقف سے مقصود بھی مفاد عامہ کا تحفظ ہی ہے۔

۶۔ حکام کے طرز عمل کا اثر تقسیم دولت پر

شاہ صاحب امراء و حکام کے سامنے عقائد اسلام کی عملی زندگی کے نمونے پیش کرتے ہیں،
انہوں نے اسلامی حکومت کے کم سے کم ذرائع معاش رکھنے والے شخص کی سطح پر زندگی گزار کر
دراست اور عدل کے نمونے پیش کیے۔ حضرت عمرؓ کی سیرت بیان کرتے ہوئے، شاہ صاحب تحریر
کرتے ہیں۔

نہ دولت کے ارتکاز کو کم کرنے کا ایک بواڑہ یہ ہے، اس ضمن میں شاہ صاحب نے میراث کے فطری اور جائزہ ہونے پر فکر انگیز بحث کی ہے، اور کلام وراثت کی نگرانی کو حکومت کا فریضہ قرار دیا ہے۔ میراث سے متعلق پوری تفصیل شاہ صاحب کی کتاب حجة الله اليالغہ کے متعلقہ ابواب اور دوسری انتہی کتب میں دیکھی جاسکتی ہے۔



ایک روز حضرت عمرؓ سے تشریف لائے۔ آپؓ کے ساتھیوں نے دریافت کیا، آج آپؓ کے تاخیر سے تشریف لانے کی وجہ کیا ہے۔ فرمایا، میں نے کپڑے دھوئے تھے، جب وہ سو گئے تو میں تمہارے پاس آگیا۔ (۳۸)

لباس میں اس قدر سادگی کے بعد وہ کھانے کے بارے میں اسی خلیفہ کا واقعہ یوں نقل کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ مدینہ مبارک میں گرائی ہوئی۔ آپؓ (حضرت عمرؓ) نے جو کاکھانا شروع کیا۔ یہ تک کہ جو... آپؓ کو اتفاق ہوئے، آپؓ نے اپنا ہاتھ ہم پر رکھ کر کہا، اللہ تعالیٰ سے لیے ہیں بخوبی تیرے سامنے موجود ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں پر کشادگی کرے۔ (۳۹)

اس طرح خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ (جو کہ ذاتی طور پر ایک متواضع شخصیت تھے) ان کے اہل بیت کا ذکر کرتے ہوئے شاہ صاحب رقمطراز ہیں۔

شرعیات میں مسلم سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ لوگوں کو امیروں جیسا کھانا کھلاتے تھے، خود سرکہ اور روغن زیتون کھاتے تھے۔ اس طرح (سادگی) آپؓ کے ذہب تن لباس کے بارے میں مروی ہے۔ (۴۰)

بعد کا خطاب پڑھاتے ہوئے ایسے کپڑے آپؓ کے ذہب تن تھے جن کی قیمت چار یا پانچ درہم ہوگی۔

آج جس طرح پیش و معشر کا مرض امراء و حکام سے پھیل کر عوام تک میں رواں چلا ہوا ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں شاہ صاحب کے ذکر کردہ واقعات کی روشنی میں، اگر کلام یا لاطیف سادہ نہ ہو سرکار شروع کر دے، تو عوام میں بھی امتدال کی زندگی گزارنے کا رجحان پیدا ہو گا، اور یہاں ہر گز کا جذبہ فروزہ نہ جائے گا۔ مصارف محدود ہوں گے، تو زیادہ کھاہٹ شکاری کو اپنا کر افسرانہات کے، مگر یہ سلیع اور اس طرح ملکی سلیع کم کیا جاسکتا ہے۔

۷۔ میراث و تقسیم دولت

شاہ صاحب نے اسلام کے قوانین میراث کے بارے میں شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے۔

حواشی

- (۱)۔ خلافت کی تقریباً باب سوم ۶۱ گزر چکی ہے۔ دھرانے کی ضرورت نہیں۔
- (۲)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۲ ص ۳۰۔
- (۳)۔ جہاں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مکتبہ التراث، ص ۳، ۱۰۶ مطلب فی ذکر اللعاب واللعب واللعبہ
- (۴)۔ "تہذیب اللہ البانہ" ص ۲۳۲، ۲۳۳ (۲)۔ تہذیب ملکیت مولا علی نقی (مدنی)۔
- (۵)۔ "رغیۃ البیان فی المحتاج" مطبوعۃ التراث بیروت، ج ۸، ص ۳۲ (کتاب الجہاد)۔
- (۶)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۲، ص ۸۵۔
- (۷)۔ دھولوی "ازالۃ الخلفاء عن خلافت الخلفاء" ج ۲، ص ۱۵۳۔
- (۸)۔ کلمات کی اس ریاضتی ذمہ داری سے قطع نظر اس حقیقت کو بحیثیت مسلمان نہ نظر رکھنا چاہیے اور ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ خالق دیکھ دیکھ کر وہی لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت "ذوب العلمین" ہے۔ وہ رب سے مراد پروردگار کا پانا، گھما دھات کرنا، نشوونما، حتیٰ کہ ایک چیز چھوٹے مقام سے نکلیں اور بڑھ کر بڑھ جائے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے باب کی حیثیت سے انسان کے لیے لازم است کہ وہ اپنے کردہ پیش اور ذریعہ کلمات لوگوں کی ضروریات کو پرانے کرے۔ اس ضمن میں چند امور پر تعالیٰ نے لازم قرار دی ہیں، مثلاً ذکر کعبہ، عمر، صدقہ فطر اور چار دوسرے کاموں کو انسانوں کی آلودگی پر چھوڑ دیا، جیسے مسلمانوں، فقیروں، مسافروں، والدین اور عزیزوں کے حقوق کی رعایت کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو روزی پہنچانے کا جو ذمہ لیا ہے، اس کے مظاہر فیک فیک دیکھنے سے آگے ہیں، اگر سائنسی ترقی و وسائل کی دریافت، انسانوں کی ذہنی نشوونما، آبائی میں اضافہ کی رفتار اور انسانوں کی قدرتی ضروریات وغیرہ کا تقابلی مطالعہ کیا جائے، تو پتہ چلے گا کہ یہ بیش سے رب تعالیٰ نے انسان کی حاکمیت کا وعدہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وسیع قیاس قیاس منسوب نبی کریم ﷺ اور روزی رسائی کا یہ انتظام ہر کسی احتجاج یا جھگڑے کے پیش اور خدائے الہیہ تشریع طرز پر بھی درست اس بات کی ذمہ داری ہے کہ ضروریات انسانی کو دیکھتے ہوئے دھولوی منسوب نبی کریم ﷺ کے ذکر احتجاج کے لوگوں کی ضروریات کی کلمات ہو، اس کا اندازہ دیکھ کر روایت سے بھی ہوتا ہے، ابو مینان رولی ہیں، وہ فرماتے ہیں، کہ حضرت عمرؓ نے میں آدھنجان کی طرف لپکا کر روانہ کیا، جس میں کھانا تھا، اے، حید بن قرقہ نے دولت سے میرے باپ کی کٹائی سے تیرے تیری ماں کی، اللہ اسفلوں کو

اس طرح اس کے گمراہ میں رزق پہنچاؤ، جس طرح اپنے اہل خانہ کو پہنچاتے ہو۔ تمام مخلوق حلال اللہ ہیں، اس کی کلمات کے متعلق مظاہر کا مشاہدہ کر دہ اور سبق حاصل کر دہ، البتہ معذوروں کی کلمات کا ایسی حق حکومت پر ہے رزق تخلیق الہی اللہ کریم ہے۔ مغرب کے پروفیسر و ماہر فانی منصوبہ بندی کے حوالہ سے یہ بیان ازمن ضروری ہے، کہ جس نظریہ یعنی کہ کثرت کبادی کے مقابلہ میں قلت وسائل کی بنیاد پر افراد کبادی پر رد کر دہ ہوئے نظریہ خود ایک مغروضہ پر قائم ہے، انسانی وسائل میں روز افزوں اضافہ ایک اہل حقیقت سے دوسری بات یہ کہ ضبط و کلمات کے غیر فطری طریقے اپنانے سے معاشرتی نظام متاثر ہوا، مواصلات کا خدشہ ہوا اس بارچاں زیادہ ہو ہیں، قدر میں، پائیدار ہیں، بالآخر غریب کا مسئلہ کر دہ سرمایہ دارانہ نظام سے جو اس کا انتظار ہو سکتا ہے، البتہ ایک اسلامی معاشرہ جس میں اس کی پابندی نہیں دی جاسکتی ہے۔

- (۹)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۱، ص ۳۳ (باب مہاسبہ المعبود)۔
- (۱۰)۔ حوالہ سابق۔
- (۱۱)۔ حوالہ سابق۔
- (۱۲)۔ حوالہ سابق۔
- (۱۳)۔ ظہری "تفہیم سنن ابی داؤد" مطبوعۃ الشریعہ، ساکنہ، ج ۱، ص ۳۶۶۔
- (۱۴)۔ قریشی، ابن کوم (م ۲۰۳ھ) کتاب الفرائض، مطلب، سنیہ قاہرہ، ۱۳۳۷ھ ص ۹۱۔
- (۱۵)۔ ہمارے مسائل کو ان کا مکمل (اسلامیاتی لازمی مسئلہ ۵۰۵) کو نمبر ۳۱۹) ص ۷۔
- (۱۶)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۲، ص ۳۶۔
- (۱۷)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۲، ص ۳۵۔
- (۱۸)۔ حوالہ سابق۔
- (۱۹)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۲، ص ۱۱۳ (باب احکام البیع)۔
- (۲۰)۔ دھولوی "ازالۃ الخلفاء عن خلافت الخلفاء" "سینل ایکٹیوی" لاہور و بہار، ۱۹۷۶ء ص ۳۰۰۔
- (۲۱)۔ دھولوی "تہذیب اللہ البانہ" ج ۲، ص ۱۰۶۔
- (۲۲)۔ دھولوی "ازالۃ الخلفاء عن خلافت الخلفاء" ج ۲، ص ۳۶۔

باب ششم

اسلامی معیشت کی بنیادی
قدر باہمی تعاون

نیز

(مزارعت کی حیثیت وغیرہ)



- (۲۳)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۱، ص ۳۵۔
 (۲۴)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۲، ص ۱۰۳۔
 (۲۵)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۱، ص ۳۳۔
 (۲۶)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۲، ص ۱۰۵۔
 (۲۷)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۱، ص ۲۸۔
 (۲۸)۔ حوالہ سابق۔
 (۲۹)۔ حوالہ سابق۔
 (۳۰)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۲، ص ۷۸۔
 (۳۱)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۳، ص ۱۱۱۔
 (۳۲)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۲، ص ۳۶۔
 (۳۳)۔ ابن کرم، "محلی"، ج ۳، ص ۱۵۶۔
 (۳۴)۔ دہلوی، "ازالة الخفاء عن خلافت الخلفاء"، مقصود دوم، ص ۱۰۹۔
 (۳۵)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۲، ص ۱۰۳۔
 (۳۶)۔ دہلوی، "ازالة الخفاء عن خلافت الخلفاء"، ص ۱۰۔
 (۳۷)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۲، ص ۱۰۳۔
 (۳۸)۔ دہلوی، "ازالة الخفاء عن خلافت الخلفاء"، مقصود دوم، ص ۱۰۳۔
 (۳۹)۔ حوالہ سابق۔
 (۴۰)۔ دہلوی، "تجلیات الہیہ"، ج ۳، ص ۱۰۰۔

تعاون باہمی معاشرت کی بنیادی قدر

شاہ صاحبؒ انسانی معاشرہ میں تعاون اور اشتراک کی کار فرمائی دیکھنا چاہتے ہیں، آپ فیر انسانی معاشرت کے بھی قائل نہیں ہیں۔ پھر یہ انسانیت معاشرہ کو ایک خاندان یا ایک فرد کے جسم کے مختلف اعضاء کی طرح دیکھنا چاہتے ہیں، وہ تحریر کرتے ہیں۔

وَذَاكَ اِنَّ اللّٰهَ اَوْادِلِي الْعَالَمِ النَّظَامِ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کو دنیا کا انتظام اس طرح امرهم وان يعاون بعضهم بعضا وان لا يظلم بعضهم وان يتالف بعضهم بعضاً ويصبروا، كجسد رجل واحد اذا تالم عضو منه تداعى له سائر الاعضاء بالحمى والسهر۔ (۱)

کہ جب کسی عضو کو تکلیف ہو تو سارا بدن اس کے غدار ہوئے یعنی کو محسوس کرے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ تحریر فرماتے ہیں۔

اعلم انه او جئت الحكمة ان تكون السنة بينهم ان يتعاون أهل الحي فيما بينهم يئسوا صروا و يتوا سوا وان يجعل كل واحد ضرر الآخر ونفعه بمنزلة ضرر نفسه۔ (۲)

یعنی نقصان کو اپنا فائدہ ضرر خیال کرے۔

آپ نے اس ضمن میں باہمی تعاون و اشتراک کے مختلف میدانوں اور تقاضوں کا ذکر فرمایا ہے اور ان پر مختلف عنوانات کے ساتھ بحث فرمائی ہے، جس میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ حقوق ملکیت : اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر پیدا کر کے اس کی روزی کما سامان بھی نہیں فرمایا، دیتے۔ اور سب انسانوں کو معیاری طور پر اس سے اتفاق کا حق دیا ہے۔ مگر انسان کی خود غرضانہ مسرت

اور باہمی تخاصم کو روکنے کے لیے یہ قاعدہ مقرر کر دیا، کہ جو شخص کسی قلعہ زمین سے سب پست نہیں کرنا شروع کر دے، وہ اس کی ملکیت ہوگی۔ سب کسی دوسرے کو حق نہیں کہ اس سے انتفاع کرے، تاوقتیکہ یہ مالک لالہ برفائے خود دوسرے کو اسے نہ دے یا مبادلہ کے لئے آمادہ نہ ہو جائے، اسی کا نام "حق ملکیت" ہے۔ شاہ صاحب ملکیت زمین کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

ان الکمل مال الله ليس فيه حق لاحد في الحقيقة لكن الله للمالاح لهم الانتفاع بالارض وما فيها وقعت المشاحة فكان الحكم حبس ان لا يبيع احد مما سبق اليه من غير مضارة فالارض المينة التي ليست في البلاد ولا في لقاءها اذا عمرها رجل فقد سبقت يده اليها من غير مضارة فمن حجبكم الا يبيع عنها والارض كلها في الحقيقة بمنزلة مسجد او رباط جعل وقفا على ابناء السبيل وهم شركاء فيقدم الأسبق فالأسبق ومعنى الملك في حق الأدمى كونه احق بالانتفاع من غيره۔ (۳)

(ترجمہ) سب مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس میں کسی کا حق نہیں ہے، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس کی پیداوار سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی تو لوگوں نے حرص اور لالچ کا اعتبار شروع کر دیا، اس لیے قاعدہ یہ بنایا گیا کہ جو شخص کسی زمین پر پہلے قبضہ کر لے گا مگر اس سے کسی کو نقصان اور ضرر نہ پہنچا، تو اسے فائدہ اٹھانے سے نہ ہٹایا جائے، لہذا غیر کاشت شدہ ایسی زمین کو جو شر اور اس مضامین میں نہ ہو، جو شخص پہلے کاشت کرے، بخرطاک اس سے کسی کو نقصان نہ پہنچا، تو اس کا حکم یہ ہے، کہ اسے نہ ہٹایا جائے، اور ساری زمین حقیقت میں مسجد یا

گراں کی حیثیت رکھتی ہے، یہ آئے جانے والوں کیلئے وقف ہے، سب لوگ اس میں دراز کے شریک ہیں، مگر جو پہلے آکر قبضہ کر لے، وہ اس کا مالک بن جاتا ہے، اور زمین پر کسی کے قبضہ کے صرف یہ معنی ہیں کہ اس دوسرے شخص کی نسبت اس قلعہ زمین سے فائدہ اٹھانے کا حق نہ رکھتا ہے۔

ملکیت کے اس پس منظر کے بعد اس کے مبادلہ کی مختلف شعبیں سامنے آتی ہیں، آپ بتاتے

ہیں، کہ اس کی تقسیم اور مبادلہ کیلئے قانونی و اخلاقی رو عادت رکھنا ضروری ہے تاکہ یہ تصرفات لوگوں کیلئے معاشرتی بھری کا باعث نہ بن جائیں، یوں اسلام کے نظام معیشت میں ایک فرد کا سرمایہ دوسرے کے لئے رحمت و نعمت ہونا نہ کہ ذمت۔

۳۔ مباح اشیاء پر عدم ممانعت: آپ نے نزدیک تر ان کا ایک طبعی قانون یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے عام فائدہ کے لئے پیدا کی ہیں انہیں حتی الامکان اسی شکل میں رہنا چاہیے اور ہر شخص اس سے استفادہ کر سکے وہ تحریر فرماتے ہیں۔

ومنها ان يكون الشيء مباح الاصل
كالماء العذب فينبغ ظالم عليه فيبعده
وبذلك تصرف في مال الله من غير
حق واضرار بالناس وبذلك لا يبيع
النبي ﷺ بيع فضل الماء لبيع
به الكلاء اقول هو ان يعلب رجل
على عين او واد فلا يبدع احد ليلقي
منه ماشية الا باجر قاله بقضي الى بيع
الكلاء المباح يعني يصير الرعي من
ذلك بازاء مال وهذا باطل لان الماء
الكلاء مباحان وهو قوله ﷺ يقول
الله تعالى اليوم امعك فضلي كما
منعت فضل مال تعلم يدك (۴)

نہ دے تو تو، یہ سب تک پہنچ جائے گی کہ مہان گھاس بھی تنگ کی گوری باغش ہے گی جو پانی نہ
گھاس دونوں مہان ہیں اور منہر ﷺ نے یہ فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے شخص سے فرما
گا کہ میں نے آج اپنا فضل تجھ سے روکن ہوں۔ پس کہ تو نے اس فضل (مباح اشیاء) کو روک رکھا تھا۔

اس مہارت کا حاصل ہے کہ مباح الاصل اشیاء پر کسی کا قبضہ جائز نہیں۔ شاد صاحب نے
ایمان الاصل اشیاء کے بارے میں درج ذیل حدیث نقل کی ہے۔

المسلمون شركاء في ثلاث في الماء (ترجمہ) لوگ تین چیزوں میں ایک
دوسرے کے ساتھ ہیں اور شریک ہیں یعنی
والكلاء والار. (۵)

پانی گھاس اور گھاس۔

اس حدیث کی تاویل پر پانی گھاس اور گھاس "الغاس" یعنی عام پبلک شریک سمجھی جاتی ہے۔
لیکن صرف ان ہی تین چیزوں تک اشتراک کے لئے نہ کہ محدود و محدود سمجھا جاتا ہے۔ پس اس کے
ذیل میں اور بھی ایسی چیزیں ہیں کہ جن کو اگر انفرادی ملک قرار دی جائے، تو معاشرتی عقل کا قوی
اندیشہ ہو، فقہاء نے اس کی وضاحت یوں کی۔

ليس للامان ان يقطع مالا غني
للمسلمين عنه يعني اذا كانت اجمة
او غيضة او بحر يمشون منه او
مملحة لاهل بلدة فليس للامان ان
يقطع ذلك لاحد. (۶)

نہ پارہ ہو، جس سے پانی پیتے ہوں یا نہ کھانے کی جگہ کسی خاص آبادی کی ہو یا نہ نہ ہو، گواہ کہ امام
کسی کو یہ چیزیں جاگیر میں دے۔

شاد ولی اللہ دہلوی نے اس خطہ شعر سے تصحیح یعنی وہ زمینیں جو خالی پڑی ہوں، ان کی حد
نہ کر کے فوائد کو محدود کر کے کو ظلم قرار دیا ہے، اس نفسی اصول کی روح کو کئی کاروباری امور تک
متدی ہوا جاسکتی ہے۔

لما كان الحنفى تنظيها على الناس
وعظما عليهم واضرار لغيره. (۷)
(ترجمہ) جب کہ حنفی کا دستور لوگوں کی
ضروریات میں دشواری اور ان کے
معاذیہ پر ظلم اور نقصان کا باعث ہے پس

لے اس سے منع کیا گیا ہے۔

حاصل یہ کہ آپ کی نظر میں اسلامی معاشرہ کے افراد ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں، اس لئے کائنات کی مشابہت اشیاء سے خاندان کے افراد کو عداوت کی بنیاد پر اختتام و کفر حاصل ہے۔ جانے میں ایک فرد کا طرز عمل ایمان ہو، جو دوسروں کے لئے معاشی تکلیف کا موجب نہ ہے۔

۳۔ پیشوں کی آزادی۔

مختلف پیشوں اور مناصب کے اختیار میں آپ کے نزدیک حکیمانہ طرز عمل یہ ہے کہ ہر فرد کو اس کی ذہنی و جسمانی استعداد اور ضروریات کے مطابق پیشوں کے اختیار کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ یہ طریقہ اپنی بدآگاہی ضروری ہے، کہ معاشرہ کو کوئی فرد بے کار نہ رہے بلکہ تمدن و اصلاح و ترقی کے لئے ضروری کاموں میں حصہ لے۔

لما كان الناس مدنيين بالطبع لا
تستقيم معاشيتهم الا بتعاون بينهم
مزل القضاء، ما يحتاج التعاون بينهم
والا يخلو احد منهم معاملة دحل في
التمدن الا عند حاجة لا يجد منها
مدا (۸)

اس سے ظاہر ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ معاشی میدان میں مناصب پیشے کا حصول ہر کسی کا حق ہے۔ پیشے کے اختیار کرنے میں طبائع اور حالات و ظروف کی روایت رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ انسان کے ذہنی و جسمانی قوتی کا مناسب استعمال ہو، اور زیادہ سے زیادہ حصول پیداوار ہو۔ انسانوں کے اس طور پر مل کر پیداوار میں شریک ہونے کے عمل میں ایک روح کار ہوتی ہے، جیسے شاہ صاحب "تقوان باہمی" سے ہے، کہتے ہیں۔

۴۔ عدل و مساوات کی روح۔

شاہ صاحب معاشرے میں عدل و مساوات کی روح دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ وہ اسے انسانی معاشرے کی امتداد و ترقی کا سنگ بنیاد قرار دیتے ہیں۔ وہ مفت و عدالت کی مختلف شعبہ نشانی میں ہوں اور ان کو عمل بیان کرتے ہیں۔

والعدالة اذا اعتبرت باوضاع الانسان
في قايمة ويقضيه ومشيه وكلامه وزيه
ولباسه وشعره سميت "ادبا" واذا
اعتبرت دالاموال وجمعها وصرفيها
سميت "كفاية" واذا اعتبرت
تدبير المنزل سميت "حرفة" واذا
اعتبرت تدبير المدينة سميت
"سياسة" (۹)

رکھا جائے تو اس کو "حرفیت" کا نام دیا جاتا ہے، اور جب نظام تمدن کو عدل کے ساتھ بروئے کار لانے کی کوشش کی جائے، تو اسے "سیاست" کہتے ہیں۔

اس سے واضح ہے کہ شاہ صاحب کے ہاں عدل ایک نہر گیر و جامع قدر ہے۔ جو جملہ شعبہ نشانی میں مختلف انواع و اقسام کے تمدن کے ساتھ احسان و مساوات جیسے جذبات کار فرما کر پکنا چاہتے ہیں۔

والعمدة في تحصيلها الرحمة
والمودة ولفة القلب وعلوم فصوله مع
الانقياد لافكار الكلية والنظر في
عواقب الامور. (۱۰)

رکھا جائے تو اس کو "رحمت" کا نام دیا جاتا ہے، اور جب نظام تمدن کو عدل کے ساتھ بروئے کار لانے کی کوشش کی جائے، تو اسے "سیاست" کہتے ہیں۔

معاشرے میں ہمیشہ سے ایک سلسلہ کلیہ کی حیثیت سے تسلیم کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ وہ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولما كان النظام المدينه لا يتم الا
بانشاء القنومحبة بينهم وكانت الالفه
كثيرا ما تفتنى الى بذل المحتاج اليه
ملا بدل او توقف عليه اشعث اليه
والعارفون لانتهم ايضا الامموا مساهمة القنوم
الشعيت الصدقة. (۱۳)

یعنی دین کی صورت میں پیدا ہوئیں اور اس طرح انفرادی حدود کی نئے صدقہ و خیرات کی ضرورت پیش آتی۔

احسان و تبرع کی اس روئے کو پانے کی خاطر اس کی مختلف شکلیں ہیں۔ شاہ صاحب نے ان کا احساہ درج ذیل اقسام میں کیا ہے۔

۱۔ زکوٰۃ و صدقات واجبہ : (زکوٰۃ صدقات واجبہ وغیرہ) اس سے مراد وہ شکلات ہیں، جن کو انھوں نے خدا کے احکام کے حصول اور اور اس سے مصارف دی ہیں، جن کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے۔

انما الصدقات للفقراء

۲۔ ہدیہ

ہدیہ بلا عوض اعطا ہے، جس کا مقصد صدیہ لہ کو خوش کرنا ہے۔ اس سے لوگوں کے درمیان رشتہ الفت پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ازلیہ محبت کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ جس شخص کو کوئی ہدیہ دیا جائے اسے چاہیے کہ ہدیہ کے بدلہ میں اس قسم کا ہدیہ دے یا کم از کم ہدیہ دینے والے کا شکر یہ ادا کرے۔ ہدیہ کے ترکہ واپس لے لینا عقل اور کج روی ہے اور بخیرہ کوئی بین انسان کے وقار کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے احادیث میں اس کی مذمت بیان کی گئی ہے۔ (۱۴)

یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحبؒ مواسات پر مبنی فضا قائم کرنے کے لئے غیر مشتعلانہ و مقیاری سلوک سے غرضت کا اظہار کرتے ہیں، وہ مگر جو اجتماعییت کی بولی لائی ہے عدل کا آئینہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ زور دیتے ہیں۔ مگر کے اندر آپ کے لئے اپنی فواد کے درمیان مساوات دیتے ہوئے درجہ ذیل حدیث نبوی ﷺ پیش کرتے ہیں۔

وقال عليه السلام فمن ينعل بعض
او لاده عالم ينعل الاخر ايسرك ان
يكونوا اليك في البرساء قال بلى
قال فلا اذا. (۱۵)

نہیں آپ ﷺ نے فرمایا میں اس طرح ہے انسانی نہ کرو۔

شاہ ولی اللہ اس حدیث کی تفسیر اور شرح بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فاشار النبي صلى الله عليه وسلم الى
ان تفضل بعضهم على بعض سب ان
بضمير المنفرد له على حقيقه
ويعطى على كل فقير في البر ولى
فالكل فساد المنزل (۱۶)

اور اس سے مگر کے نظام میں فساد پیدا ہوگا۔

اس کا سہل یہ ہے، کہ شاہ صاحبؒ زندگی کے تمام شعبوں میں عدل کی تعریفی پناہ ہیں۔ اور اس کے نتیجہ میں مواسات و حدودی پر مبنی تمدن وجود میں آتا ہے۔

۵۔ احسان و تبرع

شاہ صاحبؒ معاشرے کے عہدہ افروہر طبقات کی اعانت کو انسانی موماسی کی اہم ضرورت قرار دیتے ہیں۔ اور اسے انسانی معاشرے کا ایک اہم اور غیر اصول قرار دیتے ہیں، جو ہر مومسان انسانی

وصیت بھی تبرع اور احسان کی ایک قسم ہے، شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

ووصية ان كان موقفاً بالموت وانما
جوت بها السنة لان الملك في بني
آدم عارض للمعنى المشاحة فاذا
فازب ان يستغنى عنه بالموت
استحب ان يتدارك ماقرضه
ويواسي من وجب حقه عليه في مثل
هذه الساعة (۱۵)

کہ اس میں اپنی کمائی کو تو بیوں کا دارک کرے۔ اور جن افراد کے حقوق اس کے ذمہ ہوں اس آخری گھڑی میں ان کے ساتھ احسان مندانہ سلوک کرے۔

شاہ صاحب کا کہنا ہے کہ وصیت کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، پھر ہر وقت اپنے اموال سے تعلق وصیت پر رکھنی چاہیے۔ اس لیے کہ انسان کو موت معلوم نہیں۔ اس لیے انسانی بددلی سے اس فریضہ میں کوتاہی قابلِ مذمت نہیں۔

شاہ صاحب نے "عمری" کو بھی تبرع و احسان کی اقسام میں شمار کیا ہے۔ عمری سے مراد وہ ممکن ہیں جو کوئی شخص کسی اور کو احسان کے طور پر یا معاوضہ پر دے دے۔ وہ بے گھر ہو، اس کی حاجت براری سے نیک جذبات پر وان چڑھتے ہیں اور وصیت دینا محنت و جدوجہد آتی ہے۔

آپ نے احسان کی اقسام میں سے وقف پر خصوصی طور پر زور دیا ہے۔ وقف کسی چیز کی ملکیت کو ملک میں رکھتے ہوئے اس کے منافع کو حاجت مندوں کی ضروریات پوری کرنے کیلئے بلا عوض ہے۔ اسلامی صورتوں کی آہن کا ایک ذریعہ وقف بھی ہے، اس کی مزید تفصیل کو شیخ باب جلد میں دیکھیں۔

شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ جب انسان کی مانتیں یا محبتیں اور تمدن نے ترقی کی اور مہار (Barter) سے پہلے پہلے قہار پھیل گئے۔ یعنی ایک دوسرے سے ہوتے ہوئے مانتیں یا محبتیں کو تو ہلف سے اس کے عوض کپڑا مل جائے گا لیکن تو ہلف کو اس وقت جوتے کی ضرورت نہیں تھی اس لیے موچی اپنی ضروریات اپنی مصنوعات سے پوری نہ کر سکا۔ جب سوسائٹی میں اس قسم کے حاجت مند رہا ہونے لگے تو اصل مندوں نے اس کی چیز کی تلاش کی جو خود تو کسی کام کی نہ ہو، مگر معاوضہ دینے کی صلاحیت رکھتی ہو اور جلدی خراب بھی نہ ہوتی ہو اس لیے اسے سونے چاندی کا استعمال کیا جانے لگا اور یوں سکے (Coin money) کا رواج شروع ہو گیا۔ (۱۶)

انسانوں میں مہار ایک لازمی امر قرار پایا۔ مہار میں ہماعتوں یا افراد کی باہمی رضامندی سے سامان بٹے پٹے ہوتے ہیں۔ جسے معاملات سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسلامی فقہ میں معاملات کی جائزہ جائز اور حلف نہیں ہیں، مگر معاملات اور تجارت کے لیے چاندی اس لیے ہے کہ ہر ایسا معاملہ غیر مشروع اور حرام ہے۔

فان كان الا ستمعا فيها بما ليس له
دخل في التعاون كالعسر او بما هو
تراص يشبه الا قبضاب كالنوا باء فان
المفلس يضطر الي الالتزام مالا يقدر
على ايفائه وليس. رضاه رضاً في
الحقيقه فليس من العقود العرضية
ولا الاسباب الصالحة لولما هو باطل
وبسحت باصل الحكمة المدنية.
(۱۶)

(ترجمہ) آپس میں ایسے معاملات اور اتحاد کی شکیلیں جن میں تعاون کو سرے سے دخل نہ ہو، جیسے جوا بازی یا الکی باہمی رضامندی ہو، جو جبر اور زبردستی کے مطالبہ ہو، جیسے سود لینا اس لیے کہ مفلس آدمی مجبور ہو کر ایسا معاوضہ کر لیتا ہے، جس کے پورا کرنے پر وہ قادر نہیں ہوتا اور اس کی ظاہری رضامندی حقیقت میں رضامندی نہیں ہوتی، چنانچہ اس قسم کے عقود تو

پسندیدہ ہیں، اور نہ ہی یہ تھمن کے صالح اسباب میں سے ہیں، اس لیے یہ بالکل باطل ہیں، اور سیاست مذہبیہ کے اعتبار سے قطعاً حرام ہیں۔

امام النذہ نے اس ضمن میں ایسے معاملات کا ذکر کیا ہے، جن کا تعلق تجارت سے ہے، اور ان چاروں اصولوں کی نشان دہی ہے، جن سے باقی ظلم، تعدی کا انداز ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں اصولوں نے ایک حدیث ذکر کر کے مناسب نتائج اخذ کیے ہیں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (ترجمہ) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لا تلقوا الركب لبيع ولا بيع بعضكم بعضا ولا يسم الرجل على سوم أخيه ولا ناجشوا ولا بيع حاضر للنباد. کوئی آدمی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے۔ نہ کوئی اپنے بھائی کے سودا کے وقت سودا کرے اور نہ ایک دوسرے پر خرچ بڑھاوے۔

اور نہ کوئی شری کسی باہر والے دیرانی کے لیے بیع کرے۔

چونکہ ان تمام مذکورہ عقود و افعال میں مواسات و ہمدردی کا فقدان ہے، اور اس میں ایک طرح کا ظلم پایا جاتا ہے۔ اس لیے آنحضرت ﷺ نے ان امور و معاملات کو ناپسند فرمایا ہے۔ شاہ صاحب ذخیرہ واندوزی پر تنقید کرتے ہوئے قفر اڑا ہیں۔

وقال عليه اسلام الجالب موزوق (ترجمہ) آپ نے فرمایا کہ باہر سے بازار میں والہ المحتكر ملعون (۱۸) لہ لائے والا موزوق (روزی دیا ہوا) ہے، اور معتكر (ذخیرہ واندوز) ملعون ہے۔

شاہ صاحب ذخیرہ واندوزی کے بارے میں مزید باتیں تنقید کرتے ہیں۔

و ذالك لان احس المتاع مع حاجة (ترجمہ) اور یہ ذخیرہ اندوزی اس لیے اهل البلاد اليه للمجرد طلب الغلاء نہ موزوم ہے، کہ جب اہل شر کو سامان و زیادة الثمن اضراء بہم بتوقع نفع ما قیمت زیادہ کرنے کی خواہش میں اسے روکنا وهو سوء النظام المدينة. (۱۹)

اہل شر کو نقصان پہنچانے کے ذرائع نقلی و حق میں ایسا کرنا، یہ شریعہ انصاف کا امت بھی ہے۔

حاصل یہ کہ شاہ صاحب کے پاس مذکورہ اقوال کے عقود جن میں کسی بھی لحاظ سے ظلم اور تضلیل کا شائبہ پایا جاتا ہے، مذموم ہیں، شاہ صاحب نے عقود کے ضمن میں جو اصولی امور بیان کیے ہیں، ان کا اعتبار یہ ہے۔

عقود میں تعاون باہمی کی روح ہو

معاملات کی زیاد تعاون باہمی پر ہونی چاہیے۔ شاہ صاحب کا یہ قاعدہ قرآن حکیم کی اس نکتہ سے اخذ ہے۔

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان. (۲۰) (ترجمہ) کھانا کی اور پر ہیز کاری میں ایک دوسرے کی مدد کر دو اور گناہ اور ظلم پر ہرگز کسی کے ساتھ تعاون نہ کرو۔

معاملہ میں جاننیں سے حقیقی رضا کا وجود ضروری ہے، اضطراری رضا معتبر نہیں یعنی یہ نہ ہو، کہ ایک شخص پر شاذ قیمت اس معاملہ کے لیے آدہ نہیں، مگر اس کی اضطراری کیفیت اس کی ہوا، اسے قائم مقام بنائی ہو۔ قرآن حکیم کا اعلان ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَاكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ سَاحِدًا (ترجمہ) اے ایمان والو، تم آپس میں ایک دوسرے کے مال کو باطل طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تجارت کی راہ سے باہمی رضا مندی کے ساتھ معاملہ ہو۔

معاملہ میں کسی قسم کا دھوکہ شیطنت ضرر نقصان اور معصیت کا دخل نہ ہو، یعنی ہن اشیاء کا غار و بار نہ ہو، جن کا استعمال شریعت اسلامی نے حرام قرار دیا ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

افضل الكسب بيع المبرور وعمل الرجل ببلده. (ترجمہ) بہترین کسب "بیع مبرور" ہے، اور دست کاری سے معاش پیدا کرنا۔

(۲۲)

”بیع مسرور“ کی تصریح بیان کی گئی۔

بیع مسرور کا بیع و شراء کو کہتے ہیں کہ جس میں متعاقدین ایک دوسرے سے تعاون اور
تخلائی کا معاملہ کریں، نہ اس میں و حوک اور خیانت ہو اور نہ ہی بعد ازیں معصیت لازم آتی ہو۔

ان آثار سے ثابت ہے کہ اسلام میں معاملات و تجارت کا مقصد ضروریات کی تکمیل اور حاجت برآئی
ہے۔ اسکی تجارت کا معنی درج ذیل حدیث ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (تاجر رسول الله ﷺ نے فرمایا ہے
تقسان ائمان ہے نہ تقسان بیچنا ہے۔) (۲۳)

یہ دیکھ لیں کہ ایسے معاملات جن میں ”تعاون باہمی“ کے اصول اپنالے ہو رہے ہوں، آپ
کے نزدیک باطل ہیں۔ ان کی چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

☆ حصول نفع کا ایسا معاملہ جس میں باہمی تعاون قطعاً مفقود ہو، اور ایک جانب کا فائدہ دوسری
جانب کے یقینی نقصان پر مبنی ہو، مثلاً جو اداوارس کی تمام انواع ایسے معاملات میں متعاقدین میں سے
ایک کا نفع دوسرے کے سر تا سر نقصان کا سبب بنتا ہے۔ قرآن حکیم نے ان کی ممانعت فرمائی۔ (۲۴)
☆ حصول نفع کا ایسا معاملہ جس میں باہمی نہیں کسی ایک جانب حقیقی رضائے پائی جاتی ہو مگر
بعضی وقت و حقیقی رضائے متصور نہ رہتا ہو، مثلاً سودی معاملہ یا کسی کو اس کی محنت کے مقابلہ میں
غیر واجب اجرت پر رکھنا جس میں شاہ صاحب ایک حدیث نقل کرتے ہیں۔

نہی رسول الله ﷺ عن بیع (تاجر رسول الله ﷺ نے اضراری و
المضطر۔ مجبوری کی خرید و فروخت (معاملہ) کو منع
فرمایا۔

شاہ صاحب جری و اضراری رضا کے غیر مستتر ہونے کو بیان کرتے ہیں۔

قال المغلس يضطر الى الاضرار مالا (تاجر بائیں نے کہ ”نفس“ ”بیب“ مفقود
یقلد علی ایفائہ و لیس رضاه و رضا فی اور مجبور ہو جائے، تو جس چیز کے پورا کرنے
الحقیقی فلیس من العقد الموعوبہ ولا پر قدرت نہیں رہتا، اس کو اپنی تجارت میں

الاسباب الصالحة انما هو باطل و وجہ سے اپنے ذمہ لازم کر لیتا ہے، اور یہ

دعا پر مگر حقیقی رضائیں ہوتی ہیں۔ ”بیب“

سحت (۲۵)

یہ معاملہ ناپسندیدہ معاملات میں سے ہے نہ کہ کاروبار کے صالح اور درست معاملات میں سے ہے
نہ یہ معاملہ باطل اور ظلم ہے۔

انہی ایسے معاملات جن میں ”تعاون باہمی“ کی روح کارفرمانہ ہو باطل ہیں۔ شاہ صاحب بیع
الحصاة، بیع الغرر، بیع العلامہ، بیع العیش، کو اس بیاد پر ناجائز کہتے ہیں کہ
یہ ”بیب“ ”بیب“ سے مشابہ ہیں، اور متعاقدین میں سے کسی ایک کے ضرر و نقصان کا باعث بن کر یہ
”مصلحتی اور منافقہ کا موجب بنتی ہیں۔

تجارتی شراکت کی شکلیں

شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ چونکہ انسانی معاشرہ میں مختلف قوتوں اور استعدادوں کے مالک افراد
ایک وقت موجود ہوتے ہیں، اور روزمرہ کی حاجات و ضروریات کی تکمیل کے لیے ان سب کو آپس میں
تعاون کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کے درمیان الفت و محبت اور باہمی تعاون کے
رشتوں کو فروغ ہو، شاہ صاحب اداوارس کے مختلف شعبوں کی نشان دہی کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اما المعاونۃ فہی انواع منها المضاربة (تاجر) ”مضارب“ ”بیب“ بھی اداوارس
وہی ان یكون المال لانسان والعمل
فی التجارة من الآخر لیکون الربح
بینہما علی ما یستاء، و المفاوضہ ان
یعتد رجلاں مالہما سواء الشریکۃ فی
جمع ما یشترون بہ و یبعانہ و الربح
بینہما...، و العان ان یعتد الشریکۃ
فی مال معین کذا لک و یكون کل
واحد و کلاً للأخری، و شریکۃ

۱۔ شرکت مضارعت

مضارعت ایسے تجارتی معاملہ کا نام ہے، جس میں ایک جانب راس المال (سرمایہ) ہوتا ہے، اور دوسری جانب قطعاً محنت ہوتی ہے اور منافع دونوں شرکاء کے درمیان حسب قرار ملتا ہے۔

ہر قسم کے ارباب دولت واد ہیں، جن کے پاس سرمایہ کافی ہے، لیکن تجارتی کاروبار سے دو قطعاً نا آشنا ہیں، اور یہ سب سے ناچار ایسے بھی پائے جاتے ہیں جو باوجود تجارتی کاروبار میں دسترس رکھنے کے باوجود یہ سب سے محروم ہیں۔ لہذا دونوں کو جائز دولت کماتے اور خصوصاً سرمایہ سے محروم کو اپنی محنت کا پھل انہیں دینے کے لیے جسے سلوک اور ادوار باہمی کا بہترین طریقہ ہے، کہ صاحب مال اپنے مال کو اس دوسرے شخص کو کھٹکے سرمایہ کے اطمینان کے ساتھ حوالہ کر دے لہذا اس کو موقع دے کہ وہ کاروبار کرے اور اسے دونوں باہمی فائدہ دلائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نبوت سے پہلے ہی (شمار) کی محنتی میں خدیجہ الکبریٰؓ کے مال کی تجارت اسی مضارعت کے اصول پر کی تھی، امام المندھریؒ تحریر فرماتے ہیں۔

"مضارعت لوگوں کی ضروریات کے لیے جائز رکھی گئی ہے۔ اس لیے کہ بعض مال دار کاروبار سے باز اکتف اور ناچار ہوتے ہیں، اور بعض غریب، کاروبار کے ماہر اور مصالح تجارت سے خوب واقف ہوتے ہیں" (۴۷)

لہذا مضارعت کی وجہ سے ایک طرف دارکاری محنت اور ایذا ہونے سے بچ جاتی ہے، تو دوسری طرف وہ "بہ نفع تجارت" سے محروم نہیں رہتا کی صورت میں شخص کو تاجر ہونا ضروری نہیں ہوتا، نہ تجارت پر محنت پڑنے سے کھٹکے کی شکل نکل جاتی ہے۔ لہذا شرکت مضارعت تعین باہمی کی مناسب شکلیں ہیں۔ شرکت میں باہمین کی محنت کا عمل دخل ہوتا ہے، جبکہ مضارعت میں ایک جانب سرمایہ دوسری طرف محنت ہوتی ہے۔

۲۔ شرکت مفادضہ

"شرکت مفادضہ" ایسے تجارتی کاروبار کا نام ہے، جس میں کھٹکی کے طور پر چند افراد اپنا اپنا راس المال دے کر شریک بن جاتے ہیں، اور نفع نقصان میں بھی شریک اور ایک دوسرے کے ویسے کبھی ہوتے ہیں۔ (۴۸)

الصانع کخیاطین او صباغین اشترکاء
علی ان یقل کل واحد ویکون الکسب
بینہما، والشركة الوجوه
ان یشتروا ولا مال بینہما، علی ان یشتروا
بوجوه صباغیہ وشریح بینہما....
والمساقات ان تكون اصول الشجر
لرجل فیکفی مؤنہا الآخر، علی
ان المزارعة ان تكون الارض والبذر
لواحد والعمل والبشر من الآخر،
والمخارعة ان تكون الارض لواحد والبذر
والبشر والعمل من الآخر، ونوع اخر
یکون العمل من احدهما والباقي من
الآخر، ولا جناح فیہا معنی العبادہ و
المعاونة الخ. (۴۶)

کے درمیان تقسیم ہو جائے، (۷) ایک مزارعت ہے، کہ زمین اور بھیک آدمی کا ہو اور محنت دوسری طرف دوسرے آدمی کے ہوں۔ (۸) ایک مزارعت ہے کہ زمین ایک کی ہو اور بھیک، اہل اور محنت دوسرے کے ہوں، ایک اور قسم اس کی یہ ہے، کہ محنت تو ایک کی ہو اور باقی سب چیزیں دوسرے کی ہوں، (۹) ایک اجارہ ہے اس میں مزارع اور معاونت دونوں کا مفہوم ملتا ہے۔

شاہ صاحبؒ کی مذکورہ اعداد عبارت سے شرکت کی مختلف انواع پر روشنی پڑتی ہے۔ ان میں سے بعض تجارتی ہیں۔ مثلاً مضارعت، مفادضہ، ممان، منافع اور جو وغیرہ اور بعض ذراعتی شعبوں سے متعلق ہیں، مثلاً مزارعت اور ممان ذراعتی شعبوں سے متعلق شرکت کی دوسری قسم کی مزید تفصیل یہ ہے۔

اور اس معاملے کے تمام حالات میں ذمہ دار بھی رہتے ہیں "شرکت معان بھی اسی قسم کی ایک خاص شرکت کا نام ہے۔

۳۔ شرکت مصالح

شرکت مصالح میں کوئی شخص اپنے تمام سرمایہ کو دیتا ہے، جس میں چند نام نہین اور مصالح و منفعت و خیرت اپنے خرد کو شرکت کے ساتھ چلائے اور نفع و نقصان کی بنیاد پر کاروبار کا بیاد ڈالتے ہیں۔

۴۔ شرکت وجوہ

شرکت وجوہ اس تجارت کا نام ہے، کہ بغیر مال کے چند افراد کے درمیان مسداوی عمل و محنت اور کسب و اکساب پر شرکت ہو جاتی ہے، اور خبر بد و خیرت اور نفع و نقصان میں بھی برابر شرکت رکنی ہے۔

شرکت ہائے مذکورہ کی افادیت

اگر عصر حاضر میں بیان کردہ اقسام شرکت کی جملہ صورتوں کو اقتصادی نظام میں رائج کیا جائے، تو بے روزگاری اور اس کی وجہ سے پیدا شدہ عام افلاس و بد حالی پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے، اور خوش حالی کا دور پلٹ سکتا ہے مگر موجودہ سرمایہ دارانہ نظام نے ان جائز طریقوں کو ناجائز قرار دیا اور باہمی تعاون و امداد کے ان سادہ اور آسان طریقوں میں سے اقتصادی کا جہل بھادیا، بہر حال "بائی" کی پبلک انجینئرز اور سوسائٹیٹیوں کے علاوہ اگر حکومت مفاد عامہ کی خاطر کو ایم۔یو۔ سوسائٹیٹیوں اور گمراہیوں صنعتوں کو قائم کرنا چاہتی ہے، تو وہ بھی "سودی" لغت سے محفوظ رہونی چاہیے، سودی کاروبار سے کسی بھی قسم کی گمراہی پوری کر دی اور بد حالی کی مسموم فضا مٹا دی۔

ایک انجینئر اور اس کا عمل

سود کے خاتمے سے یہ وضاحت ضروری ہے، کہ اس وقت جبکہ معیشت کا مسئلہ بیچ و بیچ مراحل میں داخل ہو چکا ہے، اور آمد و آد اشیاء اور مختلف قسم کے غیر ممالک کے لین دین میں سود کا پتلیا یک عام بات ہو کر رہ گئی ہے۔ معیشت کی اس دور پید میں مسلمان کی برہت اور صنعتی مشین

اور حالت ہر دور مختلف ممالک سے لین دین پر جبکہ جائز و ناجائز رہی ہے اور اس ضمن میں کوئی بھی تجارتی کاروبار ایک کے ذریعہ چل رہی ہیں تو جس ملک میں اسلام کے اقتصادی نظام کے تحت سود اور ملک کے ن طریقہ کی اجازت نہ ہوگی وہ ملک کس طرح ان تجارتوں میں حصہ لے سکے گا اور وہ اپنی اقتصادی حالت کو کیسے بحال رکھ سکے گا۔ سو اس انجینئر کا ایک حل یہ ہے، کہ جب تک اسلامی نظام اقتصاد کا عملی تجربہ جائزہ لیں اور میں ان قوی سطح پر نہ ہو جب تک ایسے ممالک کے ساتھ جو غیر اسلامی اقتدار کے زیر اثر ہیں اور اسلام کی اصطلاح میں دارالحرب کہلاتے ہیں۔ یہ اجازت دی جائے کہ وہ سود پر قائم سرمایہ دارانہ نظام کو قبول نہ کرتے ہوئے تجارتی کاروبار کے موجودہ طریقوں کے ساتھ اس وقت تک شرکت عمل کرتے ہیں۔ جب تک صورت حال کا اقتدار اس پر ختم نہ ہوئی ہو تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان معاملات میں شرکت عمل کی گنجائش عملی سطح پر نہ جائز ہے اسلام کے مشہور فقہاء نے اہل طہارت کو اہل فحشاء سے منع کیا ہے

لا ربا بین المسلم والحرابی فی (ترجمہ) مسلمان اور حربی کے درمیان جو دارالحرب (۲۹) ایسے معاملات ہوتے ہیں، کہ اسلامی نقطہ نظر سے وہ سودی لین دین کہنا سکتے ہیں، دارالحرب کے اندر سودی شرعی اصطلاح میں شامل نہیں۔

اور اس فیصلہ کے زیر اثر اس قسم کے تمام غیر شرعی معاملات کے جوڑ کا پہلو نکل جاتا ہے، یہ اس مشکل کا ایک جائز اقتصادی حل ہے اور صاحب لغوی کی ہر ایک مبنی اور تجویہ اقتصادی معاملات میں پابندی طائی کا منظر ہے۔

فصل دوم

مزارعت شہد و صاحب بنی نضیر میں

فامره ان يعطيهم الارض البضاء على
انه كان البقر والبز والحدید من
عمر فله الثلثان ولهم الثلث وان كان
البقر والبز والحدید منهم فلعمر
الشرط ولهم الشرط. (۳۲)

(ترجمہ) یعنی کو حکم دیا کہ زمین کی خالی زمینیں
لوگوں کو کاشت کے لیے دے دو۔
اگر آلات زراعت اور عجم خلافت (عمر) کو
دیباڑے تو خلافت کو پیداوار کی دو تہائی ملے
گی، اور ان کو ایک تہائی اور اگر یہ سب ان
لوگوں کی طرف سے ہو تو پیداوار آدھ
ہوگی۔

تجلیات آرائشی کی آبدکاری کی ایک شکل

دقی طریق حضرت عمر بن عبدالمطلب نے اپنے گورنوں کو آرائشی کی آبدکاری کے بارے میں
یوں فرماں جاری کیا تھا۔

"تقداری طرف جو زمینیں ہے کہ اورانی پڑی ہوئی ہیں، ان سب کو کاشتکاروں میں تقسیم
کر دو اور پیداوار کے نصف حصہ پر ان سے معاملہ کر لو، اور اگر وہ لوگ اس پر راضی نہ ہوں، تو
پیداوار کا پانچواں حصہ دینے پر راضی ہو جائیں۔ قرابت ہی پر معاملہ کرو، حتیٰ کہ اگر وہاں حصہ
خلافت کو دینے پر راضی ہو جائیں، تو اس بھی تقسیم نہ کرنا میں دے دو، اگر اس پر بھی
وہ چاہتے ہوں تو ان میں مفت زمین تقسیم کر دو اور اگر مفت زمین لینے پر وہ آمادہ نہ ہوں، تو
سرکاری خرچہ کے اخراجات سے زمین پر کاشت کر لو، لیکن کسی صورت میں زمین بے کار نہ
رہے، ورنہ کسی سے زمین زبردستی چھینو۔" (۳۳)

مزارعت بنی نضیر میں انہوں نے انہی اہل بیت کے لیے جو خلافت کی عمرانی میں
رہے، انہوں کی حق و امتدادی تاریخ کے مطالعہ سے بات واضح ہو جاتی ہے، کہ قرابتی کے معاملہ میں حکومتی
اختیارات کچھ زیادہ سی ہیں۔ اس لیے حکومت صوبہ داری اختیارات کو کام میں لانا تو اسے قطعاً دینے کی
تہذیب۔ عمرانی نہ کرے، بنی نضیر میں عیسائیوں میں اس کا معنی نہیں تھا۔ ہوں اس لحاظ سے تجلیات آرائشی کی
آبدکاری کی ایک بھر فصل اہل فکر لکھتا ہے۔

مکہ میں مزارعت کی حیثیت معلوم کرتے ہوئے، یہ کہ تفصیلی بحث کی ضرورت اس لیے
پیش آئی۔ مزارعت بنی نضیر میں مزارعت کا معنی ہے۔ مزارعت بنی نضیر میں
تجلیات آرائشی میں پیش کرنے کے لیے اس کی حیثیت واضح کرنا ایک لازمی امر ہے۔ مزارعت کی تعریف
ملاء نے یوں بیان کی۔

فقیہ عسلاوة عن عقداؤ الذواعة معص
ہول میں تجلیات کا معاملہ کرنا مزارعت
البحار (۳۰)

زمانہ خلافت میں اس کی ایک شکل یہ تھی۔

۱: خلافت کاشتکاروں کو زمین دے کر کاشت کروائی تھی، اور بے شدہ معاملے کے مطابق فصل کا
ایک مقررہ حصہ خلافت کو دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے بنی مہملہ اہل خیبر کے ساتھ کیا تھا۔ خیبر
فتح کرنے کے بعد وہاں کی زمینیں آپ نے انہیں لوگوں کے پاس رہنے دی تھیں، اور وہ پیداوار کا نصف
حصہ خلافت کو دیا کرتے تھے، رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفاء اس سے معاملہ کو جوں کا توں باقی رکھا، مگر
جب اہل خیبر وہاں سے زمین چھوڑ کر چلے گئے، تو حضرت عمرؓ نے وہ زمین دوسرے لوگوں میں تقسیم
کر دی۔ (۳۱)

چند کہ انہی زمینوں کی پیداوار سے عمومی خرچہ اہل کا مقصد واصل ہو جاتے، اس لیے خلافت کے
لیے مناسب بنی ہو جاتے کہ وہ ان کی آبادی کاری میں سستی سے کام نہ لے۔ لیکن یہ ہے، کہ حضرت م
نے یمن کے گورنر یعنی بنی امیہ کے ہم یوں فرماں جاری کیا۔

الاقطاع اعطاء الاصل لاحياء سواء (ترجمہ) اقطاع کسی کو آباد کاری کے لیے زمین دینا ہے، خواہ اس میں شراب و خمر ہو یا خمرانج۔

امام الشافعیان ہے۔

وللسلطان اقطاعه على الملك وكذا (ترجمہ) خلیفہ کو قائلع دینا جائز ہے۔ چاہے علی عدمہ (۳۵)

قاضی ابو جری علی شارح ترمذی کا کہنا ہے۔

"اقطاع" یہ ہے جس میں ایک کا حصہ دوسرے شرکاء سے جدا کر دیا جاتا ہے کیونکہ اصولاً اراضی میں تمام لوگ برابر کے شریک ہیں۔" (۳۶)

ان تہیات سے واضح ہو جاتا ہے کہ خلافتِ اویہ میں قائلع سے قوی مداخلت کی نہ ہو۔ نہ حقیقی اور نہ ہی آباد کاری ہی مقصود، حقیقی یعنی خلیفہ کی مرضی کی نوعیت سے بھی یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے اس طور پر اکثر وہ زمین دہی جتنی بھی جو آباد کاری کی مصداق ہو جاتی ہو، یہ کہ قلعید بھی اس نوعیت کے کارولع تھا، جس کی آباد کاری دیئے جانے والے سے ممکن ہوتی اس بارے میں شاہ صاحب رقمطراز ہیں۔

ولا يقطع الا فقرا يئنا العمل (ترجمہ) یعنی اس مقدار کا قلعید دیا جائے علیہ (۳۷) جس پر کسی شخص کا کام کرنا آسان ہو۔

شاہ صاحب ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

امام راہباید کہ اقطاع کند بقدر (ترجمہ) خلیفہ کو چاہیے کہ ہر ضرورت حاجتہ (۳۸)

میں وجہ ہے کہ جب بھی قائلع میں اجتماعی معاشی ترقی کی راہ کا تقدیر ہو، تو اسے واپس لے کر مثالیں بھی تاریخ میں ملتی ہیں اس ضمن میں "کتاب الاسامی" میں ایک واقعہ درج ہے۔

"صدق اکبر نے حضرت خلیفہ کو قلعید دیا اور اس پر چند لوگوں کو گواہ کر سکے۔ بعد ازاں کے حوالہ کر، ان کو واپس میں حضرت خلیفہ کے حکام کے ہاتھ میں حضرت خلیفہ صاحب دستور حضرت خلیفہ کے پاس غنیمت پر دستخط کرانے لگے، لیکن انہوں نے یہ کہہ کر دستخط کرنے سے انکار کیا۔"

اخذوا كنه لث من دون الناس؟ (ترجمہ) کیا یہ سب آپ ہی کو مل رہے ہیں؟ دوسرے لوگ محروم رہیں؟

اس کے بعد حضرت خلیفہ صدیق اکبر کے پاس آئے اور کہا۔

والله ما دوى آتيت خليفه ام عمر؟ (ترجمہ) اللہ کی قسم میں نہیں سمجھ سکا کہ خلیفہ آپ ہیں یا عمر؟

خلیفہ ازیمینوں کی الامت میں بیادہی مقصد زمینوں کی آباد کاری ہی ہے جیسا کہ مذکورہ واقعات سے یہ بات عیاں ہے۔ خلیفہ رسول ﷺ نے اپنے اسوہ سے بھی یہ سمجھائی ہے، ایک اور واقعہ میں آپ نے ایک شخص کو زمین دی تھی، حضرت عمرؓ نے زمین کے آباد شدہ حصہ کو چھوڑ کر بچے زمین واپس لے لی۔ (۳۹)

ان واقعات سے یہ بات پابہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ خلافتِ اویہ میں زمینوں کی الامت میں بیادہی مقاصد پیش نظر رہتا تھا۔ اسلامی فلسفہ حیات اس بات کی اہمیت نہیں دیتا، کہ انسانی قوتیں یا عقلی صلاحیتوں کو بے کار چھوڑ دینا ہے، بلکہ زمینوں کی بھر استعمال کی صورت میں ہے کہ اسے سب اہل کار کے سپرد کیا جائے اور اگر کسی بھی اخلاقی اس مقصد پر زور دیتی ہو تو حکومت وقت اس کی راہنمائی کا پورا پورا اختیار حاصل ہے۔ (۴۰)

چونکہ حکومتِ اویہ میں زمین اور جائیداد پر کسی کا قبضہ ہونے کا صرف یہ مطلب ہے، کہ جس کو اس کے استعمال کا حق حاصل ہے، یہ بات اس کے قبضہ میں یا حق استعمال اس کے پاس اس وقت رہتی رہ سکتا ہے، جب تک ملحق خدا کے مقاصد وہ خلافت کا چھٹا مانگے، اور اسکی قضاء پیدا کرنے میں مددگار نہ ہو، جو حقوق کی خوشحالی اور ترقی کی ضامن ہو، لیکن جب اس میں خلاف ورزی ہونے لگے یا

ایقین طلب ہے، چنانکہ مزارعت میں صاحب زمین اجماع کی جائے فرد ہو تا ہے اس لیے یہ معاملہ کچھ
میں نوعیت کا ہے اس کی حیثیت متعین کرنے کے لیے دو باتیں قابل توجہ ہیں۔
۱۔ قرون اولیٰ میں مزارعت کی نوعیت کیا تھی۔

۲۔ قرون اولیٰ میں مزارعت کی کمالات کن لوگوں کو حاصل تھی۔
ان بالا امور پر بحث کرنے سے پہلے اسلام کی تین دیاری حقیقتوں کو پیش نظر رکھ کر ضروری

ہے۔

۱۔ حکومت مدنیہ میں زمین بھج پر جہز کا مالک حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور انسان بعیثوث "مکین" اس
سے استغناء پا رہا ہے۔ (۳۱)

۲۔ ملکیت زمین والی اور لانا مال نہیں بھج جب تک اس میں کسی بھی شخص کی سعی و جہد سے آہر کا تصور
نہیں تو ملکیت قائم ہے ورنہ غارت ہو جاتی ہے کیونکہ زمین بے کار پڑتی ہے۔ اس لیے غرض ہوسو
مستعمل ہو جاتا ہے۔ (۳۲)

۳۔ زمانہ سلف میں زمین ذاتی و قار اور اقتدار بوجھانے کے لیے کسی کو زمین دی جاتی تھی، بھج پیدا
کے بعد اس کے مفاد خلق کے لیے ملکیت ہوتے والے اشخاص ہی اس کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔ جب
یگانہ یہ ہے، کہ زمانہ خلافت میں مزارعین کون لوگ تھے۔

اس سلسلے میں جب تاریخ کا مطالعہ کیا جاتا ہے، تو بالعموم دوسروں سے کاشت کرانے والے
دی گئے ہیں، جن کو مفاد عامہ کی کوئی خدمت سپرد ہوتی تھی، اور اس حالت میں دوسروں کو کاشت
کے لیے زمین دیا کرتے تھے، جبکہ دو قومی فرائض کی جگہ داری کسی اور وجہ سے خود کاشت کرنے سے
محذور ہوتے تھے۔ (۳۳)

ماورائیں زمانہ خلافت کی یہ ایک مسلمہ حقیقت تھی، کہ نہ کسی کو بے کار رہنے دیا جاتا تھا، اور
نہ کسی کو دوسرے کی محنت سے بچاؤ کا کام دیا جاتا تھا، کاشت کرانے کا موقع فراہم کیا جاتا تھا۔ ظاہر بات ہے، کہ جب اس
نظم کا نظام قائم کرنا مطلوب ہو تو زمین کو زیر کاشت لانے کی دوسری صورتیں ممکن تھیں۔ خلافت نے
میں پہلی حالات و ظروف کی مناسبت سے دوسری شکل کو ترجیح دی۔

ان بات میں خیانت کا اندیشہ پیدا ہو جائے، تو خلافت کو اسے وچیش زمین سے بے دخل کرنے کا اختیار
حاصل ہے، خلافت کے اس اقدام میں نہ حقوق ملکیت کا کوئی حقدار مائل ہو تا ہے، نہ جذباتی چیزیں
راہنہ ملان سکتی ہیں۔

عصر حاضر میں زمینوں کی الاغت کے حوالہ سے اس بات کی بھی ضرورت ہے، کہ ایک
اقتصادی یکیش کی تشکیل ہو، جو کراشی کی الاغت میں بے ضابطگیوں کا تعین کرے، اور شرعی و را
ہو جو کراشی پاکستان کی خرابی یا معشری نوع کی تعین کرے، اول الذکر صورت میں موجود مزارعت اور
تکامل زمیندار میں اس انتظامی تبدیلی آپائے گی، کیونکہ اسلامی نوعیت کی آمدنی کی سب سے بڑی - خرابی
زمین قرار پائے گی۔ حتیٰ کہ مزید نیکس مانہ کرنے کی ضرورت بھی پیش میں آجائے گی، کیونکہ اسلامی
قانون میں عام ملوث ممالک جن میں ہر صنف پاک و بھارت کی زمینیں شامل ہیں، اخراجی کے ذیل
آتی ہیں۔ تمام اسلامی دوار میں اس پر عمل ہو تا رہے، یہاں تک کہ اس سے آہنگریوں نے نکال
دیا، اس سے وہاں کے زمینداروں کی کراشی کی حیثیت بدل گئی، اور زمینداروں کا ایک حق ہو
دیا، ان زمینداروں نے اپنی طرف سے عشر اور کار شروع کیا چونکہ خرابی زمین معشری زمینیں ان شخص
اس سے نکال دیں، ان زمین کی حیثیت ظہر اچھی ہے، ان کی ورا معلوم ہوتی ہیں زمینیں حق ہے۔

دوسرا یہ کہ دیکھا گیا ہے، کہ نو آبادیاتی دور میں یہی عکس اثرات نے اپنے مفادات کے کچھ
میں مخصوص نہ ہونے والے و غلبہ اور ان کے نتیجے میں موجود نظام نے تشکیل پونے اس طرح کہ
اموال اور دیگر مسائل پیدا ہوتے، نہ کہ دوسرا دیکش میں جائزہ لے کر فیصلہ دے، بلکہ شرعاً و عقلاً کی
اس نہ اعداد کا جائزگی قرار دی جاسکتی ہے، ان کے اس دور میں اس طرح کے
آئیے۔

کراشی کی آباد کاری کی دوسری شکل

مزارعت کی ایک اور شکل جس میں فریقین میں سے ایک صاحب زمین ہو تا
ہے، دوسرا کاشتکار۔ یہ امداد یا کسی کی ایک شکل ہے۔ اس میں اگر صاحب زمین کسی معقول وعدہ سے
کاشتکاری سے قاصر ہے، تو قیامی (مزارعت) پر معاہدہ کیا جاسکتا ہے، یا نہیں اس کی حیثیت زمینیں

مزارعت کی اس صورت کو کہ نوع کے بارے میں قاضی ابوجہیفہ کا قول یہ ہے۔

وہو عبدی جائز علی ما اشترط علیہ (ترمذی) میرے نزدیک مزارعت انہی
وعلی ما ساءت وہ الا انما (۴۴) شرطوں کے ساتھ چار بے جو آثار سے

ثابت ہیں۔

مزارعت میں شرائط محدود کی رعایت سے عروا بھی عقدان و تبارک کا جذبہ ہے۔ اور یہ
بیاری عنصر ہے کہ اس کے مفقود ہو جانے سے مزارعت کی حقیقت ہی بدل جاتی ہے۔ لیکن وجہ
ہے، کہ اگر کاشتکاری مجبوری دے لی کسی صاحب زمین کے نزدیک اور دولت کا سبب ہے یا فریقین میں سے
کسی بھی ایک طرف سے ظہور دینا چاہتی پائی جائے تو قفسہ اسلامی کا یہ فیصلہ ہے۔

قلہذا یبغی لحذیر الناس من المزارعة (ترمذی) مزارعت کی ان شکلوں سے منع کر
النبی ینتہب علیہا حرمات العامل من دینا مناسب ہے، جو کاشتکاروں کو ان کی محنت
کدہ واستغلال المالك ایاد سے محروم کر دیں اور صاحب زمین کو کاشتکار
کی محنت سے بے جا نفع کا نفاذ سے کاموقع فراہم
لحاجة (۴۵)

یہی مقدمات تھے جنہیں آنحضرت ﷺ کی باریک بین فراست نے بھانپ لیا اور آپ نے
مزارعت اور اس کی متعلقہ صورتوں کو پابند فرما کر زائد از ضرورت زمین پر کرنے کی ترمیم دی۔ اس
ضمن میں جو روایات آپ سے مروی ہیں وہ یہ ہیں۔

حضرت چار فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

من كانت له ارض فلیزرعها او (ترمذی) جس کے پاس زمین ہو وہ اس پر
لیزرعها اصابہ ولا یکرہا۔ (۴۶) خود کاشت کرے یا بھرا اپنے بھائی کو دے
دے اور کرے نہ لے۔

حضرت چار سے ایک روایت زائد از ضرورت زمین کے بارے میں عروا مروی ہے۔

لمن كانت له ارض فلیبہا او (ترمذی) جس کے پاس زمین ہو وہ اس کو بے

لیعہا (۴۷)

کر دے یا بار پڑے دے۔

اس طرح کے اقوال راہنہ مذکور سے مروی ہیں، روایتی نقل کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ یبھی عن کواء (ترمذی) رسول اللہ ﷺ نے زمین کو کریم
الارض۔ پڑھنے سے منع فرمایا۔

حضرت امام ربیع نے بھی اس مضمون کی روایت ثابت ہیں اور فرماتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ من كانت له (ترمذی) جس کے پاس زمین ہو وہ اس میں
ارض فلیزرعها او لیبتعها اصابہ فان یکتبی کرے یا اپنے بھائی کو اس کا سوا دے
انہی فلیمسک ارضہ۔ (۴۸) اور اگر وہ نہ لے تو اپنی زمین پڑی رہے

دے۔

عدم جواز مزارعت کے مضامین پر مشتمل ان روایات کی روشنی میں امام ابو حنیفہ نے مزارعت
کی ہر شکلوں کو ناجائز قرار دیا۔ جبکہ امام ابوجہیفہ نے اس کی بعض شکلوں کو جائز قرار دیا۔ ماسر محقق
دلائل متضمن ہیں مروجہ کاشتکاری کی جملہ صورتوں کو ناجائز اور حرام کے معاملات میں سے شمار
کرتے ہیں۔ قاضی محقق کے الفاظ اس ضمن میں یہ ہیں۔

”بہر حال خود اور تجویز در تجویز کر کے دیکھا جائے تو معاملہ مزارعت الہی حقیقت
دائیت اور اپنے مضمرات و مقتضیات کے لحاظ سے معاملہ روا کے مشابہ ہے جو کہ قرآن
تیمم کی رو سے حرام ہے لہذا معاملہ مزارعت کا حکم کوئی اور غیر کوئی کی حد نہیں ہے حرمت
و حاکم کا مودعہ ہے۔“ (۴۹)

مزارعت کے بارے میں قاضی محقق کا فیصلہ مبغی بر مصلحت تو قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ
تبع دلائل اور آثار کا تحقیق ہے۔ لیکن روشنی میں اس نوع کے فیصلے اختلاف کیا جاسکتا ہے، اور علماء
کی ایک جماعت مزارعت کے جواز کی قائل رہی ہے، اس وقت ضمن میں شہدائی اللہ کے انکار کی
روشنی میں اس کی وضاحت کچھ یوں ہیں۔

شہ صاحب اور مزارعت کا حکم۔

عدم جواز مزارعت والی امانت کا چرچا کب اور کیوں ہوا؟

مزارعت کے بارے میں یہ پہلو قابلِ لحاظ ہے کہ عہد نبوی ﷺ کا عہد صدیقی زمینوں کی زنی اور کرائی دونوں طریقوں پر عمل ہوا تھا۔ باختر امیر معاویہ کے دور میں عدم جواز مزارعت کا مسئلہ بنی شہد کے ساتھ چٹن کیا گیا اور جلیل اللہ حبیب رائفی نے تہذیب چہرہ میں عبد اللہ حضرت ابو یوسف رحمہ اللہ عنہ کی حدیث میں اختلاف کر کے لکھا۔ پھر یہ حدیث کی معلوم ہوتی ہے کہ عدم جواز مزارعت کی حدیثیں امیر معاویہ کے دور سے پہلے بھی ثابت ہونے لگی ہیں۔ یہ حدیثیں ان کے چرچے کی ضرورت اس سے چٹن نہیں آتی۔ ان دونوں میں مسلمانوں میں انہماک کا جذبہ موجود تھا۔ لوگ اکثر غلط زمین داری یا کرایہ پر دیتے تھے۔ قایم لوگ بھی موجود تھے، جو اپنے بھائی کو

مقت زمین دیتے تھے۔ چونکہ مسلمانوں میں اہل امارت کا مسئلہ دور عثمانی میں پیدا ہوا اس دور میں جب مسلمانوں میں وافر دولت آگئی۔ تو قاضی دولت سے مسلمانوں نے زمین کو خریدنا شروع کیا۔ اس صورتحال سے جہاں ایک طرف جاگیر داری ختم ہو گئی اور دوسری طرف مسلمانوں نے جواز مزارعت کا مسئلہ اہل امارت سے اٹھایا۔ اہل امارت کا دور کبھی اپنی زمین مفت میں دینا شروع نہ کر دیا۔ اس دور سے جس نے جب طلب کی تقسیم کو بھی چار شعبہ زمین کی قیمت کے ساتھ عہد کی قیمت میں بھی اضافہ ہوا۔ قایم حدیث میں عدم جواز مزارعت کی حدیثیں پوری قوت سے نشتر کی گئیں۔ مگر ان احادیث میں مزارعت کو یکسر حرام نہیں کیا گیا۔ (۵۳)

المحقق شاولی اللہ کے سامنے قرآن وحدیث کی تعلیمات بھی تھیں، مسلم علماء کے افکار بھی اور مسلمانوں کے ماضی اور خاص طور پر ہندوستان کے مسلمانوں حالت بھی!!! ایسے حالات میں آپ نے کاشتکاروں سے ان معاہدوں کا "معدومیت اور معدومیت" بھی لکھی۔ قرآن میں ان کی تصویب فرمائی اور بتایا کہ جب تک دونوں شرائط معاشرتی انصاف کی اس پر پورا نہ رہیں، تو کاشتکار اور مالک زمین دونوں کی درمیانی تہذیب صحابہ پر چلی گئی اور جب کسی طرف سے بھی اس میں غلطی واقع ہوئی تو معاشرتی زندگی میں اس سے آباد ہو گئے ہیں آج کے۔ اس لیے زمین سے متعلق متنوع معاہدہ مزارعت اظہار اور اجارہ وغیرہ کی صورتیں جائز ہیں۔ اہل بیت زین الدین اور جاگیر داری کا وہ حکم جس میں کاشتکار پر غم ہوتا

مزارعت کے بارے میں شاہ صاحب کا ایک نئی ہی عقل ہے، آپا جھوڑ (یعنی پیدلوار کے بعض حصہ کی شرط پر زمین پر کام کرنا اس امانت کے زمین ایک کی ہو گا اور حق اور عہد دوسرے کی نیز مزارعت یعنی پیدلوار کے بعض حصہ کی شرط پر زمین پر کام کرنا اس امانت کے زمین اور حق ایک کی ہو گا دوسرے کا ہو جائز ہے یا ناجائز؟

اس سوال کا جواب شاہ صاحب ان الفاظ میں دیتے ہیں۔

"مبطل ایس فقیر دس مسئلہ بند حسب امام احمد از جواز مزارعت"۔ (۵۰)

ایک مقام پر شاہ صاحب مزارعت کو نہ صرف جائز بلکہ عقیدت معاشرہ کی ضرورت قرار دیتے ہیں اور مزارعت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"لوگوں میں ملتی طور پر مساوات نہیں ہے مگر کن طبعیتوں میں اختلاف ہے ملاجیتوں اور استعدادوں میں فرق ہے، اس لیے صالح سوسائٹی کے قیام کے لیے افراد میں باہمی تعاون اور غم خواری کا پیدا ہونا ضروری ہے، کیونکہ ہر شخص اپنی ضرورتوں کے رفع کرنے کے لیے دوسرے کا محتاج ہوتا ہے۔ ہما لوقات ایک شفی کسی کے پاس موجود ہوتی ہے، لیکن اسے کارآمد ماننے کے لیے دوسرے شخص کی ضرورت ہوتی ہے، مثلاً زمین کسی کے پاس ہوتی ہے۔ لیکن جو سے لڑوے کا سامان اس کے پاس نہیں ہوتا۔" (۵۱)

لہذا شاہ صاحب واضح طور پر مزارعت کے جواز کے قائل ہیں، ایک اور جگہ بھی شاہ صاحب

اس ضرورت پر یوں روشنی ڈالتے ہیں۔

ذہب عامۃ اهل العلم الی جواز کراء (ترجمہ) اہل علم کی ایک بڑی جماعت زمین الاوض بالدرہم والدنانیز وغیرہا کو درہم و دینار اور دوسرے اموال کے بدلے میں کرائے پر دینے کو جائز قرار دیتی ہے۔

من صنف الاموال (۵۲)

ان ارشادات کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ شاہ صاحب کے پاس مزارعت نہ صرف مشروع ہے بلکہ بہت حد تک شائع ہے، یہ مزارعت کی حدیث میں بیان کرنا کافی اذکارہ نہیں

عدم جواز مزارعت والی امانت کا چرچا کب اور کیوں ہوا؟

حواشی

(۱)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۶۹۔

(۲)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۷۱۔

(۳)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۰۳۔

(۴)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۱۱۔

(۵)۔ حوالہ سابق۔

(۶)۔ حوالہ سابق۔

(۷)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۰۳۔

(۸)۔ حوالہ سابق۔

(۹)۔ حوالہ سابق۔

(۱۰)۔ حوالہ سابق۔

(۱۱)۔ حوالہ سابق۔

(۱۲)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۱۵۔

(۱۳)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۱۳۔

(۱۴)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۱۵۔

(۱۵)۔ حوالہ سابق۔

(۱۶)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۱۶۔

(۱۷)۔ دھولی "پیاد اللہ الہاد" ج ۲، ص ۱۱۰۔

(۱۸)۔ حوالہ سابق۔

(۱۹)۔ حوالہ سابق۔

(۲۰)۔ سورۃ النور، آیت ۲۔

(۲۱)۔ سورۃ النساء، آیت ۱۴۔

(۲۲)۔ علامہ بزرگوری، "کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ"، مطبعہ دارالعلوم، استنبول، ترکیہ۔

ج ۲، ص ۳۰، ان (پہلے قلم الحواشی)

یہ وہ شاہ صاحب کے نزدیک باطل اور قابل نفرت ہے۔ اس کو شاہ صاحب باریاد قیصر و کسروی نظام سے یاد کرتے ہیں اور شاہ صاحب اس نظام پر یوں تنقید کرتے ہیں۔

"زمیندار جب عیش و آرام میں رہتے گنتا ہے تو اس عیش کے لیے اپنے حزار عین پر رواج اور رسوم اور دیگر کاموں سے بھاری ٹیکس لگا دیتا ہے تاکہ حزارہ کے پاس دولت کم رہے اور وہ خود پیدل لاکر اکثر حصہ اپنے گھر لے جاتا ہے۔"

ان ٹیکسوں کی وصولی میں وہ سختی سے پیش آتا ہے۔ اگر وہ پھر بھی ٹوانہ کریں تو ان سے لڑائی بھڑکارتا ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتا ہے۔ ان کو تباہیوں کی طرح بھٹکتے مٹاتے اور اپنی فسطیوں و پالی دینے بھٹیل لگاتے اور کھٹے کے لیے استعمال کرتا ہے۔ انھیں صرف اس قدر دیتا ہے کہ وہ زندہ رہیں۔ سکس اور آرام بھی اتنا دیتا ہے کہ وہ بھڑکام کے لیے جازم ہو جائیں۔

لہذا حزاروں میں اُس قدر ناہمی کا ماحول ہو تو مستعد زندگی کا حصہ ہے اور اگر اس میں انسانی محنت کا استحصال ہو، مصلحت کا پیوند لب و لہجہ و روح و بدن سے جاری ہو تو یہ ظلم اور غیر مشروع معاملہ ہو گا۔ اس بارے میں حقیقی حیثیت کے لئے اسلامی ریاست کے اصحاب صل و صلہ کی عدالت کا اعتبار ہو گا۔ اس لئے کہ وہ نقل و حرکت کے تاثر میں انکی حیثیت متعین کرنے کے مجاز ہیں، اور اس کے مطابق سے متعلق بھی وہی قوت نافذ ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۲۳)۔ حوالہ سابق۔

(۲۴)۔ سورۃ فاکہہ آیت ۹:

(۲۵)۔ دحلوی "تبیان الایمان" ج ۲، ص ۱۰۳۔

(۲۶)۔ دحلوی "تبیان الایمان" ج ۲، ص ۱۱۰۔

(۲۷)۔ حوالہ سابق۔

(۲۸)۔ دحلوی "البدیع الہادیہ" ص ۷۰۔

(۲۹)۔ انشائی ابن عابدین محمد امین "رد المحتار" ج ۱، ص ۱۹۸، ج ۵، ص ۸۹۶۔

(۳۰)۔ الفتاویٰ الہندیہ "مسلک و درامیہ و اثرات اخرویہ و موت" الطبعۃ الرابعۃ، ج ۵، ص ۲۳۵۔

(۳۱)۔ السبیل عبد الرحمن عبد اللہ، المرضی الاکف و ہامشہ السیرت النبوی لابن عمام، منسلک الہادی، مصر، ج ۲، ص ۲۳۶۔

(۳۲)۔ مکی "کتاب الفرائض" ج ۲، ص ۳۰۔

(۳۳)۔ حوالہ سابق۔

اس فیصلہ کے نتیجہ میں اس قسم کے تمام مفروضہ و فائدہ کا ایک اقتصادی عمل نکل آتا ہے۔ یہ فنی ذلت

نور و صاحب فتن کی باری بینی اور بچہ و اقتصادی معاملات میں باہمی خیالی کا منظر ہے۔

(۳۴)۔ کشمیری محمد انور شاہ "فیض الہادی" فقہ راہ یکہ ج ۱، ص ۳۰۸۔

(۳۵)۔ دحلوی "سبائی، شرح مواہد، المجلد یکہ ج ۱، ص ۳۰۵۔

(۳۶)۔ حوالہ العینی محمود بن احمد "عمدة القاری" کوارہ الطبعۃ الخیر، ج ۶، ص ۳۶۔

(۳۷)۔ دحلوی "سبائی، شرح مواہد" ص ۲۰۵۔

(۳۸)۔ دحلوی "مفصل" شرح مواہد (فارسی)، ص ۴۰۵۔

(۳۹)۔ ابو عبدہ کتاب الاسوال، ص ۲۸۳۔

(۴۰)۔ قرطبی، مکی بن آدم، کتاب الفرائض۔

(۴۱)۔ سورۃ فاکہہ، آیات ۲۸۔

(۴۲)۔ محمد طہ حسین، امر و جہ نظام زمینداری اور اسلام، مجلس علمی کراچی، مارچ ۱۹۹۰ء، ص ۷۲۔

(۴۳)۔ حوالہ سابق۔

(۴۴)۔ ابو یوسف "کتاب القرض" ص ۹۱۔

(۴۵)۔ علامہ بزرگ "کتاب الفقه علی المناہج الاربعہ" منہج و اثر و حوالہ، استنبول، ترکیہ۔

(۴۶)۔ ابوالحسن مسلم بن الحجاج "الصحیح المسلم" کتاب القرض، دار الفکر، ج ۴۔

(۴۷)۔ حوالہ سابق۔

(۴۸)۔ ابن قدامہ "مکرم اللہ" محمد بن ابی نعیم "الصحیح البخاری" ج ۱، ص ۱۹۹، ج ۲، ص ۱۹۹۔

ص ۳۱۵۔

(۴۹)۔ محمد طہ حسین "مرور نظام زمینداری اور اسلام" مجلس علمی کراچی، (مقدمہ)۔

(۵۰)۔ دحلوی "مفصل" شرح مواہد، ص ۳۰۵۔

(۵۱)۔ دحلوی "البدیع الہادیہ" ص ۷۰۔

(۵۲)۔ دحلوی "سبائی، شرح مواہد" ص ۲۰۵۔

(۵۳)۔ طہ حسین "کراچی میں اسلام میں قاضی و دولت کا مقام" مجلہ اسلام، لاہور، صفحہ ۳۹۔



باب ہفتم

معاشی انحطاط

اور

اس سے بچاؤ کی تدابیر

معاشی انحطاط اور اس سے بچاؤ کی تدابیر

شاہ ولی اللہؒ نے جس طرح انسانی معاشرہ کی مختلف منزل کی تشکیل اور ترقی کے اسباب پر تنقید کی ہے، اسی طرح آپ نے ان معاشی اور معاشری امراض کی نشیون دی بھی کی ہے، یہ درخواست انسانی کو اندر ہی اندر دیکھ کر طرح پختہ جانتے ہیں۔

شاہ صاحب بتاتے ہیں، اگر معاشرہ کے حالات پیشہ کیس نہیں رہتے، بلکہ اس میں ارتقاء و توجہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے، نہ تو ان فطرت کے تین مظاہر ہے۔ معاشرہ میں موجود افراد ارتقاء سے خطہ کرتے ہیں، اور روزمرہ معاشرت کی تسکین میں اچھی اور نکستی ترین اشیاء کا انتخاب کرتے ہیں۔

اشیاء میں تمنا سے روز غیر متنی ہے، لہذا شاہ صاحب انسان کی بنیادی ضروریات ایسا مکان، خوراک اور دوسری روزمرہ حاجات کے بارے میں حد اعتدال کی تعیین اور مناسب حد بندی کرتے ہیں۔ لباس کے بارے میں شاہ صاحب کی تعلیمات یہ ہیں۔

ایسے جملہ امور جو معاشرہ میں سر فائدہ زندگی اور معاشری عدم توازن کا سامان بن رہے ہوں، شاہ صاحب ان کی روک تھام پر زور دیتے ہیں، اور قہر لاتے ہیں۔

إعلم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ) یاد رہے کہ نبی کریمؐ نظر الی عادات العجم وتعلمائهم فی الإطمان ببلدات الدنیا فحرم رؤسہا۔ لہذا قرآن میں اطمینان کے حصول کے لئے ان اصولیہ و کفرہ ماحولوں کو ختم کرنے کے حکمتوں پر نظر کی، تو ان کی اصل اور جڑ کو بالکل حرام قرار دیا، اور اس کے علاوہ (دوسرے درجہ کے امور) کو ناپسند اور کمرہ قرار دیا۔

ای لباس

لباس سے مقصود ان اشیاء اور زیورات ہیں، جس کے لئے استعمال نہ کریں۔

فمن نلک الووس النباس الفاحرہ فان ذالک اکبر همهم واعظم فحرمہم.... قال علیہ السلام لا یحظر اللہ یوم القیامۃ الی من جوازہ بطرا... وقال علیہ السلام فی حق العروہ من لبس الجنس المستغرب الناعم من الثیاب ومن لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ یوم القیامۃ وایضا نہیں الی... عن لبس الحریر والدباح وعن لبس القسی والبطر والازجوان ورحص فی موضع الاصحیحین أو ثلاث (۱)

(ترجمہ) ان پر تکلیف اشیاء میں سے ایک لباس فاحرہ ہے، لباس سے مقصود ہر اشیاء اور زیورات حاصل کرنا ہے۔ جبکہ اکثر لوگوں کا مقصود یہ نہیں ہوتا، بلکہ لوگ سب سے زیادہ فخر اسی پر کرتے ہیں، اور اس سے مقصود اپنی مال داری کی فحاش کرنا وہ بات ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا، جو تکبر سے باعث قبیلہ کو شکستہ دے، لباس میں سبے با آفاق کی ایک صورت یہ بھی ہے، اگر کپڑے کی نرم، عمدہ اور باور ریشم کی قسم استعمال میں لائی جائے، چنانچہ حضور ﷺ

نے فرمایا، جس نے دنیا میں ریشم کا لباس پہنا، قیامت کے دن اسے یہ نہیں پہنایا جائے گا۔ یہ بھی آنحضرت ﷺ نے مروی ہے کہ آپ نے حریر و دیاں، قیس، مہیا اور ارغوان جیسے قیمتی کپڑوں کے استعمال سے منع فرمایا، البتہ دو یا تین انگوٹھوں کے ہر ہر ایسا کپڑا استعمال کرنے میں رخصت ہے۔ واضح ہو، کہ کرامت تیز فطرتی لباس جس میں خرد نمود کا پہلو غالب ہو، ممنوع ہے، اس طرح روزمرہ استعمال کے برتن میں بھی اعتدال مناسب ہے۔ ۳۰ چاندنی کے برتن استعمال کرنا حرام ہے۔ ۳۱ سادہ ہو، بھرے، ساری صرف لباس تک ہی محدود نہیں بلکہ دوسرے لوازمات ۳۲ چاندنی کے استعمال میں بھی اعتدال کی مہر، ہی ہے۔ عورت کے حق میں دونوں اجناس زیادہ ۳۳ چاندنی اور مرد کے حق میں انگوٹھی۔ اور، چاندنی کا استعمال جائز ہے۔ لباس میں بے اعتدالی سے کئی مسائل نمونہ ہیں۔

۲۔ لکھ اور تقریرات کی نوعیت۔

ایسا کھڑا سردی گرمی (مو کی اثرات) سے محفوظ رکھے بلکہ اس کی فضا حسب ضرورت ہوا
= توپیلانی ضرورت ہے۔ البتہ اس میں زمانہ جاہلیت کی طرح بے جا کھانا بے مسرفانہ زیادتیاں سے شام
صاحب خفی سے منع کرتے ہیں اور اسے عوامی نقصان خیال کرتے ہیں اور اس ضمن میں رقم قضا کرتے ہیں۔

ومنها الطاول في السنان وتزوين
البيوت وزحفها فكانوا يتكفلون في
ذلك غاية التكلف ويمدنون أموالا
خطيرة فعالمه النبي ﷺ بالغليظ
الشديد وفان غلبه السلاح ان كان ماء
وان غلب عليه لا مالا يعني مالا
بدمه وان غلب عليه لا دمه له
يعبر ان مكسو لحجرة والفض
عمره ان كان مكسو

• نے اس کے جس نے پناہ گزینوں کو اس طرح آپ کا نام لے کر دعا کی تو ان کے لیے عظیم نصیب ہے۔
(کو کہنے سے پناہ گزینوں کو پناہ لے کر عظیم نصیب ہے۔)

اس طرح تمام صاحب نے دیوبند کی آرائشی، قصور کشی کے بارے میں تفصیلی سے لکھ کر
میں نے ان کے جوابات دیوبند کے بارے میں لکھے۔

۳۔ نور اک سے متعلق ہدایات۔

لہذا اس کے معاملے میں عدالت کی اور مصنف کے اصحابوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔

图 1 模型图

إِعلم أن النبي ﷺ بعث في العرب
عاداتهم أوسط العادات ولم يكونوا
يتكلمون تكلف العجم والأخذ بها
أحسن وأدنى أن لا يعملوا في الدنيا
ولا يعرضوا عن ذكر الله. (٣)

(ترجمہ) یاز رکھو! آنحضرت ﷺ کو عرب میں جہوت کیا گیا، جن کی حالات خود نوشت میں تو سطور پر مینار تھی، وہ لوگ انجی متدین اقسام کی حالات کے ذخیرہ تھے، ان کا طریقہ زندگی سادگی کی وجہ سے بہت عمدہ تھا۔ کیونکہ انعامات کی وجہ سے انسان تاش پرستی میں مبتلا ہو کر ہڈیوں سے غفل ہو جاتا ہے۔

۴۔ معیار زندگی اور اس میں تبدیلی۔

۵۔ ضرورت سے زائد اشیاء جمع کرنے کا مرض۔

شہادت سے زائد سامان دینا و مال جمع کرنے سے گورنر انکس کرنے کا حقوق بھی معاشی کوٹجی کو
عدم قوتوں کا سبب بنتا ہے۔ شاہ صاحب اس مرض کا علاج ”سماحت“ تجویز کرتے ہیں، (۵) زائد مال
شہادت و جمع کرنے کی نہایت گتے ہیں۔

وہیبت اللہ، عدد کثیر من الخراب
و لغرض لا یستند بذلک کفایت الحاجة
بل مرآة الناس والفجر علیہم فقال
السی (ﷺ) فرأى للرجل وقرآن لمرآة
والثالث للضيف والراعی للشیطان
وقال السی (ﷺ) ینکون اهل الشیطن
وسوء للشیطن (۶)

بیوی — آپ کی ساری زندگی آپ نے صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ اپنے بچوں کے لیے بھی (سواہر) بچوں کے لیے آپ کی زندگی بھر کی ساری زندگی آپ نے صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ اپنے بچوں کے لیے بھی (سواہر) بچوں کے لیے آپ کی زندگی بھر کی ساری زندگی آپ نے صرف اپنے لیے نہیں، بلکہ اپنے بچوں کے لیے بھی (سواہر)

۶۔ پیش رو، شہرت اور راسخے میں ترقی نہ ہو۔

تہا یہاں ہے وہ شہر۔ یہاں شہر کے چاروں طرف اور اطراف میں واقع کیا
ہو گا ہے۔ اس کے ساتھ یہاں میں شہر کے چاروں طرف کو کھوکھلا کر دینا
ہو گا۔ یہاں شہر کے چاروں طرف کو کھوکھلا کر دینا
ہو گا۔ یہاں شہر کے چاروں طرف کو کھوکھلا کر دینا

وكذلك من مقاصد المدن أن ترفع
عظماء هم في دنانق الحلى واللباس
والبناء والمطاعم وغير ذلك زيادة
على ما يعطيه الارتقاقات الضرورية
لئلا يلد للباس مباح جمع عنها
عرب الناس وعجمهم . فيكسب
الناس بالتصرف في الأمور الطيبة
لثاني منها شهرتهم فينصب قوم
الى تعليم الجوارى للغاء والرقص
والحركات المناسية للثديفة
وآخرون إلى الألوان المطربة في
الثياب وتصور صور الحيوانات
والأشجار العجيبة والتخاطيط الغريبة
فيها وآخرون إلى التساعغات البديعة
في الذهب والجوهر الزينة
وآخرون إلى الأساية الشامخة
وتخطيطها وتصورها (٧)

(تذکرہ) مکتبہ انجمن ترقی حجازیہ
 ہے۔ ان صاحب کے کتب و تصانیف
 کے بارے میں تیار کر کے پیش ہے۔ مزید
 باخبر بنیں۔ ان کی تحریر کے صفحہ
 پر ان کی قیادت کا خون و شہید
 رہا۔ ان کی انش اور شاعرانہ
 کو ترقی دینے کے اپنی تحریکات مرکز
 کر دیں۔ چنانچہ لوگ امور طبعیہ میں
 تصرف کر کے اپنے کاروبار اختیار کرنے
 لگتے ہیں جن سے امراء و عظام کی
 خواہشات پوری ہوں۔ بلکہ کچھ لوگ
 لڑکیوں کو موسیقی اور قصل اور شہدہ
 جیسی حرکات کی تعلیم دینے لگ جاتے ہیں
 کہ بچپن میں سیکھ کر بزرگ ہو کر
 اپنے لئے شہدہ بن جائیں۔ یہ سب
 وہ امور ہیں جو شہدہ بنانے کے
 تصور و واقعہ میں مکتبہ انجمن ترقی

• سنے، چاندنی اور جواہرات کے سنے ڈیزائنیں حصارف کراتے میں مصروف ہوتے ہیں جبکہ بہت سے لوگ ہائڈروکاربائیڈ کی تعمیر و تزئین اور نقش و نگار میں اپنا کمال دکھاتے ہیں۔

یہاں اب رہتے ہیں۔ اب تو میں شریعت میں یہ ممکن ہے کہ میں اپنی منت سماجت کر کے لگتی ہے نور کا شکاری، صنعت و حرفت اور تجارت جو معاش کو ترقی دینے والے شے ہیں، ان کی طرف سے توجہ نہ دیتی، تو پھر یہ معاشرے کو اس کے لئے تیار کیا جکتے نہ ہیں۔ لہذا وہ ان

ہیں ذرائع کسب کے اختیار کرنے والوں پر قدغن لگاتے ہیں، اور یہ پیشہ ومان و مشاغل سے علیحدہ کر دیتے ہیں، آپ تحریر فرماتے ہیں۔

فإذا أقبل جم غفیر منهم إلى هذه
الأكساب أهملوا مثلتها من الزراعات
والتجارات وإذا أنفق عظماء المدينة
فيها الأموال أهملوا مثلتها من مصالح
المدينة وجر ذلك إلى التضييق على
القائمين بالأعمال كسباب الضرورة
وذلك ضرر بهذه المدينة يتعدى من
عضو إلى عضو حتى يعم الكل
ويتجارى فيها كما يتجارى الكلب
في بدن المكلوب (۸)

حاصل یہ ہے کہ شاد صاحب بدترقیش زندگی، سماج کے لئے نمک قرار دیتے ہیں، اور منقذ ذرائع پیداوار مثلاً زراعت، صنعت، تجارت جو ملکی خوشحالی کے لئے زیادہ کی جڑی کی حیثیت رکھتے ہیں، کے شعبوں کو عیاشی کی بھینٹ بن کر نہیں چڑھا سکتا ہے۔ اس طرح غیر پیداواری ذرائعوں کی وہ بدترقاہ اور اذیت ڈالتے کرتے ہیں۔

۷۔ گراں بار نیکیں۔

شاد صاحب بتاتے ہیں کہ عیاشانہ طرز زندگی کے اثرات صرف معاشرے کے ایک طبقہ تک ہی محدود نہیں رہتے بلکہ معاشرے کے تمام طباق کو ہی طرح سڑھ کر دیتے ہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کے اخراجات جو تقابلیت بالذ (LUXURY) کے دلدادہ ہوتے ہیں، بڑھ جاتے ہیں، اور ان کے درمیان خود غرضی کی دوزخیں تر تو جاتی ہے، تو وہ دوسرے طباق کی اقتدار کو ہلاتے ہیں اور یہ حصول زمین و مال و نام نہان طریقوں پر پہنچتی ہے۔ لہذا وہ کاشت کاروں، صنعت کاروں اور تجارت

کرنے والے لوگوں پر گراں بار نیکیں عائد کرتے ہیں، اس سے معاشرے کا کامل اور مفید عنصر سڑھ کر جاتا ہے آپ فرماتے ہیں۔

وغالب سب عوایب البلدان فی هذه
الزمان شبنان احدها تضييقهم على
بيت المال بان الخ وغانی ضرب
الضرائب الثقيلة على الزرايع والصحار
والمحرفون التشديد عليهم حتى
يفتسي إلى اجحاف المطاوعين
واستئصالهم (۹)

ترجمہ: (بندہ نے زمانے میں شرور کی چابی اور شری زندگی کی خدائی کے دروازے کھول دیے، ایک بیست سال پر (مفت خوردن کا) کاروبار بنایا۔ دوسرا سب کاشت کاروں، دیوبازیوں، اور پیشہ ورانہ بخاری حصول لگا، اور ان پر اس بارے میں سختی کرتا ہے، یہاں تک کہ جو بھلاہے حکومت اور اس کے حکم کو مانگتے ہیں وہ تباہ ہو رہے ہیں اور جو سرکش اور نابلدہ ہیں وہ جری پڑتے جا رہے ہیں۔)

۸۔ شاد صاحب یہ درختہ پر بحال پیداوار (کاشتکار) کی محنت اور محنت نظر رکھ کر یہ ضروری قرار دیتے ہیں کہ لگان اور مالی گزاری میں رفق و نرمی بالظاہر دیگر تخفیف کا لہذا رکھا جائے، تاہم باطنی اس سے بڑھ کر سختی و دہشت گردی ہو جائے، اور نہایت ناانصافی ہو جائے، لہذا یہ کہ حکومت کی جانب سے معیشت کے بڑاوی دساکس پر بھاری نیکیں لگائے جاتے ہیں اور گراں بار مالی گزاری اور لگان عائد کئے جاتے ہیں، تاکہ اس طرح جلد زکام پھولنگ آئے، اور شاد صاحب اس طرے تہن کو رد کیا جاتا ہے۔

وجہ ثالثہ ہالی الطبیق علی الثاقمین (ترجمہ) اور بے جا تفتیش ان پیشہوروں کی مالاکسائب الضروریۃ کالزواج معاشی الحال میں مصروف ہیں یعنی ذراعت و النصار والنساع وتضاعف الضرائب علیہم۔ (۱۰)

لہذا شاہ صاحب ٹیکس کی زیادتی کو خصوصاً پیدلاری ذرائع پر نہ موم خیال کرتے ہیں، وہ یقیناً ٹیکس کے وجوہ کے قائل ہیں مگر رعایت حدود کے ساتھ۔ اس لئے کہ اجتماعی اداروں کے قیام اور ترقی کے لئے سرمایہ اس طور پر حاصل کیا جاتا ہے۔

۸۔ پیشوں کی غلط تقسیم اور خرب اخلاق پیشوں کا ظہور۔

اس ضمن میں شاہ صاحب ایسے خرب اخلاق پیشوں پر کڑی نظر رکھنے کی ضرورت پر زور دیتے ہیں جو بے جا معاشرتی خرابیوں اور معاشی عدم توازن کا موجب بنتے ہیں۔

تھان کی ترقی کے ساتھ ساتھ جب پیشوں کی تعداد اور خاص میں بڑھ جاتی ہیں، تو اس وقت ان پر کنٹرول نہایت ضروری ہو جاتا ہے۔ اس ضمن میں شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اگر اکثریت ایک پیشہ کسب اختیار کرے مثلاً اکثر لوگ صنعت و حرفت اور تکنیکل کاموں یا سرکاری ملازمتوں کے پیچھے نہ جائیں، تو موبیشوں کی پرورش ذراعت و کاشتکاری جیسے بنیادی شیعہ معاش پر جانیں گے۔ پیشوں کے اس عدم توازن کا سامنا ہی پر درآمد پڑے گا۔

اس طرح بعض لوگ اپنے پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا ایسی اشیاء کی صنعت سے وابستہ ہو جاتے ہیں جو معاشرے کی بربادی کا باعث بنتے ہیں۔ اس لئے کہ جب ایسی اشیاء جن پر زندگی کا دارونہ ہو، معرض وجود میں آتے ہیں تو ان کی کھپت کی بھی ضرورت پڑ جاتی ہے اور لوگوں کو اس طرف متوجہ کرنے کے لئے مہم بازی کی جاتی ہے، عوام کے لئے ذرائع آمدنی کی فکری راہیں مسدود ہو جاتی ہیں۔ یہ نکتہ آج کل کے زمانہ میں توجہ کا مستحق ہے اس لئے کہ بہت سی اشیاء کو صرف پروڈیونٹ

تھیں کر کے زرعی اشیاء کی بنیادی ضرورت میں داخل کیا جا رہا ہے اور اس طرح ایک مصنوعی پیاس پیدا کی جا رہی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

وان تکسوا بعصارة الخمر وصناعة الاصنام كان ترغبا للناس فی استعمالها علی الوجه الذی شاع منہم فكان سببا لہلاكہم فی الدین فان وزعت المكاسب واصحابها علی الوجه المعروف الذی تعطیہ الحكمة وقبض علی ایدی المكسین مالاکسائب الفسحة صلح حالہم۔

۱۱۔

پر پابندی لگائی جائے، تو ان کی حالت درست ہو جائے گی۔

حاصل اس وقت یہ ہے کہ لوگوں کو حاجات انسانی سے متعلق پیدلاری پیشہ اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے۔ نیز یہ کہ پیشہ اختیار کرنے والوں کی حوصلہ شکنی کی جائے تاکہ انسانی صلاحیتیں خرب اخلاق اشیاء کی پیدلاری میں صرف ہونے کی بجائے صرف حاجات انسانی کی تکمیل میں صرف ہوں اور یوں معاشی انحطاط سے بچا جا سکاں۔

باب سوم۔

سود کو شاہ صاحب معاشرہ کے لئے سم کا قل خیال کرتے ہیں اس ضمن میں آپ فرماتے ہیں۔ "واضح رہے کہ سود حرام ہے یہ بھی قمار (جو ایک طرح لوگوں کے مالوں کو زبردستی ایک لہجے سے اس کی تہہ میں منتقل کر دینا) اور حرام و حاکم کا فرما رہا ہے اور اس میں نہ تو باہمی اور تنہا کا کوئی سماجی دخل نہیں ہوتا۔ سود (جو ایسے قرض پر دینے کا نام ہے، جس پر نفع کے نام سے زیادتی وصول کی جاتی ہے) باطل اور حرام ہے، اس کا دار علم ہے، اس لئے

ایک طرف تو سربایہ دار نے بی بی مقدار حاصل کر کے غریب عوام کا استعمال کرتے ہیں، اور دوسری طرف وہ جہاز کے ختم ان بات میں اور مصنوعی قند اور کئی پیدا کرتے ہیں، جو کئی سال پہلے پر ایک ہی ملک سے مارا گیا ایک ان حالتیں اور معاشی توازن بھڑک رہا ہے۔

بعضی اسی طرح غریب و فقیر کو بھی ترقی یافتہ ممالک کی طرف سے امدادی قرضے جاری کر کے اپنا دست بٹھرایا جاتا ہے۔ پھر امدادی سودی، جو قرض کی وجہ سے غریب ممالک کے لئے قرض کی فراہمی ممکن ہو جاتی ہے، جو قرض قرضہ کی ذمہ داری میں آ جاتی ہے، تو اس کا کثیر ذریعہ ملتا ہے قرضوں کو سود کی ادائیگی کی ذمہ ہو جاتا ہے۔

— ۱۲۸ —

جو اور حقیقت تو ان پاسی کی جائے (دوسرے کے بال کو چھین کر لینے کی خواہش کا نام ہے، اس میں بھی حرمت ہے۔) جب وہ بات ہے تو وہ سود میں موجود ہیں۔ بلاعت اور گفتگو میں کہہ دیتے ہیں کہ اسے بھی ہا میں بات ہے۔ کہہ دیتے ہیں کہ اسے بھی ہا میں بات ہے۔ کہہ دیتے ہیں۔

کے اس قسم کے قرض لینے والے عام طور پر مفلس اور مضطر ہوتے ہیں، وہ وضع وعت معین یا رقم واکر سے گواہ دیتے ہیں اور یہ "دودر" کے نام سے مشہور ہوتا ہے جس قوم ایک میں سے بے محنت روپیہ حاصل کرنے کا معمول و رواج بیکار جاتا ہے، وہیں عوام کے لئے ذرا سی آفاق کی فطری راہیں بند ہو جاتی ہیں، معاملات میں اس سے زیادہ دیکھ کر اور پیچیدہ اور کوئی مسئلہ نہیں ہے جس میں نہ صرف غرضی صورت میں غرضی صورت سے (۱۲)

شاہ صاحب نے حرمت سوائے جو مضمرات ہیں گے ہیں، دو محتاج بیان نہیں، البتہ وضاحت کے طور پر عن امور کو جن سلسلہ وار طریقہ پر بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سو در اصل وہ قرض ہے، جس میں مقرض اس بات کا پابند ہو جاتا ہے کہ وہ قرض خود (سو خور) کو، اصل زر سے زیادہ اور کچھ مقدار واپس کرے، یہ 7 ام اور داخل ہے۔

۱۔ قرض عام طور پر وہ لوگ لیتے ہیں جو مفلس ہوں اور اپنی حاجت کسی اور ذریعے سے پوری نہ کر سکتے ہوں۔ البتہ انھیں ہرگز کوئی سود پر رقم اے لیتے ہیں۔

۳۔ اکثر مقروض وقت مقررہ پر سودی اصل رقم کی ادائیگی نہیں کر سکتے اور اس طرح ان کے قرض بڑھ جاتا ہے، جس سے ساری عمر خلاصی ممکن نہیں ہوتی۔

۱۰۔ سو لینے اور دینے والوں کے درمیان جنت و عذاب کا تعلق ہو گا ہے اور باہمی منکرات ہوں گے۔

سوئی کا وہ بار کا انبی افلاق پر اثر ہے۔ وہ انی جہاں ہے۔ انی جہاں سے انی جہاں سے انی جہاں سے۔
کل مر جاتی ہے۔

سوداگر کا زور دولت کا چاہی ہی خاں ہے، جس سے بکلی پیداواری ذرائع کی ضرورت نہیں رہتی۔

سود کے استحصالی نتائج۔

۱۰۰۔ اے محمدی! یوں رہنا حسبِ دل ہے کہ یہ ارزا و ہمت ہزار روپے ہے، تو تم کہہ
اسے مفت کر دینے کے لئے جس کو تم چاہو اس کو بھی حق و حق سے سارے کا سارا مال دینا

اعلم ان المسرحت باطل لانه
اختلاف لاموال الناس عهده معتمد
على اتباع الحيل وحرص وامنیه
باطله وركوب غدر تبعه هذه على
الشرط وليس له دخل في النعمان
والشعور (۱۳)

51

شہو صاحب فرماتے ہیں کہ صومت کے اہل کاروں کی ضروریات کی تکمیل اور پھر ان کے آمد
اخروج پر کڑی عمرانی پست ضروری ہے اس لئے کہ اس طرح نہ کر چار شہوت کے روان کا باعث بناتے

درویشوں کے رواج سے مفاسد کا دوازدہ کھل جاتا ہے۔
 دھوکہ دہی اور غیر صحت مندانہ مسابقت۔

شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ معاشرے کو تخریل سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ افراد کو اپنی ذمہ داریوں اور ان کی پالیسی کی وضاحت کی جائے اور ایسے امور کو جو عام فہم کے قریب نہ آتے، جو معاشرتی اور معاشی مفاسد کا باعث بنتے ہوں، اس سلسلہ میں شاہ صاحب نے درج ذیل امور ذکر فرمائے۔

یہ مزائنہ، محافلہ، بیع المصبرہ، بیع الحصاة اور بیع الغریبان کا ذکر فرمایا۔

۳۔ انجم دہریت میں غفلت اور اذہو ہونے والے عقود و معاملات، مثلاً کسی کی بیعت میں دخل دینا، دلی و دنیا کی قربانی، محض نفع و ہوا کے قرض سے دلی دینا، چاہت و فرہ کے درمیان ایسی دلی کرنا جو رفیقین کے نصیحت اور قییدوں میں اضافے کا باعث نہ۔

۳۔ ایسی اشیاء کی خرید و فروخت اور ان پر قبضہ نہایت جواز اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے مشترک قائمہ کے لئے مباح قرار دی ہیں جیسے فکارت پانی (سمندر و دریا) آگلی چٹانوں کی کھاد وغیرہ۔

شاہ صاحب نے شکست کی برہاد کی کہ وہ جوت اسباب میں سے ایک یہ بھی بتا دیا ہے کہ جوت
سے لوگ کوئی مفید خدمت انجام دے بغیر ملے رہتے اور عبادت و شہر و محلے سے ان کی کسی کے زور پر قومی
دوست جاملے رہتے ہیں۔ اس قسم کے لوگ معاشرے پر جو جو اور معاشی تزلزل کا ایک
باب بنتے ہیں۔

یہ کہ مذکورہ خرابیاں وہ ہیں جو معاشرہ کو بے جان کر دیتی ہیں، اس لئے ان پر کڑی نظر رکھنا ضروری ہے، ان سے بچنا حاصل کرنے کی تدبیر آئندہ فصل میں ملاحظہ ہوں۔

فصل دوم

معاشی انحطاط سے بچاؤ کی تدابیر

ایسے جملہ امور جو معاشرہ میں مسرفانہ زندگی اور معاشی عدم توازن کا سامان بن رہے ہوں، شاہ صاحب ان کی روک تھام پر زور دیتے ہیں، اور قہر لڑتے ہیں۔

إعلم أن السی صلی اللہ علیہ وسلم (ترجمہ) یاد رہے کہ نبی کریم نظر إلى عادات العجم وتعمقاتهم فی الاحتمان بملذات الدنیا فحرم وفسها واصولها وکثره مادون ذلك. (۱۵)

لہذا توں میں اطمینان کے حصول کے لئے ان کے تقبیضات پر نظر کیا، تو ان کی اصل کوڑ بڑ کو باطل حرام قرار دیا، اور اس کے علاوہ (دوسرے درجہ کے امور) کو چاہندہ اور ضرورہ قرار دیا۔

بالا فقینا عبارت ہے احکام شرعیہ کی علت و حرمت کی حکمت پر روشنی پڑتی ہے، اس کی مزید تفصیلات آئندہ صفحات میں آئے گی۔ معاشی انحطاط سے بچاؤ کے حوالہ سے درج ذیل نکات قابل ملاحظہ ہیں۔

۱۔ مسلسل اجتناب۔

اس ضمن میں شاہ صاحب ایک قابل عمل اور مؤثر اصول پیش کرتے ہیں، جو جو بھی ہوئی معیشت کو درست کرنے کے لئے ایک "مستقل احساسی" عامل کی حیثیت سے روئے کار لایا جاسکتا ہے، اور یہ کہ جو اشیاء بذات خود تو حرام نہ ہوں تاہم حرام اور ظالمانہ امور کے وجود میں لائے گا یا اسے

بن رہی ہوں، ان کو بھی کنٹرول کرنا لازمی ہے، شاہ صاحب رقم قہر لڑتے ہیں۔

ومنها أنه إذا أمر بشئ حتماً. إقتضی (ترجمہ) (استنباط کے اصول میں سے ذلك أن یوجب فی مقدّماته (ایک) یہ ہے کہ جب کسی چیز کے کرنے کا ودو اعیه. وإذا نهی عن شئ حتماً حکم فرض منکر کے طور پر دیا جائے، تو یہ إقتضی ذلك أن یسد ذرائعه ویحتمل (ترجمہ) ضروری ہے، کہ اس کے دوائی دواعیه... ولما كان شرب الخمر إثمًا اور مقدمات کی بھی ترمیم و تحریف دلائی وجب أن یقتض علی ابدی العصارین ہائے اسکی طرح جب کسی فعل کو ممنوع وینهی عن الحضور علی العالدة الی قرار دیا جائے، تو اس کے اسباب و ذرائع لویا الخمر ولما كان الفلانی فی الفسنة کا انداز بھی ضروری ہے۔ مثال کے طور پر إثمًا وجب أن ینهی عن بیع السلاح فی شراب کا بیچنا گناہ یکبرہ تھا، اس لئے ضروری الفسنة. (۱۶) ہو کہ کسی شراب کا پیشہ حرام قرار دیا جائے

اور یہ کہ جس کیفیت میں شراب بی جا رہی ہو، اس میں شرکت ممنوع ہو۔ اس طرح جب کہ نکتہ و لہذا کے وقت قفل عام ہو جائے تو اس دوران اسلحہ کا بیچنا حرام ہو۔

اس کا حاصل یہ ہے، کہ خلافت ظاہرہ حرام افعال اور ان کی دوائی پر کڑی نظر رکھے، اور امتیافی عمل کو مسلسل جاری رکھے، تاکہ معاشرے میں نہ صرف ظالمانہ افعال کی بندش ہو، بلکہ اس کے محرکات و دوائی کا قلع بچ ہو۔

۲۔ ظلم کا منانا۔

امام الشافعی ظالمانہ نظام کو مٹانے اور سنت و راہدہ کو قائم کرنے کے لئے بعض لوگوں کو مناسب اقدام و زواجر کے خلاف مجبور دیتے ہیں، اس لئے کہ ظلم و ستم کے دوائی اور ان کے ذریعے مقدمات حاصل کرنے والے اشخاص صرف زبانی نصیحت سے دھڑلا رہے ہیں، انہیں آگے بڑھنا نہیں رہا، راست پر لانے کے لئے سخت اقدامات کرنے پڑتے ہیں، ایسے میں نیک لوگوں کی خاموشی و صلہ پندگی ان کے

مذہب عام کو مزید تحریک دیتی ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب ایسے نادکار لوگوں کے خلاف تنبیہ ارشاد فرماتے ہیں اور وقت کی ضرورت قرار دیتے ہیں۔ اور قیصر لکھتے ہیں۔

یہی فحرف القوم یفسدون بہم
وینصرونہم ویبدلون السعی فی
اشباع ذلک ویحی قوم لم یخلق فی
قانونہم میل قوی الی الاعمال
الصالحہ ولالی اصدادھا یحملہم
ما یرون من الرؤساء علی الفسک
بذلک ورمعاً غبت بہم المذہب
الصالحہ ویقی قوم فطرتہم سویۃ فی
اخریات القوم لا یخالطونہم
ویسکون علی غیظ فتعقد سنۃ
سینتواتکد ویجب بدل الجہد علی
اہل الاراء الکلیۃ فی اشاعۃ الحق
وتمشیتہ وأعمال الباطل . وصدہ
فریما لم یسکن ذلک إلا بمخاصمات
او مقاتلات لیعد کل ذالک من
افضل اعمال البر۔ (۱۷)

نہیں رکھتے، البتہ خاصوش ہو کر نہ سمجھتے ہیں۔ ایسے وقت میں جو لوگ قراءہ کلمے (عمومی ملاقات) سے
مران ہوتے ہیں، ان پر لازم ہے، کہ ان کی اشاعت و ترویج کرنے اور باطل کو مٹانے اور روک دینے کی
فرماندہ کو کوشش کریں۔ اصل اوقات یہ کام سخت متقابل اور جنگوں سے ممکن ہوتا ہے، جو اس وقت
یادگار کے اعمال سے افضل ترین شمار ہوگا۔

اس کا مطلب یہ ہے، کہ قلم کے خلاف جہاد کرنا اس وقت اور عظیم کام کا باعث بنائے، جب کہ
قلم کی اختراع ہو رہی ہو۔ اس کی وضاحت آئندہ آئے گی۔

۳۔ معاشرے کے ماسور کو کاٹ پھینکنا۔

انسانی معاشرے کے اصل گوشے اصل اوقات جسم ظلم اور جبر کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جن کا
طمان و اصلاح، ممانعت میں ممکن نہیں ہوتی، ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا یہ ہوتا ہے۔
ایسے سرخشاں اور افسوسناک معاشرے کے قسمت الگ کر دینا ہے۔

وہیضا فالرحمة الناعمة الکاملہ بالیسۃ (ترجمہ) (۱) آخر کے ساتھ رحمت نامہ ہے۔
إلی البشر ان یتدبہم اللہ الی
الاحسان وان یکفح ظالمہم عن
الظلم وان یصلح اوضاعہم وتدبیر
منزلہم ویسایۃ مدینتہم فالمدن
الفاسدۃ النی یفلت علیہا نفوس
سعیہ ویكون لہم تمنع شدید
انما ہو بمنزلۃ الاکلۃ فی بدن
الانسان لایصح الانسان إلا بقطیعہ
والذی یتوجہ الی اصلاح مزاجہ
واقامۃ طبیعیۃ لادلہ من القطع.
(۱۸)

نہرونی ہے کہ اسے کات پھینکا جائے۔

شاہ صاحب کے نظریے "کل کلام" کا لب لباب بھی یہی ہے، کہ ہر اس کیفیت و فرسودہ
کلام کو توڑا جائے جو استعمانی ہو کہ معاشرے میں ماسور کی شکل اختیار کر گیا ہو۔ معاشرے میں ماسور کی
ایک شکل تو قلمی و دماغی اور جہاد میں قلم میں ہوتی ہے۔ اور ایک شکل استعمانی طبقہ کی شکل میں جو
معاشرے کو دین کی طرح پات کر چھوڑ کر دیتی ہے۔ ان خرابیوں کا اصل علاج عدل کی قیامت سے

مکن ہو تا ہے، اور یہی معاشرہ اخلاط سے چاہا جاسکتا ہے۔

۳۔ عیاشانہ تمدن سے اجتناب۔

شاہ صاحب عیاشانہ تمدن و کجنگاہ زندگی کو قوی معیشت کے لئے خطرہ خیال کرتے ہیں اور سادہ و متوسطہ ورگہ کی زندگی کو اپنانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آپ نے بادشاہوں اور وزراء کے نام و منکلات پر مشتمل ایک نعت بدھ جاری کیا اس میں اخلاط معیشت سے چلائے خواجہ سے ایک حکم یہ ہے

انکر بادشاہ اسلام و امرا کربار بد عیش حرام مشغول نشوند، توبہ اگر گزشتہ توبہ کنندین
بیجا آئندہ (۱۹)

۵۔ ترقیاتی منزل کا تعین ضروری ہے۔

یہ ایک امر واقعہ ہے کہ معاشرے میں ترقی کا منزل کا لہدیہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اور اخلاط و اخلاط کا ایک دوسرے سے گمراہ ہے، اس لئے جس کسی معاشرے کی اصلاح پیش نظر ہو، تو وہ چاہئے کہ وہ معاشرہ تہذیب کی کس معیار و منزل پر ہے، پھر اس ورگہ کو مشیوٹی سے بچا کر اس اگے رو بنے کے حصول کی کوشش کرتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی ایمان انسانی ارتقا فکرات کے کسی درجہ سے گزر کر پہنچے آجکا ہو، تو یہ حیرت سے اس کا تعین کرے چکا کرنے کی کوشش کی جانی ہے۔

شاہ صاحب رقمطراز ہیں۔

فإذا بطل نظام الإرتفاق الرابع مثلاً
فصلاح الناس أن ينشروا بالإرتفاق
الثالث بأدابه المتضمنة لكثرة
الإرتفاق الرابع وأصله من غير تمثال
وإنفسار وإنقاذ صورة له كالإصلاح
على سنة عادلة بينهم لو عصوها
لنارت النسوة وأقبلوا وكان لباس
عليهم أند مما توفعوا لأنفسهم ۴۰۰

(ترجمہ) (مثال کے طور پر) اگر کسی اجتماع انسانی کا تین الاقوامی نظام (ارتفاق چہارم) ٹوٹ جائے تو لوگوں کی کھلائی اس میں ہوتی ہے، کہ ارتفاق چہارم کی روح کو قائم رکھتے ہوئے اور اس ارتفاق کی عادات باتوں پر قائم رہتے ہوئے ارتفاق سوم کو مشیوٹی سے قلم لیں۔ اگر انہوں نے ارتفاق چہارم کے اصولوں کو ترک کر دیا تو ان قوموں کے ایمان

و كذلك إذا بطل الإرتفاق الثالث
وجب التمسك بالإرتفاق الثاني.
(۲۰)

ایسے نئے اور جنگیں پیدا ہوگی کہ ان کے وجہ التمسك بالإرتفاق الثاني۔
اگر ارتفاق سوم بدھ ہو جائے، تو اس ارتفاق کی روح کی جگہ کے ساتھ ارتفاق دوم کو مشیوٹی سے چلائے۔ اٹھارہویں ہے۔

چونکہ تمدنی منازل تعمیر پذیر ہیں اس لئے سماج کو ایک ہی ارتفاق پر قانع اور اصرار کی جائے مشیوٹی حال اختیار نہ کرنا چاہئے، تمدن میں ارتقاء و انحطاط کو طوطا کر کے عمل اختیار نہ کرنا چاہئے، سماج و اسباب کی عدم رو رعایت سے کئی باری دو دعائی مسائل جنم پاتے ہیں۔ اس طور پر جب کج کے معاشرے کو قوی کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہر شخص کی نظریں سولیات اور حسن و نزاکت پر پڑی ہوئی ہیں، مگر یہ سرور و تہذیب اور سلسلہ ارتقا پر منہنی بدوش مغرب کا پیدا کردہ تہذیبی انحطاطی نظریہ کی نیات سے قطعاً اس کی مطابقت نہیں، اس وقت کہ سب کو یہ سوانح مہیا نہ ہوں۔

۶۔ ترقیاتی منصوبہ بندی، درجہ بدرجہ حسب وسائل ہونی چاہئے۔

آپ لکھتے ہیں کہ بعض لوگ حالت سادہ تعمیر دیتے مگر سماج ایک اعلیٰ درجہ کی ارتفاق کے حصول میں اپنی قوت ضائع کرتے ہیں، جس کا خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہیں آتا۔ شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ ترقی کے لئے منصوبہ بندی ہونی ضروری ہے اور حکمت کا نشانہ یہی ہے کہ حسب حال جو کچھ وسائل مہیا ہوں وہ حاصل کرتے ہوئے تمدن میں ترقی کے لئے اگے درجہ کے لئے خوب منصوبہ بندی کو پیش نظر رکھیں،

و كذلك الرجل الإمام بالطبع قد يتطل.
عنه الإمامة اما بجور جائز او
بإضافات أخرى... فان كان فقيهاً في
كسبة إنحمرو إلى الإرتفاق الثاني
وعاش إلى أن يأتيه الأمر وإن لم يكن

(ترجمہ) کسی بھی ایک ایسا شخص جو نظری طور پر قیادت کے جوہر سے آگاہ ہوتا ہے اور اس کی قیادت اور حکومت خاتم کے علم یا دیگر اسباب کی بنا پر رخصت ہو جاتی ہے، پس اگر وہ کچھ دیر تو دوسرے درجہ پر

”عدل غریبی کو یہ دین چڑھا کر جنت النعیم معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے۔ جیسا ہے جیسا بقول اور دوس مال کا جذبہ فرو ہو جاتا ہے اور انسان کی تنگ دوشیں انتخاب آجاتا ہے۔ شاہ صاحب کے فلسفہ میں معاشیات کو اس قدر اہمیت اس لئے حاصل ہے، کہ اس پر اخلاق و افراد الطبیعیات کی زندگی کا دارم ہے شاہ صاحب ایک جگر قطر لڑ ہیں۔

انسان الاخلاقی بالا حوالہ لایا العلوم . (ترجمہ) انسانی اخلاقی معلومات سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ ان حالات سے پیدا ہوتے ہیں جن میں انسان گری زندگی بسر کرتا ہے۔

شاہ صاحب کی فکر کا یہ بھی ایک اساسی نکتہ ہے، وہ کہتے ہیں، کہ انسان کی اعلیٰ اخلاقی قدریں اس وقت پائل ہو جاتی ہیں، جب معاشی جبر میں اس جتنا کم پاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب تنظیروں کی بعثت سے ایک فرض معاش کی اصلاح کرنا بھی مانتے ہیں۔ پھر یہ کہ آپ کی فکر میں معاش و معاہدہ باہمی دہلے ہے ان کے بنی انسانی حیات و وحدانی جی ہے مطلب یہ کہ جب دنیاوی زندگی شروع ہو جاتی ہے، یہی ترقی کر کے اخروی زندگی کی خاص کیفیات کو تشکیل کر دیتی ہے، انبیاء، ملیمہ السلام کی بعثت سے مقصود اصلاح معاش و معاہدہ ہے۔

دگرچہ انبیاء علیہم السلام کی اصلی فرض و ماموریت یہی ہوتی ہے، کہ خدا کے ساتھ انسان کے تعلقات کو عبادت و عبادت طریقوں اور شکلوں سے قائم کریں، لیکن اس کے ساتھ رسوم قاعدہ کی برداری اور لائق صالح کے قیام کی ترویج بھی ان کے مشن کا جزو ہوتی ہے۔

رسومات باطلہ اور اخلاقی بد کو مٹانے بغیر قیام عدل ایک ناممکن عمل ہے۔ لہٰذا دوسرے امور کے ساتھ ملکہ کا ایک فرض محکم لوگوں کی معاشی اصلاح بھی ہے، یہ سہولیات دین و دنیا کی تفریق سکھانے نہیں آتیں بلکہ قیام لائق کی مناسب تقسیم دینے بھی آتی ہیں، اور جدید میں ہمیں اور بے اختیار اپنی جاتی ہیں، ہمارا مریات و معاشیات کے حوالہ سے یہ بھی ایک بے اختیار اسائنمنٹ ہے کہ معاش کے میدان میں ایک مذہب کا تعلق کو صرف حیات (sensuality) اور معاشیات تک محدود نہ کر دے، اور دوسرے مذہب کا دارم شخص باراد الطبیعیات تک محدود نہ کر دے، گویا ہمارے لئے نہایت کارآمد ترک

فقیہا ہم یزل بطمع فی الإمامۃ وہی تہرب عنہ حتی یہلک جوہا واسبی و كذلك الرجل الذی کسب الجہاد رما یجد آلات الجہاد ولم یعتقد الإرتفاق علیہ فإن کان فقیہاً الجدل إلی ما یناسب الإرتفاق الثانی والالہ یزل یطمع فیہ ویہرب وھوہ إلی أن یہلک اسی و جوہا و من ضالۃ الحکیم البیت المشہور : إذا لم یسطع امرأۃ وجاورہ إلی ما یستطیع (۲۱)

ہو جائے گا اور اس ضمن میں ایک سیم کا مشورہ ہے کہ اگر فرض کسی کام کو انجام دینے کی قوت تو اسے چھوڑ کر ایسا کام اختیار کر لے جو قساری میں ہو۔

اس روح بالا اقتباس کا حاصل یہ ہے کہ ایک صاحب فہم شخص کو معاشرہ کو ترقی کی راہ کا حزن کرنے سے لئے حد اہمیت کی درممانت رکھنی چاہئے، دگر وہ حالات کو جانے اور پر گئے علم اور کرے گا، تو معاشرہ و معیشت جائے ترقی کے احتفاظ لاپہر ہوگی۔

ارتقاات جو ترقی زندگی کے مراحل اور حوائج حالات سے مہارت ہیں، میں اہم امور و تعلیم دی گئی ہے۔

حرف آخر۔

اوپر باسحق میں ارتفاق معاشی یعنی ضروریات ادنیٰ کی فراہمی کے حوالہ سے بحث کی گئی، ان معاشی اصولوں کے ارتفاق سے معاشرے میں موماسات و تدروئی کی فضاء وجود میں آئے گی، سرمایہ میں موجود غیر فخری ثروت پر چلے جائے گا، گویا وہ اصول ہیں جن کی بنیاد پر معاشرہ

دوہم رحم کر کے اس کی عداوت کا سبب بنے، اور لوگ جو مصلحت نکلی سے واقف ہیں، یہ ان کی ذمہ داری ہے، کہ وہ ایسی نازک صورت حال میں سوسائٹی کی بناء کے لئے عمومی انقلاب برپا کریں۔

یاد رکھنا کہ اب میں وہی اچھی غلط پر ہوں، جس سے معاشرہ کام کی کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، اور اسلام محض مذہبی مقتدا، ظاہری رسومات، مخصوص تقریبات اور نذر عبادات کا نام نہیں بلکہ اسلام ایک جامع فکری عمل نظام کا نام ہے، جس سے روشنی اور راہنمائی حاصل کر کے ایسے کارگر و سود مند دستور ہائے حیات کے اصول وضع کئے جاسکتے ہیں جن کو مانڈا کر کے مہر کی جھونکی میں صواب اور، اور وقت چڑائی بھی ممکن ہے، اور جس سے یہ اصول و قواعد اور ہم قریب سے ہر نوع سے مسائل کے حل بھی حوش کئے جاسکتے ہیں، زندگی کی ہر جہت میں ترقی و ترقی بھی حاصل کی جاسکتی ہے اور کامنات کے لئے ہائے سرمت سے بے غمی اٹھائے جاسکتے ہیں۔

غرض یہ کہ اسلام کے لئے جوئے راستہ پر چل کر ہادی مشقوں کو بھی پیو یا سکتا ہے، اور روحانی نعمتوں کو بھی حاصل کیا جا سکتا ہے، اور دین تحقیق انسان کے عظیم مقصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔

غرض نظر تحریر پر ایک گونہ انسانی دستور حیات کے بادی دستور حل کے بیان پر مشتمل ایک طاب طمان و شش ہے۔ انسانی زندگی کے دو اہم شعبے ارتباطات معاشرہ اور ارتباطات ظاہر، بذات خود اہم ترین موضوعات ہیں۔ ان دونوں کی باہمی اتصال و تعلق کسی دین انسان سے ملتی نہیں، دین اسلام کو دوسرے دستور ہائے حیات کے مقابلے میں اس طور پر ترقی و ترقی حاصل ہے، کہ اس میں دولت و ملامہ مقصد میں بلکہ عظیم مقصد یعنی فلاح اخروی کا یہ ذریعہ ہے، قسمت بالآخر۔

دینی میں قرار دیا ہے۔ نظام یہ دونوں متحدہ طور پر دل افکار ہیں۔ شواہد و حکیم ہیں، جو ان مذاہب کی انسانی صورت متعارف کر آتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ محض ارتباطات معاشرہ پر انکشاف سے جبکہ ارتباطات ظاہر سے انکشاف ہو، مقصد انسانی کی تکمیل نہیں ہو پاتی بلکہ معاشرہ سے میں بدل کی دیا، یہ معاشری لوازمات کی فراہمی بھی مطلوب ہے۔ یہ اس لئے جانک انسان کے اندر موجود ایک نکل "خبر صحت" دیدار ہو اور یہی انسان کی انسانیت کا مقام ہے۔

یہ نکل خداوند تعالیٰ کی اجلی کو قبول کرتا ہے۔ لہذا صحیح معاشری نظام میں انسان کے اس انداز پر "خبر صحت" کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ انسان کے معاشری نظام کو عقل کے تاج رکھا جائے۔

اور ارتباطات معاشرہ کو عقل اور انداز ہی کے تحت چلانے کی بجائے محض حیوانی دوا کی کے تحت رکھ دیا جائے گا، تو صحیح زندگی کے کسی نہ کسی موز پر مطلق اعتدالی، اور استبداد پیدا ہوگا، اور انسان کے حلیوں کی، اور انسانی حیثیت، خداوند چاہی، اور خدا کے سامنے اعمال کے اس نکل بگاڑ سے محاسبہ کر کے اسے انسانیت عامہ کو کتنا فائدہ پہنچا، مشکل ہو جائیگا۔

یہ طور پر نگاہ کر سکتا ہے کہ شواہد و حکیم سے جس انداز سے معاشریات کے دائرے مابعد الطبیعیات سے ملے ہیں، وہ آپ ہی کا خلاصہ ہے ارتباطات کے وہ شعبے جنہیں ارتباطات معاشرہ اور ارتباطات ظاہر کے انسان دوستی اور خدا پرستی کے مظاہر ہیں۔ اس کی نظر یہ حیات ان دو اصولوں کی کار فرمائی سے جاری ہے۔ شواہد و حکیم ایک جگہ بتاتے ہیں کہ اگر معاشرہ میں ان مذکورہ اصولوں میں بے اعتدالی انتہا پر جائے، تو ایک صالح انقلاب، معاشرہ کے اقتدار کی جاتی ہے۔

بہب سوسائٹی میں غیر معمولی ظفر واقع ہو، تو انقلاب ناگزیر ہو جاتا

ہے۔ وہ معاشرہ جو اپنے افرا کی بنیادی ضرورتوں کا تکمیل نہ ہو، اسے مراد ہو جانا ہی بجز ہے، وہ سوسائٹی اور وہ قوم جس میں درندہ صفت انسانوں کی اکثریت ہو، اس کی مثال پیش اس جسم کی سی ہے، جس میں ایک زہریلہ پھوڑا موجود ہو، کہ اگر اسے مدت بعد نہ لگائی جائے، تو ممکن ہے کہ انطب ہے، کہ وہ نظام جسم کو بالکل

حواشی

- (۱) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۹۰۔
- (۲) حوالہ سابق۔
- (۳) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۸۶۔
- (۴) د حلوی، "البدور الہیاء"، ص ۵۵ فصل فی مباحث الحکمة المتعلقة بالارتفاق الدانی
- (۵) امام اندلسی ان کے لئے جو بیادری خلق ضروری قرار دیتے ہیں، ان ایک خلق مباحث بھی ہے، جس میں مطلب یہ ہے کہ انسان دنیاوی چیزیں استول کرے، تو ان میں انہماک پیونہ کرے، کیونکہ اشکاک اس کے مرنے کے بعد کی زندگی کے لئے باعث محنت ہے۔
- (۶) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۹۳۔
- (۷) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۱۰۶، (باب ابتغنا الزینتی)
- (۸) حوالہ سابق۔
- (۹) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۱، ص ۵۳۔
- (۱۰) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۱۰۶۔
- (۱۱) حوالہ سابق۔
- (۱۲) حوالہ سابق۔

عربی میں سود کو "ربا" کہتے ہیں، لغت کے اعتبار سے اس کے معنی مٹاڑی یا بڑھوتری، بڑھائی کے آتے ہیں۔ اصطلاح شرعاً میں اسکی زیادتی کو "ربا" کہتے ہیں، جو بغیر کسی معاوضے کے حاصل کی جائے۔ مشرکین عرب تجارت اور سود میں فرق نہیں کرتے تھے۔ انہیں سمجھا تھا کہ مثل الزبور: سورۃ البقرہ ۲۷۵: "ان کا زبور قرآن حکیم سے یہ آیا، اَنْحِلُ اللّٰهُ الْمُبِيعَ وَ حَزَمَ الزُّبُورُ: یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام معاوضہ بیع و خریدا کو حلال کیا، مگر سود کو حرام فرمایا، بیع و سود میں از حد ذیل درجہ سے فرق ہے۔

(۱) بیع میں پائین کی ضماندی ہوتی ہے۔ (ب) بیع تعاون باہمی و اشتراک کی ایک شکل ہے۔ (ج) بیع میں دونوں کے لئے منفعت ہوتی ہے، بلکہ سود میں ایک جانب مضامور دوسری طرف واکر کو ہوتا ہے، اس میں تعاون باہمی و مواسات کا فقدان ہوتا ہے۔ سود میں ایک کے یعنی ضرر

و نقصان پر دوسرے کے نقص کا نہ ہو۔ سود سے متعلق یہ بیان قابلِ ملاحظہ ہے، کہ پاکستان میں سود کے جائز ہونے کی صورت میں عام مسلمانوں کی حالت کیا ہوگی؟ نظر دیکھیں، وہ فتنی میں اس کی تفصیلی فرمت باب اول کے حواشی میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۱۳) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۱۰۶۔

(۱۴) امام اندلسی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۱۰۶، البیوع المعینی عہدا، کے باب میں دیا کرتے ہیں کہ

تفصیل پیش کی ہے، ان میں سے چند بیع یہ ہیں۔

(۱) بیع صرف: جس کی قیمت سکہ کے معاوضہ میں (۲) بیع سلم: جس میں قیمت جنگی دی جائے اور مالِ حد میں کسی وقت حوالہ کیا جائے (۳) بیع خیار: جس میں بیع کے کوڑ دینے کا اختیار باقی ہو (۴) بیع کلی: جس میں یہ اختیار نہ ہو (۵) بیع عراضہ: جو مقررہ وقت پر ہو۔ (۶) بیع اقامہ: الجمر بیع شی پر چتر چیکہ دینے سے بیع ہو جائے۔ (۷) بیع غاسر: چھو دینے سے بیع ہو جائے (۸) بیع منابذہ: دکاندار کوئی شے مشتری کی طرف چیک کر دیتا ہو جاتی ہے۔ (۹) بیع معاوضہ: درخت پر کٹی ہوئی کھجور کی بیع، توڑی ہوئی کھجوروں کے عوض۔ (۱۰) بیع معاخذہ: گنہوں کی بیع بالی یا چوکی بیع رحم بار میں۔ (۱۱) بیع باوقاف: قرض واجب الاداء کے معاوضہ میں بیع اس طرح کہ جب قرض کی ادائیگی ہو تو یہ بیع بھی صحیح ہو جاتی کی۔

(۱۵) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۱، ص ۸۹۔

(۱۶) حوالہ سابق۔

(۱۷) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۱، ص ۵۰۔

(۱۸) د حلوی، "جہادۃ الہیاء"، ج ۲، ص ۱۰۶ (مبحث الجہاد)

(۱۹) کھائی تفتیحات، "شادی اللہ د حلوی کے سیاسی مکتوبات"، ص ۳۳۔

(۲۰) د حلوی، "البدور الہیاء"، ص ۹۰۔

(۲۱) حوالہ سابق۔



ضمیمہ

اسلامی معیشت اور اس کے اطلاق سے متعلق ایک فکر انگیز تحریر

موضوع کتاب کی مناسبت سے حضرت اہل علم و ادب کے لئے
 طائیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فکر انگیز مضمون افادہ عام کے لئے
 پیش کیا جاتا ہے۔ یہ مضمون پہلی بار رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ
 میں اسلامی معاشی نظام، رکاوٹیں، عملی تجویز کے عنوان سے
 شائع ہوا۔ مضمون کی واقعیت اور تحقق کو عملی طبقہ نے
 تسلیم کیا، چونکہ مضمون میں اجتماعی نظام سے نجات اور اسلام
 کے عادلانہ نظام کے اطلاق سے متعلق علماء اسلام کو خصوصاً
 بھاری ذمہ داری کا احساس دلایا گیا ہے، ان کے لئے وسیع
 میدان میں کام کرنے کے مواقعوں کی نشان دہی کر دی گئی
 ہے۔ لہذا اس کی تحفہ دہندہ پیش کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ
 مرحوم کی روح کو سایہ عاطفت میں رکھے، آمین۔
 بشکوہ " فکر و نظر " ماہنامہ " انعام " نوشہرہ۔

اسلامی معاشی نظام

نقد و اطلاق رکاوٹیں، تجویز

ایک نمائندگی اہم لیکن ساتھ ہی مشکل ترین مسئلہ جو آج پاکستان جیسے مسلم ممالک کو برباد
 کر رہا ہے اور اپنے منہ بندہ کے شہرہ بابت وہ یہ کہ ان کے بانی اوقات معاشی فکر و عمل پر
 مبنی جو سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ معاشی نظام اور رائج ہے اس کو کس طرح ختم کیا جائے اور اس
 کی جگہ اسلام کا عادلانہ معاشی نظام کس طریقہ سے عمل میں لایا جائے؟
 یہ مسئلہ ایسے مسلمان علماء و مصلحین کے لئے سخت ہے جن کی اور شدید پریشانی کا باعث بنا
 ہوا ہے جو اپنے ہم نوا اسلامی معاشی نظام کو حقیقی اور صحیح عنوان میں اسلامی معاشرے، مائتہ کی اسپین
 اندر بھی تھما کر پ رکھتے اور بالیقین یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک مسئلہ نہ کو حل نہیں ہو جاتا کوئی
 معاشرہ حقیقی طور پر اسلامی معاشرہ نہیں بنا سکتا۔ اور چاری توجہ کے ساتھ اس مسئلہ کا اطمینان
 حل توجہ اور تلاش کرنے میں سرگرمیوں اور مصروف ہیں۔ میری یہ تحریر بھی اسی مقصد اور اسی مسئلہ سے
 متعلق ہے۔

معاشی مسئلہ کی اہمیت و ضرورت: بین وجودی، یہ مسئلہ مذکور نمائندگی اہم ہے ان میں سے
 ایک خاص اور نمایاں وجہ یہ کہ یہ نصیبی سے آج ہمارے نام نہاد مسلم معاشروں میں بڑی کثرت کے
 ساتھ جو گونا گونا گونی برائیاں اور طرح طرح کی جو سلبی معاشرتی معاشی سیاسی
 اور ثقافتی برائیاں اور بد عنوانیاں ہیں، خود سے دیکھا جائے تو ان کے اسباب میں سب بڑا سب وہ سرمایہ
 دارانہ اور جاگیردارانہ معاشی نظام ہے جو ان معاشروں میں موجود اور بڑے کارے کیونکہ اس نظام کی یہ
 فطرت اور ذاتی خاصیت ہے کہ وہ افراد معاشرہ کو معاشی طور پر اجلی اور ادنیٰ دو بائیل مختلف طبقوں میں
 منقسم کر جاوے۔ ایک قسم کے غیر فطری معاشی عدم توازن کا باعث بنتا ہے۔

خالدانہ و اجتماعی بنی معیشت کے نتائج: ایک طرف یہ تھوڑی تعداد میں گویا پائی

فیصلہ سے بھی مراد یہ ہے کہ جن کے اندر میں قومی دولت اور ہر سال دولت کا یہ ہے۔
 نوسہ ہے۔ اس قدر اعلیٰ مقامات، اور خاندانوں میں یہ تہذیبی اثرات اور کاروباری اور
 کے مالک گناہوں اور گناہوں میں شام و شکر، عیش و عشرت اور امیرانہ طائفہ ہائے اعلیٰ معیار کی زندگی
 گزارتے اور اپنی مادہ دار و دولت کی کافی خیرات و نذرانے سے انہماک کر کے دوسروں پر اپنی برتری کو
 اور غلبہ جانتے ہیں اور دوسری طرف پچاس فیصد سے بھی زائد اضافی معاشی حالت ایسی ہوتی
 کہ ان کو کیا تو سادہ سے سادہ کھل اور معمولی سے معمولی معیار میں باقاعدگی کے ساتھ چیلاری معاشی
 نہ وہ بہت تکلف نہیں کرتے۔ یہ سب کچھ کہ وہ وقت معمولی کاموں کی طرف متوجہ ہونے کے لئے نہ
 لباس اور رہنے سہنے کے لئے سادہ سا کھنکھیر ہو یا چلوں نہ طلاق و تعلیم کی کوئی صورت نصیب ہوتی ہے
 انداز یہ معاشی لحاظ سے ہمیشہ بد حال و پریشان رہتے ہیں اور یہاں تک کہ ان میں سے کچھ افراد کو چیلاری معاشی
 ضرورت کسی نہ کسی شکل میں پیش ہوتی ہیں لیکن ان کی اپنی آمدنی ہوتی ہے جس سے روزمرہ کی
 ضروریات قومی طرح پر ہی ہوتی ہیں لیکن ان کے لئے کچھ پہنچانے کا نہیں ہوگا۔ ضرورت سے زیادہ ان
 فعال کامائے کے راستے ان پر مصدق ہوتے ہیں وہ خواہ کتنی ہی کوشش اور جدوجہد کریں ضرورت سے
 زیادہ کچھ حاصل نہیں کر سکتے۔ لہذا چیلاری اور گامائی ضروریات کے وقت ان کو معاشی پریشانی کا
 ضرور سامنا کرنا پڑتا ہے اور اصل میں یہ لوگ ہیں جو کھیتوں اور خاندانوں میں انہماک اور کاموں اور
 دھڑوں میں محنت کرتے اور قومی معیشت کی کارڈی چلتے ہیں لیکن ان کو کس کی سبھی محنت کا پھل
 کم جاتا ہے۔ اس کا باعث انہماک اور محنت اور خاندانوں اور خاندانوں کے اندر بیکار اور سرگردانہ ہوتا ہے
 جو ذرا بچہ اور اور سرگرمائے کے مالک ہوتے ہیں۔ ہر حال یہ حقیقت واقعہ اور عام مشاہدہ ہے کہ سرمایہ
 دارانہ معاشی نظام کے اندر قومی دولت و ثروت چند ہاتھوں میں سمٹی ہو کر ہوتے ہیں۔ میان غیر فطری عدم
 کا معاشی نصیب و فراز طور میں آتا ہے ایک طرف اتنا ہی امیر و خوشحال اور دوسری طرف اتنا ہی غریب و
 خستہ حال لوگ وجود میں آتے ہیں اور اس غیر فطری معاشی عدم توازن سے معاشرے میں مختلف قسم
 کی انفرادی اور اجتماعی برائیوں کا ظہور میں آتا ہے۔ قومی دولت کی اس طرح سے انہماک اپنے تجدد و
 معاشرے کو پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے کہ نہ ان کے ذریعے عام بددستی رہے چلتی پیہا ہوتی اور اجتماعی

فلاح و مسعود پر مبنی اثر پڑتا ہے۔ غریب کسی معاشرے کے صحیح معنوں میں اسلامی معاشرے کے لئے
 لئے ضروری ہے کہ اس کے اندر علم و انتہا پر مبنی جو سرمایہ دارانہ معاشی نظام رائج و موجود ہے وہ
 نظام اور اس کی جگہ اسلام کا نظام معاشی نظام کو گھروا کر لے لے لے اس سے اس امت کا بطور اسلام کا
 بن سکتا ہے۔ نہ تو کو مسئلہ کو حاصل ہے۔

معاشی مسئلہ کی اہمیت کی دوسری وجہ: ایک دوسری وجہ جس سے مسئلہ مذکور کی غیر
 معمولی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے وہ یہ ہے کہ عہد حاضر کو معاشیات کا عہد بھی کہا جاتا ہے مطلب یہ کہ عہد
 حاضر میں زندگی کے معاشی مسئلے کی اہمیت اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ گویا یہ مرکزی اور چیلاری مسئلہ ہے
 جتنی سب مسائل اس کے مقابلہ میں چھوٹی اور اہمیت، جتنے ہیں ان کا ان سب سے پہلے اپنے معاشی مسئلہ
 اطمینان بخش حل چاہتا ہے جتنی دیکھی اس کو معاشی مسئلے سے ہے اپنی دوسرے کسی مسئلہ سے نہیں،
 معاشی مسئلے کی اہمیت اس کے نزدیک اس قدر بڑھ چکی ہے کہ قومی نظام حیات کے مختلف شعبوں اور شعبوں
 قبول اور قبول رد کرنے کا پورا پورا اثر ہے۔ معاشی مسئلہ کا حل دوسرا پیش کرتا ہے اور اس کا پیش
 کردہ حل ہر اور اطمینان بخش ہے کہ وہ نظام حیات قابل قبول ہے خود دوسرے پہلوؤں سے اس کے اندر
 کتنی ہی حد تک ہر سرکاری بیان نہ پائی جاتی ہو۔ اس کے لئے جس نظام حیات کا پیش کردہ معاشی
 کچھ عملی اصلاحات، زمینیں، بخشش نہیں ہوا چاہے قابل قبول نہیں ہو۔ قابل رد ہے اور دوسرے پہلوؤں
 سے اس کے اندر کتنی خوبیوں اور گامائیں کھول نہ موجود ہوں، اور یہ کہ معاشی مسئلہ کا سب سے بڑا
 اور مثالی حل وہ ہو سکتا ہے جس سے معاشرے کے کو فیصلہ افراد کو معاشی خوشحالی بھی حاصل ہوتی ہو
 معاشی ترقی کا بھی موقع ملے۔

اور چونکہ اسلام کے معاشی نظام کے اندر یہ طبعی اور صلاحیت پوری طرح موجود ہے کہ جو
 معاشرہ اس پر عمل کرے اس کے ہر فرد کو کوئی نہ کوئی خوشحالی بھی نصیب ہو سکتی اور معاشی ترقی کا بھی
 مناسب موقع مل سکتا ہے، لہذا عہد حاضر میں اس کو کسی مسلم معاشرے کے اندر عملی طور پر پیش کرنا اور
 بروئے کار لانا اور دنیا میں اسلامی نظام حیات کی مقبولیت اور حقانیت کا بھرپور ثبوت اور موثر وسیلہ ثابت ہو
 سکتا ہے، اور چونکہ مسئلہ مذکور کا اس سے گہرا تعلق ہے لہذا اس سے بھی اس کی اہمیت پر روشنی پڑتی اور اس

کہتے ہوں کہ کسی حلقہ دہشتہ میں رائج تھے جسے اسے عظیم کلام کو تبدیل اور فتح کرنے سے اس وقت
 طور پر دینی طریقہ کو دیکھتے ہیں ایک تدریجی (EVOLUTIONARY) اصلاح کا طریقہ اور دوسرا فوری
 انقلاب (REVOLUTIONARY) کا طریقہ۔ تدریجی اصلاح کے طریقہ کا مطلب ہے کہ کسی فاسد نظام
 کو ذرا اس طور پر رفتہ رفتہ بدلے اور دہشتہ دوسرے درست کرنے کی علمی و عملی کوشش کرنا۔ بالفاظ
 دیگر تصادم و ٹکرائے چھ ہوئے بعد میں ایک تبدیلیاں عمل میں لانا جن سے فاسد نظام کا تباہ
 دور ہو کر مطلوبہ اصلاح وجود میں آجائے۔ تدریجی اصلاح کے اس طریقہ میں ضروری ہوتا ہے کہ کوئی
 تبدیلی عمل میں آنے سے پہلے اس کے لئے موافق اور سازگار ذہنی اور خدائی ماحول تیار کیا جائے
 'موافق اور سازگار ذہنی ماحول' تیار کرنے کا مطلب یہ کہ کوئی تبدیلی عمل میں آنے سے پہلے واضح
 و واضح کے ساتھ یہ بتایا اور سمجھا جائے کہ یہ تبدیلی کیوں ضروری ہے اور اس کے کیا فوائد و اثرات
 ہونگے۔ بالفاظ دیگر، واضح شر و شامت سے دلکشی کے ساتھ یہ بتایا اور واضح کیا جائے کہ جس چیز کو بد
 مقصود ہے اس میں کیا اصلاح اور خرابیاں ہیں اور اس کی جگہ جس جہاد کی چیز کو لایا جائے اس میں کیا
 اصلاحیں اور خوبیاں ہیں اور یہ کہ اس سے کیا فائدہ حاصل ہو سکے گا۔ یعنی وہ دینی لحاظ سے اور دنیوی طور
 پر دینی لحاظ سے 'نیک خاص طور پر ان لوگوں کے ذہن اس تبدیلی کو قبول کرنے کے لئے تیار اور ہموار
 ہو جائیں جن کو اس تبدیلی سے فوری طور پر نقصان پہنچے گا اور ان کی طرف سے مخالفت اور عمل کا اندیشہ
 نہ رہے گا اور سازگار خدائی ماحول تیار کرنے کا مطلب یہ کہ اس تبدیلی کی راہ میں رکاوٹ ہٹانے والے دینی
 موافق کو دور کرنا۔ تاہم تدریجی ذہنی اور خدائی ماحول کو بنانے کی تبدیلی کے موافق و سازگار ہونا کام خدائی
 وقت کے ساتھ نہ کسی دینی و جسمانی محنت بھی چاہتا ہے۔ لہذا تدریجی اصلاح کے طریقہ میں کافی حد تک
 اور خاص محنت کرنی پڑتی ہے۔ اب حال اس طریقہ سے جو اصلاح وجود میں آتی ہے وہ مستقل اور پائیدار
 ہوتی ہے۔ یہ طریقہ تصادم اور طغیان خرابی سے محفوظ ہوتا ہے۔

فوری انقلاب کے طریقہ سے عروہ طاقت و وقت کے ذریعے تدریجی کے ساتھ رائج
 کلام کے خاتمہ کی دعا ہے۔ اہل بیت اور تہذیب کریمہ اور اس کی جگہ اپنی مصلحت کا عظیم وادارہ
 نافذ کر دینا۔ فوری انقلاب کے اس طریقہ میں ہرچیز وقت نہ کرنا بلکہ جلد مقصد حاصل ہونا ہے۔ لیکن اس

میں تصادم اور طغیان خرابی نہ ہو جو تاہم کافی جہاد دینی نقصان بھی ضرور لائے گا۔ تاہم یہ اس طریقہ
 سے جو تبدیلی اور اصلاح وجود میں آتی ہے وہ نہ دینی و جسمانی راہ دیتی ہے۔ جب تک اس کی طاقت و طاقت
 و وقت راہ دیتی ہے وہ قائم رہتی ہے اور جب وہ دینی اور کثرت پروری کے توشیحہ رد عمل ظاہر ہوتا ہے جس
 کے نتیجہ میں سارے کے کرائے پر پائی پھر جاتا اور کثرت پروری کی کام دیکھنا پڑتا ہے مطلب یہ کہ حاصل
 شدہ کامیابی نکالی سے بدل جاتی ہے اس طرح اس طریقہ میں بعض فوائد بھی ہوتے ہیں کہ جب انقلابی
 جماعت نہ دینی طاقت حاصل کرنے سے پہلے میدان میں آتی ہے تو عقائد میں شکست کھاتی ہے اور
 انہیں انوار اور کثرت پروری جاتی ہے اور اصول مقصد کی منزل تک پہنچتی ہیں۔ تاہم اس کی بہت
 سے مثالیں ملتی ہیں۔

تغیر اسلام کے انقلاب کی نوعیت:

اس ضمن میں یہ غرض کرنا ہے کہ فوری ہے
 کہ اسلام چونکہ امن و سلامتی کا دین ہے اور تغیر اسلام حضرت محمد ﷺ انسانیت کے لئے سرکارِ رحمت
 ہیں۔ لہذا ان کے نزدیک معاشرہ انسانی سے عظیم و لیاکھ اور کر کے اس کی جگہ بدل دینا کو قائم کرنے کا
 صحیح طریقہ تدریجی اصلاح کا طریقہ ہے جو اپنے مزاج کے لحاظ سے امن و سلامتی کا طریقہ ہے اور جس
 سے ذریعہ حاصل شدہ اصلاح اور فوری مستقل کامیابی اور فوری ہے۔ مفسر دینی اہل کرام ﷺ کی سیرت طیبہ
 کے مطالعے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے امتیاز کیا ہے ہوئے عرب معاشرہ کی جس طریقہ سے
 اصلاح فرمائی وہ تدریجی اصلاح کا یہ طریقہ تھا۔ حدیث اور سیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ
 آپ ﷺ نے اصلاحی اقدام سے پہلے اس کے ساتھ جو ذہنی و فوری تبدیلی تیار فرمائی اور اصلاح دینی عظیم
 کام پھر اس کے بعد اس کے طریقہ میں عمل ہوا۔ یہ وہاں تک کہ اس مقدس کام میں پیش اس
 چیز کو ملحوظ نظر رکھا۔ وقت زیادہ لگتا ہے تو گئے زیادہ جیسی سمت راہ دیتی ہے تو رہے لیکن جو اصلاح
 میں نہیں تھی۔ تاہم یہ دینی سے ساتھ کا عروہ ہے اور جو تہذیب کے آجائے کسی طرح پیچھے نہ آئے اس میں
 اپنی طرف سے پیش یہ کوشش رہی کہ کسی سے تصادم اور جنگ کی نعمت نہ آئے۔

واضح رہے کہ بعض مواقع پر کھار و مشرکین سے جو تصادم ہو اور قتال کی نعمت آئی وہ غامی اور جہاد
 کارروائی کے طور پر تیار اور جس کا مقصد صرف یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کی راہ میں رکاوٹ ہٹانے والوں کو

جبکہ دوسرے بعض علماء کے نزدیک یہ رولا کا معاملہ ہے۔

☆ مضامنت کی اصل شکل جس میں سب مسائل کی اصل مال کو قرض کے مال کی طرح متعہضف حاصل ہو اور اس پر کچھ اضافہ کی ضمانت ہو جائزہ حلال ہے، جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک مضامنت کی یہ شکل ناجائز اور رولا کے حکم میں ہے۔

☆ فقہ حنفی کے مفسرین کا یہ قول ہے کہ مضامنت غیر اسلامی ہے، جبکہ دوسرے علماء کے نزدیک یہ حکم میں اسلامی ہے۔

☆ زکوٰۃ کی مقدار میں ٹیکس کی طرح زیادتی و کمی شرعاً جائز ہے، بعض علماء کے نزدیک اس کی شرع میں کمی و بیشی جائز نہیں۔

☆ مل، بھار خانے، کراچی پر چائی جانے والی بلڈنگوں و عمارات کا قرض مال نامی سے ہے، ان کی ذوات پر ذمائی فیصد کی شرح سے زکوٰۃ واجب ہے، بعض علماء کے نزدیک ان کے حاصل پر زکوٰۃ ہے، ان کی ذوات پر نہیں۔

☆ حکومت کو قیضیں مقرر کر کے اختیار ہے، یا نہیں، بعض حق اور بعض باحق میں ہیں۔

☆ مکانات وغیرہ کا کرایہ جائز ہے، یا نہیں، دونوں طرف علماء ہیں۔

☆ مذکورہ مسائل میں علماء کا اختلاف ایک لحد تک ہے، یہ معاشیات کے بعض اصولی تصورات اور بنیادی نظریات کے بارے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

☆ مذکورہ امور معاملات کے علاوہ معاشیات کے بعض اصولی تصورات اور بنیادی نظریات کے بارے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف ہے، مثلاً یہ کہ غنت کی طرح سرمایہ بھی مال پیدا کر دیتا ہے یا نہیں؟ بعض علماء غنت کی طرح سرمایہ کو بھی پیدا کر دیتی دولت کا حقیقی سبب مانتے اور دوسرے بعض اس کا انکار کرتے ہیں یا علاوہ ذکر بعض علماء، اسلام کی رو سے اس تصور اور نظریے کو صحیح مانتے ہیں کہ دولت صرف انسان کی ذاتی جسمانی محنت و مشقت سے پیدا ہوتی ہے کسی سرمایہ سے پیدا نہیں ہوتی جبکہ دوسرے بعض علماء انہوں نے اسلام سمجھتے ہیں کہ غنت کی طرح سرمایہ بھی دولت کو پیدا کر سکتا ہے۔ ایک اور اصولی تصور اور نظریہ یہ سرمایہ والی دولت قدر زائد کا تصور اور نظریہ ہے بعض علماء کے نزدیک اسلام کے

دعا سے بننا اور جنگ و قتال کی روش سے ان کو باز رکھا جائے چنانچہ جو لوگ ہتھیار ڈال کر شکست کھاتے کر لیتے اور حرامت ختم کر دیتے ان کو پھونڈ دیا جاتا تھا اگر ان کی حیثیت سے مسلمانوں کے اندر رہتے تو ان کی جان و مال اور تہ و کاہت حفظ کیا جاتا ہے جو واکراہ کے ذریعے ان کو نذر و حق مسلمان نہیں دیا جاتا یہ غنتی بات قدرے طویل ہو گئی۔ اصل بات یہ عرض کر رہا تھا کہ اسلام کے نزدیک اصلاح معاشرے کا صحیح طریقہ تدریجی اصلاح کا طریقہ ہے فوری اور انقلاب کا طریقہ نہیں۔ ہر ایک اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ پاکستان جیسے ملک و معاشرے میں معاشی نظام کو بدلنے کا مسئلہ بے حد مشکل مسئلہ ہے۔

(۲) دوسری مشکل: مسئلہ مذکور کے مشکل ترین ہونے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کے معاشی نظام سے متعلق علماء اسلام کے درمیان شدید اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ یہ اختلاف مختلف فروغ قسم کا نہیں بلکہ اصولی نوعیت کا ہے اسی طرح یہ اختلاف اپنی اپنی اور غیر اپنی کی قسم، یا نہیں یا حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی نوعیت کا ہے ایک ہی اہم معاشی معاملہ بعض علماء کے نزدیک حلال و جائز اور دوسرے بعض کے نزدیک حرام و ناجائز ہے۔ مثلاً

☆ زمین کی شخصی ملکیت کی تحدید جائز اور دوسرے بعض علماء کے نزدیک ناجائز۔

☆ مزاحمت وائی کے معاملہ کو بنیادی طور پر جائز جبکہ بعض دوسرے علماء ناجائز خیال کرتے ہیں۔

☆ قرض پر شرط پر زیادتی سود اور نقصان حرام ہے، خواہ قرض فی ضرورت سے تعلق رکھتا ہو یا تجارتی پیدا کر دیتی مقاصد سے متعلق ہو، جبکہ بعض کے نزدیک دونوں قرضوں میں فرق ہے، تجارتی قرضوں میں مجاشہ ہے۔

☆ تجارتی نوعیت کے سود و انشورنس کی ہر قسم حرام جبکہ بعض علماء کے نزدیک بیسہ و انشورنس کی ہر قسم حلال و جائز ہے۔

☆ جو اسٹاناک کمپنیز کا کاروبار جائز، بعض علماء کے نزدیک ناجائز و حرام ہے۔

☆ اوصار چھ اسٹیشن سے زائد پر پلاٹ خریدنا جائز ہے، جو بازار میں ضرورت نقد اس چیز کی ہو

دیدہ کر رہے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ان تو ہر انسان کے اندر پیدا کی ہوئی طور پر عدل و احسان کا جذبہ و احساس موجود ہوتا ہے لیکن یہ مطلق طور پر ہوتا ہے بعد میں اس کے اندر جو نیکی و شکر کی ہوتی ہے وہ اس شعور کے مطابق ہوتی ہے جو تقسیم و تربیت و غیرہ سے انسانی ذہن میں ابھر تا ہے شعور پرست و محدود ہوتا ہے تو جذبہ عدل و احسان بھی بہت محدود ہوتا ہے شعور باعد اور وسیع ہوتا ہے تو جذبہ عدل و احسان بھی زیادہ وسیع ہو تا ہے چنانچہ بعض افراد کا جذبہ عدل و احسان صرف اپنے خاندان دیکھنے کے افراد کے حد تک محدود ہوتا ہے لہذا ان کے ساتھ تو ان کو قدر کا وعدہ و احسان کا ہوتا ہے لیکن ان علاوہ دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کا سلوک عدل و احسان کا نہیں ہوتا کسی ایسی طرح بعض افراد کے شعور اور جذبہ عدل و احسان کا دائرہ اپنے قبیلے اور اپنی قوم و ملت کے افراد تک وسیع ہو تا ہے وہ عملی طور پر ان لوگوں سے تو عدل و احسان کا رواج کرتے ہیں جو اس کے قبیلے اور اس کی قوم و ملت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ان کے سوا باقی لوگوں سے اس کا وعدہ عدل و احسان کے مطابق نہیں ہوتا بلکہ بعض دفعہ اس کے عکس ہوتا ہے بہر حال یہ ایک نیکی و خیر کا تقاضا ہے جس کا ہم ہر سطح پر دائرہ مطابقت کرتے اور اس کے ان نتائج و حواقب کو بھی دیکھتے اور چاہتے ہیں جو عدل و احسان کے محدود جذبے اور جاوی وعدہ سے انسانوں کے مابین باہمی عدولت و نفرت اور نزاع و تصادم کی شکل میں سامنے آتے ہیں۔

دین اسلام کا انسان دوستی تک وسیعیت : اسلام چونکہ چاروں انسانیت کا دین ہے وہ ایک ایسے عالمگیر انسانی معاشرے کا قیام چاہتا ہے جو عدل و قسط پر قائم ہو اور جس کا ہر فرد کو کسی تخصیص و امتیاز دوسرے ہر فرد کے ساتھ عدل و قسط کا پورا پورا کاغذی میں ہر انسان کو تخصیص رنگ و نسل، لہذا، قوم، وطن، نژاد، تہذیب و تمدن اور دنیاوی و دینی مذہب پر دوسرے انسان کا ہر حق تحفظ تحفظ اور پورا ہے۔ اور اگر تاہم بعد بعض حالات میں اپنے حق کا دوسروں کے لئے ایذا بھی کرتا ہو لہذا ضروری تھا کہ ایسے معاشرے کے افراد کے اندر عدل و احسان کا جو اخلاقی جذبہ ہو اس کا دائرہ چاروں انسانیت تک وسیع اور عالمگیر ہو کہ اور پھر چونکہ عدل و احسان کا ایسا وسیع دائرہ کبھی جذبہ صرف اس ایک اللہ تعالیٰ کے اعتقاد و یقین اور اس پر ایمان سے ہی انسان کے اندر پیدا ہو سکتا تھا جس کی صفات میں سے ایک صفت رب عالمین رب الناس ہے یعنی اقوام عالم اور تمام انسانوں کو پالنے والے پوتے نشوونما دینے والے

حوالے سے یہ تصور ابھرے گا کہ درست ہے اور دوسرے بعض کے نزدیک غلط ہے قدر زمانہ جس کو عربی میں فاضل الفکر کہا جاتا ہے معاشریات کی ایک اصطلاح ہے جس کا خاص مفہوم و مطلب ہے۔ ہر حال یہاں عرض کرنا یہ مقصود ہے کہ کتنے ہی بنیادی قومیت کے معاشریات اور اقتصادی امور و معاملات ہیں جن کے متعلق اسلام کے حوالے سے علماء کرام کے مابین شدید اختلاف ہے اور پھر ہر عالم ہمارے زور و شور کے ساتھ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی رائے صحیح اور اسلامی اور دوسرے کی غلط و غیر اسلامی ہے لیکن صورت حال میں متعلقہ کو کوئی ٹھکانہ نہ ملتا ہے کہ اسلام کا معاشری نظام کیا ہے اور دوسرے معاشری نظاموں سے کیسے مختلف اور کیسے بہتر ہے؟

یہاں میں صاف ظاہر ہے کہ جب تک علماء کرام کے اخلاقی سے قرآن و حدیث کے ساتھ متعلقہ اسلامیات کا معاشری نظام متعین نہ ہو جائے اس وقت تک مسئلہ کو حتمی طور پر حل نہیں ہو سکتا کسی طرح یہ بھی ظاہر ہے کہ علماء کرام کے مابین اسلام کے معاشری نظام کے متعلق جو اختلاف آراء ہے اس کا دو کٹر چرچ ممکن اور محال نہیں لیکن بے حد مشکل اور شور و ضرور ہے۔

بہر حال اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ معاشری نظام کے متعلق علماء اسلام کے مذکورہ اختلافات کی موجودگی میں ان نیک دل حضرات کی یہ فہم اور آرزو بھی پوری نہیں ہو سکتی کہ تمام اسلامی بنسویہ پاکستان کے اندر موجود اور اجتماعی سرمایہ دارانہ اور جائیداد دارانہ نظام کی جگہ اسلام کا عالمی معاشری نظام عمل میں آئے اور اس کی برکات کا شعور ہو۔

(۳) تیسری مشکل : مسئلہ مذکور کے مشکل ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اسلام کے معاشری نظام کے نافذ ہونے اور عمل میں آنے کے لئے جس طرح قانونی اور خدائی ماحول موجود ہو ضروری اور شرط مقدم ہے یہ فہمی سے موجود وہ مسلم معاشرہ میں موجود نہیں پاکستان میں تو باقیقیں موجود نہیں اس اہمیل کی کچھ غلط فہمیاں یہ ہے کہ اسلام کے جو معاشری اصول و احکامات ہیں ان کا اسلام کے ایمانی عقائد اور عبادات سے نہایت گہرا تعلق ہے وہ اس طرح ان کو ان اصول و احکامات پر عمل کرنے کے لئے افراد معاشرہ کے ذہنوں میں عدل و احسان کے جن وسیع دائرہ گیر اخلاقی احکامات کا موجود ہونا ضروری ہے وہ ایمانی عقائد کے ذریعے وجود میں آتے اور اسلامی عبادات کے ذریعے زندہ

میں اپنی حق بات کہنے کی ذات و صلت کا عقیدہ کھسرت کی زندگی اور جزاء و سزا کا عقیدہ رکھتے تھے۔ قریش میں انہوں اور مولوں کا عقیدہ حقیقی و حق و سادہ اسات کا عقیدہ یا انھوں سے قرآن مجید کے کتاب اللہ اور حضرت محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کا عقیدہ موجود اور رائج ہو۔ نقلی طور پر نہیں بلکہ معنوی طور پر حقیقی طور پر موجود اور عملی زندگی اس کی شہادت فراہم کرتی ہو نیز اس معاشرے کی عظیم اکثریت فرض عبادت کی مظاہرہ و ذکر ہو کیونکہ ذرا سی ایسی ہی لوگوں کے اندر عدل و احسان کے دوستی اور برہ گیری جذبات و احساسات ہو سکتے ہیں جن کی تحریک سے انسان عدل و احسان والی اسلامی معاشری تعلیمات پر با کسی شخصیتیں اختیار عمل کر سکتے۔

اس پہلو سے جب ہم حقیقت پسندی کے ساتھ اپنے موجودہ عام شرعی اسلامی معاشروں و مکمل کتاب اللہ پر مبنی بین المللی بین المذاہب کے عقیدہ یا اس کا نہ بچا جاتا ہے۔ اپنی اور نقلی طور پر تو ایمان ہمارے پاس بہت زیادہ موجود ہے لیکن نقلی حقیقی اور معنوی طور پر ایمان آنے میں تک کے برہر بھی نہیں۔ چنانچہ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اسلام کا پرچار کرنے اور اس کے لفظ کا مطالعہ کرنے والے عملی طور پر تضاد کا شکار ہیں۔ دوسروں کا تو ذکر ہی کیا وہ تو قرآن و حدیث سے جاہل اور دنیا دار !!

اسلامی معاشرہ اور ضروریات زندگی کی فراہمی : اسلامی معاشری نظام کے تحت اور کامل طور پر عمل آنے کے لئے مذکور ذہنی ماحول کے ساتھ جس خارجی ماحول کا معاشرے میں موجود ہو ضروری ہے اس میں اہم اور بنیادی چیز معاشرے کا بنیادی معاشری ضروریات کے لحاظ سے خود کفیل ہونا ہے کیونکہ جو معاشرہ بنیادی ضروریات کے لحاظ سے خود کفیل اور اپنے قدموں پر کھڑا نہ ہو وہ مجبور ہوتا ہے کہ بنیادی معاشری ضروریات مثلاً کپڑا کھانا وغیرہ دوسروں سے ان کی مرضی اور ان کے معاشری اصولوں کے مطابق حاصل کرے۔ خود زندگی کی گزارے۔ چنانچہ آسمانیت اور تعیشیات کی چیزوں کا تعلق ہے ان میں خود انھیں خود اعتمادی نہیں بلکہ زندگی کے طبع بھی گزار سکتی ہے۔ ہر ایک ایک مسلم معاشرے کے لئے یہ لازمی ضروری ہے کہ وہ بنیادی معاشری ضروریات سے تعلق رکھنے والی چیزوں کی پیداوار اس حد تک بڑھائے کہ اس کی ضروریات کے لئے کافی ہوں اور اس کے لئے دوسری قوموں

اور دنیا کی تک پہنچانے والا سب کی پرورش اور درجہ بھال کرنے والا اور دوسری مفت رحمان اور رحیم ہے جس کا مطلب ہے کہ تخلیق اور دائمی رحمت والا اور جس کی رحمت و مہربانی پر مشق پر چھائی ہوئی ہے اور کوئی چیز اس سے محروم نہیں یعنی اپنی رحمت سے سب کو نوازنے والا کلمہ اسلام نے انسان کو سب سے پہلے جو تعلیم دی وہ اللہ رب العالمین رحمان رحیم اور رحیم و رحیم کے بعد لین پر ایمان لائے اور اعتقاد یقین رکھنے کی تعلیم دی۔ قرآن مجید میں پہلی سورت جس کا نام سورہ فاتحہ ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ وصفت کا ذکر ہے اور پھر سورہ الفاتحہ کے پڑھنے کو لازماً کی ہر حرکت لازم واجب قرار دے کر اس کا اتمام کیا گیا ہے کہ اللہ و مومن کے ذہن اور دماغ میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات کی یاد پیشہ زندہ اور پیدار رہے کیونکہ اللہ کی ان صفات کا اعتقاد شعور و مومن کے جذبے و احسان کو عالمگیر وسعت دیتا ہے اور اس کو اس پر قادر کر دیتا ہے کہ تمام خلق خدا کے ساتھ حسن سلوک کرے اور سب انسانوں کے ساتھ عدل و احسان سے پیش آئے اور پھر چونکہ اللہ کی عبادت ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے اللہ و مومن کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی صفات اور ان صفات سے حاصل شدہ اخلاقی احساسات و جذبات زندہ و پیدار اور تازہ رہتے ہیں۔ لہذا اسلام قبول کرنے والوں کو اپنی عقائد کے بعد جو دوسری تعلیم دی گئی وہ صلہ و زنا و زانیہ کی عبادت کی تعلیم تھی جس میں سوم اور چار و غیرہ کی بھی تعلیم دی گئی۔ اس کے بعد توحید کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں جو شرعی و معاشری و سیاسی پہلوؤں سے متعلق اپنی وقت کی اصلاح و بہتر و زانیہ کی شکل میں دینے کے اور جن کو قرآنی آیات میں دینے کے لئے شروع میں ماہیہ اللہ علیہ الصلوٰۃ و السلام کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقلی ایمان ان لوگوں سے متعلق ہیں جو شرعاً نہ ایمان دیتے ہیں ایمان سے متعلق نہیں ہیں کے دل اور ایمان سے نفرتی اور محروم ہیں کیونکہ ایسے لوگ احرام کے عملی امکانات پر دینی کے ساتھ نہیں کرتے اور اگر کر لیں تو ان پر اوکرات وغیرہ مہرب نہیں آتے اور ایک اللہ و مومن کے عمل پر مہرب ہوتے ہیں جو خاصہ اللہ کی رضائی خاطر اور اس کی اطاعت کے جذبہ سے کرتا ہے۔

فریضہ عدل و احسان پر مبنی اسلام کی معاشری تعلیمات صرف ایک ایسے معاشرے میں صحیح طور پر روئے کار آسکتی اور پیدائی کے ساتھ قائم رہ سکتی ہیں جس کی ذہنی اکثریت سے مومن

کے تجربات اور سنے سے نئے ذرائع پیدا کرے تاکہ حاصل کیا جاسکے۔ اسلام اس پر کوئی پابندی نہیں لگاتا بلکہ اس کی ترغیب دیتا ہے۔

اوپر تیسری مشکل کے متعلق جو عرض کیا گیا اس سے چاہطور یہ مطلب نکلا ہے کہ جس نام لدا اسلامی معاش سے منہ کر دینی اور خارجی مداخل اور انشعاب و جدوجہد اپنے وعدہ میں لے کر انہیں کے فوری فوائد کو پیش بھی کیا ہے۔ لیکن وہ حقیقت اس سے فوری فوائد میں جو یہ دعویٰ کرتے ہیں اور کوئی اسلامی ہی جہت اور بھی اس قسم کی بات کرتا ہے اس سے متعلق یہ کیا کہا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے یہ یاد رکھنا کہ وہ جو کچھ کہنے کے لئے اور اپنا الودید حاکم کرنے کی خاطر ایسی بات کرتا ہے۔

اسلامی نظام معیشت سے متعلق ایک غلط فہمی: یہاں ایک یہ بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جو لوگ یہ سمجھتے اور کہتے ہیں کہ پاکستان میں فی الوقت جو سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ معاشی نظام موجود ہے اگر اس میں ایک چیز کی کمی کر دی اور دوسری چیز کا اضافہ کر دیا جائے تو پھر یہی نظام اسلامی نظام بن جائے گا۔ ایک چیز کی کمی سے ان کی مراد وہوں کا سود اور دوسری چیز کے اضافہ سے ان کی مراد کوڈو عشر کا اضافہ ہے گویا موجودہ نظام میں وہوں کا سود ختم ہو جائے اور لوگ خود سے یا حکومت کے توسط سے کوڈو عشر اور کرے لیں تو موجودہ معاشی نظام اسلامی معاشی نظام بن گیا ہے مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں لگتی ان حضرات کے نزدیک مزارعت و دہانت پر مبنی موجودہ

زمینداری زری نظام بھی عین اسلامی ہے۔ سرمایہ و دیو اور قدر زادہ کے وجود پر مبنی موجودہ کارخانہ داری صنعتی نظام بھی کھانا اسلامی ہے نہ لگانا و نہ دیکر ایہ داری کا دار و باجی غیر کسی حد پر حکومت کے اسلام کے مطابق اور عین اسلامی ہے۔ در آمدی و نقدی تجارت کا دار و باجی نظام بھی جس میں غیر حاشہ اور غیر موجود اشیاء کی خرید و فروخت ہوتی اور وہوں اور انشورنس کمپنیوں کے توسط سے چلے جائے یا بلکل اسلامی ہے۔ ان کے انیس چنانچہ میں کمپنیوں کے نقدی شیڈز انہیں جس طرح فروخت ہوتے اور بازاری کے ذریعے جن کو جو باجی یا کچھ منڈیاں جاتا ہے ان حضرات کے نزدیک یہ بھی صحیح اسلامی ہے۔ حوالہ شمس الشانگ کمپنیوں کا سودہ کار و باجی یا بلکل اسلامی ہے۔ حکومت کی طرف سے جاری

کر دہ مختلف سرٹیفکیٹ اور بانڈز جن میں ادائیگی کی رقم ہر مدت کے لحاظ سے متعین اضافہ مقرر ہوتا ہے کالچر کا بھی اسلام کے عین مطابق ہے وہ غیر دو غیر۔

اسلام کے معاشی نظام کے متعلق جن اہل علم حضرات کا ذکر وہ کیا ہے ان کے بارے میں یہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کو اسلام کے دوسرے پہلوؤں سے متعلق جتنا سمجھتا ہے ان سے کہتا ہے اور سوچنے سمجھنے کا موقع دیتا ہے ان کا معاشی ہیئت و روشنی میں ان کو یہ بتائے کہ انہیں نہ جانتے اور سوچنے سمجھنے کا موقع دیتا ہے اور سوچنے سمجھنے کے معاشی نظام کے متعلق ایسی بات نہ کہتا ہے جو انہیں نفس کی۔ ان حضرات نے قرآن وحدیث میں یہ تو ضرور پڑھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے قرضوں والا سود جس کا موجودہ وہوں میں ہیں وہیں ہوتا ہے کھانا حرام و منوع ہے۔ لیکن اس پر غور نہ فرمایا کہ اس کے حرام و منوع کی اصل اور حقیقی وجہ کیا ہے اس میں وہ کوئی دہائی ہے جس کی وجہ سے شارع نے اس کو حرام و منوع قرار دیا ہے۔ اگر وہ اس پر غور فرماتے اور اس میں وہ حضرات مفسرین کو اس کی مبادات و تدبیرات و بھی دیکھتے اور ان سے فائدہ و اخلاص جو انہوں نے اپنی تفسیر کے اندر دیا ہے حقیقت اور اس کے حرام ہونے کی علت سے متعلق تحریر فرمائی ہیں اور پھر اس کی روشنی میں موجودہ معاشی نظام کے ان پہلوؤں کا مگر انہوں تحقیقی جائزہ لیتے ہیں تو ان کے لئے تو یہ تفسیر اس نتیجہ تک پہنچے کہ ان پہلوؤں میں بھی وہ دہائی چوری طرح موجود ہے جس کی وجہ سے وہوں والا سود حرام و منوع ہے۔ لہذا وہ بھی یہ نہ کہتے معاشی نظام کے یہ پہلو اسلام کے مطابق ہیں اس میں کسی بیماری یا تبدیلی کی ضرورت نہیں۔

سرمایہ داری بحیثیت ایک کل کے قائل سمجھتے ہوئے جزی (سود) سے نجات:

یہاں ایک یہ بات بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جس ملک و معاشرے کا معاشی نظام سرمایہ دارانہ ہو اسے بعض ایسی ایسی سوچ کا قائل ہونا چاہیے کہ اس کو قائل ہونا چاہیے کہ اس میں بھی یہ سود نہیں ہے جتنی کہ انہیں سود ہونا چاہیے یا نہ چاہیے۔ اس کی کوئی قسم یا کلاں اور کوئی قسم یا کلاں اس میں سود سے متعلق اگر کبھی کوئی اصطلاح کی جاتی ہے تو اس کی شرح سے متعلق ہوتی ہے کہ گن یا اہل میں شرح سود یعنی ہوتی اور حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ہر مال پر نقد نظام سرمایہ داری میں سود کوئی ہی چیز نہیں لہذا اس کے تمام اداروں میں سود کا عنصر مداخل ضرور موجود ہوتا ہے بیکاری کا اور وہ پچھلے کاری کا

اور وہ درآمدی نہ آدمی تجارت کا اور وہ ہو یا کارخانہ داری کا اور وہ بیواؤں کا اور وہ ہو یا اجارے اور کرایہ داری کا اور وہ گویا تمام سرمایہ داری کے چھوٹے بڑے سب اداروں میں سوداں طرح جاری و ساری ہوتا ہے جس طرح ایک زندہ جسم کے جملہ اعضاء میں خون جاری و ساری ہوتا ہے۔ ہر ادارہ سرمایہ داری کی بحیثیت ایک کل کے قاصر رکھتے ہوئے اس کے کسی ایک جزو متعلقہ داری کے ادارہ سے وابستہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک باہل نظام میں اس کو شمول ہوتا ہے کیونکہ جزو کا مزاج ہمیشہ کل کے مزاج کے تابع رہتا ہے۔ چنانچہ اس کا قیاسی ثبوت یہ کہ سابقہ ادارہ میں وکلوں کے ادارہ کو سودے پاک کرنے اور اسلامی بنانے کے لئے بہرین اقتصادیات کا ایک مثال تشکیل دیا۔ جس میں اسلامی تنظیم کی کوئٹہ سے بھی اصل ارکان شریک تھے اس مثال نے طویل محنت و جدوجہد کے بعد ایک کافی متصل رپورٹ پیش کی جس کا مقولہ تھا "موجودہ نظام کی اصلاح کو شل بھی کیا جائے اس رپورٹ میں یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ نظام کی یہ موجودہ شکل ہے وہ بعضی طور پر سودی اور غیر اسلامی ہے اس کو اسلامی اور غیر سودی بنانے کے لئے متبادل کے طور پر متعدد تجاویز پیش کی گئیں اور کہا گیا کہ ان تجاویز میں پیش کردہ معلومات کی جگہ پر نظام کی یہ بہت دور دوری ہوئی تھی جو کہ اور اسلامی بھی لیکن وہی مثال کے ایک رکن نے جن کو ماہر اقتصادیات کی مسلح حیثیت سے اس میں شریک کیا گیا تھا وہ کہتے تھے "میں نے آدمی کو ہر ادارہ سودی تنظیم میں صرف کیا تھا میرا کہ ان کی سود کے موضوع پر شائع شدہ مکتوں اور تقریروں سے ظاہر ہوتا ہے اس رکن سے میری مراد یہ نہیں ہے محمود احمد ہیں جن کا کچھ عرصہ پہلے لاہور میں انتقال ہوا تھا کہ ان کی رپورٹ کے معلق انمول نے اپنے ذاتی فیوض میں انکار رپورٹ میں وہ کہتے تھے "میں نے معلومات پیش کئے تھے وہ اپنی حقیقت فرض اور معروضی نتائج کے لحاظ سے سود کے متعلق ہیں لہذا غیر اسلامی ہیں علاوہ ازیں اس رپورٹ میں وہ کہتے تھے "میں نے خود معلومات میں ایک حد تک "نقص و نقصان میں نہ آتا" کے نام سے بھی پیش کیا گیا اور اس کا فائدہ بھی مل نہیں آیا۔ متعدد علماء کرام نے اس کے غیر سودی ہونے کی تردید کی اور دلائل کے ساتھ بتایا کہ یہ بھی اپنی حقیقت فرض و عایت اور اپنے معروضی اثرات و نتائج کے لحاظ سے سودی معاملہ ہے۔

مقصد عرض کرنے کا یہ ہے کہ جس ملک و معاشرے میں بنیادی طور پر سرمایہ دارانہ معاشی نظام ہو چکا ہو۔ اس سے اندر سرمایہ داری کی ایسی اثرات تشکیل دے گا جو پورا دنیا ہوتی ہیں ان میں ایک فریق دوسرے کو کاروبار دہیہ کر کے لئے سرمایہ اس شرط پر دیتا ہے کہ اس کا سرمایہ قرض کی طرح محفوظ رہے کاروبار کے لحاظ سے اس میں کم و بیش کچھ اضافہ بھی ضرور ہو گا لہذا اس کے اندر ایک کاروبار بھی صرف اسی طریقہ سے کام کر سکتا ہے یعنی دوسروں سے جو مال لے اس کی حیثیت واجب الادا قرض کی اور مدت کے لحاظ سے اس پر اضافہ بھی ضرور ہو اسی طرح ایک جن لوگوں کو کاروبار دہیہ کر کے لئے مال دے اس کی حیثیت بھی واجب الادا قرض کی اور اس پر اضافہ ضروری ہو گا لیکن دین کا یہ طریقہ سودی طریقہ کہلاتا ہے۔ ایک اس طریقہ کے سود دوسرے کسی ایسے طریقہ سے اپنا کاروبار جاری نہیں کر سکتا جس میں مال والے فریق کے لئے زیادہ اضافہ کے ساتھ اصل مال کی واپسی کی ضمانت نہ ہو اضافہ اضافات کا طریقہ کہ اس میں اضافہ اور کٹاواصل مال کی واپسی کی بھی ضمانت نہیں دی جاسکتی کیونکہ اس مال والے فریق کام کرنے والے فریق کے پاس جو مال ہوتا ہے واجب الادا قرض کے طور پر نہیں ہوتا بلکہ لائٹ کے طور پر ہوتا ہے لائٹ والے مال کا شرعی حکم یہ ہے کہ وہ اگر کسی لائٹ سودی آفت سے ضائع ہو جائے تو اس کا نقصان لائٹ والے صاحب مال کو کاروبار دہیہ کہتا ہے جب کہ قرض کامل ضائع ہو جائے تو اصل مال بھی مفروض کو سودہ اور کاروبار دہیہ کہتا ہے قرض خواہ کسی نقصان کا سودہ وار نہیں ہوتا۔ لہذا سرمایہ دارانہ معاشی نظام میں ایک کاروبار و مفاد کی کی جگہ پر نہیں چل سکتا مطلب یہ کہ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کے اندر ایک کے اور وہ غیر سودی طریقوں سے چاہا جاسکتا ہے وہ جھوٹے دھار ہیں اور اس کے ساتھ میں تمام اسلامی نظام کی لئے چاروں کو بے تحاشہ ناموں سے اب تک جتنے طریقہ تجویز کئے ہیں وہ اب معقولہ لحاظ سے سودی طریقے ہیں اور بالکل جو قرض والے سود میں پائی جاتی ہے وہ سودی حرام ان معاشی معاملات میں بھی پائی جاتی ہے اور نظامی سے لئے متبادل کے طور پر تجویز کئے گئے ہیں ممکن متبادل طریقوں سے و نظامی کے معروضی اثرات و نتائج موافقہ دینے کی خاطر ہونا لازمی ہے جو موجودہ سودی نظام کی آفت ہمارے سامنے ہیں اچھے انداز میں اس کا یہ کہ جو لوگ اپنی انگوٹھ سے دیکھیں گے کہ اسلام سے ہم پر جو نظامی اثرات مل رہے ہیں وہ معروضی

خواہش و آرزو کا تعلق ہے دوسرے بحث سے مسلمانوں کی طرح میری گزند بھی یہی ہے کہ جتنی جلدی ممکن ہو ہمارے ملک پاکستان اور پاکستانی معاشرے سے موجود استعمالی غلامانہ معاشی نظام ختم اور اس کی بجائے اسلام کا دارالافتاء و مویشی نظام قائم ہو سکیں اس عالم اسباب میں ممکن خواہشوں اور توجہات سے نفی مقصد حاصل نہیں ہو تا یہ صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ ضروری اسباب مہیا ہو جائیں جو قدرتی طور پر اس کے لئے مقرر ہیں مثلاً ایک آدمی کے پاس انسان کی بنیاد پر اس شخص کے پاس پانی کی خواہش و آرزو ہے اور نہیں ہوتی پھر اس وقت دور ہوتی ہے جب کھانا اور پانی حاصل کر کے کھایا اور پیا جاتا ہے اسلام چونکہ اس لئے اللہ رب العالمین کا ہدایت کر دیتا ہے جس نے عالم اسباب کو پیدا فرمایا ہے لہذا اسلام کی مسلمانوں کے لئے یہ تعلیم اور ہدایت ہے کہ وہ ہر مقصد حاصل کرنے سے پہلے وہ اسباب حاصل مہیا کرنے کی کوشش کریں اور نتیجہ کے لئے اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہو کر ہر دوسرے اور توکل کریں۔ مطلب یہ کہ توکل ترک اسباب کا نام نہیں بلکہ ضروری اسباب مہیا کرنے کے بعد نتیجہ کے لئے اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور ہر مسئلہ کا نام توکل ہے جس کی اسلام میں تعلیم ہے اور جو نتیجہ اسلامی سنت سے ظاہر ہے آپ نے ہمیشہ ہر مقصد سے پہلے اس کے لئے ضروری اسباب فراہم کرنے کی کوشش فرمائی اور کامیابی کے لئے اللہ سے دعا کی جنس و ماہ پر ہر مسئلہ فرمایا لہذا اتباع سنت نبوی کے تحت ہم مسلمانوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ ایک مقصد کو حاصل کرنے سے پہلے ان اسباب کو معلوم کریں جن پر اس مقصد کے حصول کا دارالافتاء ہے اور پھر ان اسباب کو مہیا کرنے کی ہر ممکن سعی و کوشش کریں اور کامیابی کے لئے نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا لائیں جو مسبب الاسباب ہے اور جس کے ہاتھ میں کامیابی کا ہر اختیار ہے۔

نظام برائے قیام کے لئے پہلا کام: ہر ایک مویشی میں مویشی نظام کی تہذیب کا جو مقصد ہے وہ محض آرزو اور خواہش سے حاصل نہیں ہو سکتا اس کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ اس کا طریق کار اور طرز عمل کو معلوم اور اختیار کیا جائے جو اس عالم اسباب میں اس کے لئے مقرر ہے جہاں تک اس بارے میں میرے علم اور فکر اور فکر کا تعلق ہے میں سمجھتا ہوں اس سلسلہ میں سب سے پہلے کرنے کا جو کام ہے وہ حق تعالیٰ کی روشنی و ہدایت میں اسلام کے حقیقی معاشی نظام سے تین کام

تک کی وراثت کے حالات اس میں اور سادہ غیر اسلامی و بنیادی نظام میں کوئی خاص فرق نہیں ہے بلکہ والدہ لوگ سادہ سودی و بنیادی دائلے نظام سے جس طرح قاعدہ کے افکار ہے جسے وہی لوگ اسی طرح سے اس لئے و بنیادی نظام سے بھی قاعدہ کے افکار ہے پس اب بھی دولت کی گردش انہیں لوگوں کے درمیان محدود ہے جن کے درمیان سادہ نظام و بنیادی میں محدود تمام آگاہی کو جو اپنی خستہ معاشی حالت کی وجہ سے نہ تک و پیر دے سکا اور نہ اس سے قرض لے سکتا ہے نہ سادہ نظام و بنیادی سے کوئی نفع و فائدہ پہنچا دے اور نہ اس لئے نظام و بنیادی میں جو اسلام کے ہر چ کا حقیقی مآب اس کو کوئی نفع حاصل ہو سکتا ہے تو جو مویشی کے پیچھے لپکتا ہوا بنیادی و بنیادی اس نظام کو عقلی تبدیلی سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو تا اور اس غیر فطری معاشی عدم توازن میں ذور ہر کی نہیں ہوتی جو معاشرے میں پیدا جاتا ہے تو اس صورت حال کو دیکھ کر لوگوں کے اندر یہ خیال پیدا ہو تا قدرتی ہے کہ اسلام کے معاشی نظام کے حقیقی علماء کے دعوے قلم سے جو عام مسلمانوں کے سامنے کرتے رہے کہ اس میں نہ کوئی غریب رہتا ہے اور نہ امیر بلکہ سب فقر یا ثر ہو جاتے ہیں وہ غیر دو غیر وہ کچھ کمزور ایمان کے لوگ خود اسلام سے یہ ایمان اور محض ہو جائیں یہ بھی امید از عقل نہیں ہے بلکہ ظالمین اسلام تو ان کو تو ایسی صورت میں اسلام کے خلاف ذرا اچھے اور پیچھے نہ کرنے کا خوب موقع ملے گا پھر حال ایسی صورت میں اسلام کی ایک نئی جو نقصان پہنچے گا اس کے تمام زور و زور اور تصور اور اسلام کے دو باران دوست ہوتے جو بغیر سوچے سمجھے بے احتیاطی کے ساتھ اسلام کے معاشی نظام کی تلاطم ترقیاتی کر رہے ہیں اللہ ان کو حقیقت حال کے صحیح طور پر سمجھنے کی توفیق عطا!

حتمی لیکن نہایت ضروری حد کے بعد میں اپنے اصل موضوع کی طرف آتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ گزشتہ صفحات میں جو کچھ لکھا گیا اس سے مسئلہ زبردستی غیر معمولی اہمیت کی وضاحت کے ساتھ ان وجوہ کی بھی غائب کشائی ہو گئی ہے جن کے سبب یہ مسئلہ ایک نہایت مشکل اور پیچیدہ مسئلہ بھی ہے۔ کیا محض آرزوؤں سے مقصد حاصل ہو سکتا ہے؟ اب یہ تمام اس طریق کار کے حقیقی عرض کر رہا ہوں کہ جس کا اختیار کا بغیر سے نزدیک اس مسئلہ کے حل کے لئے ضروری ہے، طریق کار کے حقیقی کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں تک دلی

و اگر کسی کام میں یہ اہم علمی کام انفرادی کی بجائے اجتماعی طریقہ سے ہونا چاہیے مطلب یہ کہ اس اہم علمی و فکری کام انجام دینے کے لئے علماء کرام کی ایک جماعت مقرر کی جائے یا ہے جو قرآن وحدیث سے استفادہ و تحقیق کے ساتھ علم اہل شیعہ اور جدیدہ معاشی نظاموں سے بھی ایک نیک واقف و آگاہ ہوں نیز ضروری ہے کہ اس کے ارکان کئے ذہن کے ساتھ غور فکر اور استدلال و احتراز کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے اور استدلال کے منطقی طریقوں کو اچھی طرح جانتے ہوں اور کسی عقیدے کے اندھے مقلد نہ ہوں شیعیت سے زیادہ دلیل سے متاثر ہوتے ہوں اس جماعت کے ارکان کے لئے جدیدہ معاشی علوم و افکار اور موجودہ معاشی نظاموں سے ایک حد تک واقفیت اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے طریقہ قرآن وحدیث کی معاشی تعلیمات کا نہ معاشی مفہوم و مطلب اچھی طرح سمجھا جاسکے اور نہ ان کو معاشیات کی زبان میں سمجھا دیا اور معاشی نظام کی صورت میں پیش کیا جاسکتا ہے یہی طریقہ جو مذکورہ مطلوبہ علمی کام انتہائی ذہنی نوعیت کا ہے لہذا اس کام کو انجام دینے والی جماعت کا انتخاب و احتراز کی صلاحیت سے آراستہ اور استدلال کے فکری اور منطقی طریقوں سے آگاہ ہونا بھی ضروری ہے۔

اس میں شک نہیں کہ موجودہ حالات میں مذکورہ لو صاف کے علماء ہیست ہی کم تو ہو سکتے ہیں لیکن بالکل پختہ اور متقدمہ نہیں انھیں اور شیعہ کی کے ساتھ حاشا و جستجو کی جائے تو چند ایک ضرورتیں مل سکتے ہیں ایسے جہاد اور کوشاں نہ کہ ایک جگہ تک کرنا مثلاً ضروری ہے لیکن جہاں نہیں اس کام و سرکاری اداروں کی جائے غیر سرکاری آزاد علمی ادارے بھر طور پر کر سکتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ غیر سیاسی علمی و فنی اداروں کو یہی اہم علمی کام کرنا چاہیے۔

تین قسم کے معاشی تعلیمات :۔

تحدیث ثلث سے جو ہر پر عرض ہے کہ لکھنے کو تین ہیں

سہل سے اسلامی معاشیات کے موضوع سے خصوصی دلچسپی اور اس کی طرف بھرپور توجہ دی ہے میں نے اس سے متعلق بہت کچھ جہاد و جہاد و جہاد کیا ہے کہ جس کا کچھ حصہ علمی و فنی ہفت روزہ اور ماہنامہ پر چوں میں شائع ہوا اور کافی حصہ ایک شائع نہیں ہوا اس عرض کرنے کا یہ مطلب ہے کہ مذکورہ موضوع سے متعلق بہت کچھ پڑھنے سوچنے اور غور فکر کرنے کے بعد میں اس عقیدہ تک پہنچا ہوں کہ قرآن وحدیث میں معاشی نوعیت کی جو تعلیمات ہیں وہ تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کی شیعیت انتہائی

مواہدہ و تشریحات کی ہے دوسری وہ جن کی نوعیت مستقل اور تحقیقی قوانین کی ہے اور تیسری وہ جن کی نوعیت وقتی اور مبادئی اور عامہ قوانین کی ہے تین طرح کی معاشی تعلیمات کے ہفت روزہ سے فرق و امتلازمت ہے اول الذکر علاقائی تعلیمات احسان پر مبنی ہیں جس کے معنی ہے رضا کارانہ طور پر اپنے حق کا دوسرے کے لئے اختیار کرنا بالفاظ دیگر اپنی مرضی خوشی سے دوسرے کو دینا چھوڑ دینا جس کا وہ قانونی اعتبار نہ ہو ثانی الذکر مستقل اور تحقیقی قانونی تعلیمات عدل پر مبنی ہیں جس کے معنی ہے معاشرت میں ہر فرقہ و اس کا حق خلیفہ خلیفہ اور پادشاہان اور جلالہ اللہ تعالیٰ اور عبوری اور قانونی تعلیمات وقتی مصلحت پر مبنی ہیں جس کا مطلب ہے ہر موافق حالات میں شیعہ اور کفر ہوا اس کو اختیار کرنا دوسری وہ جن میں شرعی تعلیمات کے فرق و امتلازمت کی ہے اول الذکر علاقائی معاشی تعلیمات کی شرعی حیثیت نکل اور مستحب کی ہے جن پر عمل کرنے کا کلمہ موسوم کو اختیار ہوتا ہے چاہے تو ان پر عمل کرے اور چاہے تو نہ کرے لہذا ان پر عمل کرنا عند اللہ بے اجر و ثواب کا موجب ہے اور نہ کرنا عند اللہ نہ گناہ اور نہ موجب عذاب اسلامی حکومت ان کی پابندی پر کسی کو مجبور نہیں کر سکتی ہاں ترقیب ضرور دلا سکتی ہے مثلاً جو افراد ان پر عمل کریں ان کو قوی اعزازات اور خاص مراعات سے نوازا جاتا ہے جب کہ انی الذکر قانونی تعلیمات کی شرعی حیثیت فرض اور واجب کی ہے جن پر عمل کرنا لازم و ضروری ہوتا ہے گویا یہ اختیاری نہیں جبری نوعیت کی ہیں اور یہ کہ ان کی پابندی کا موجب اجر و ثواب ملے گا اور خلاف ورزی کا موجب عتاب و سزا جرم و گناہ ہے اسلامی حکومت ان قانونی تعلیمات کی پابندی نہ کریں گے مجبور نہ کر سکتی ہے نہ پانچ خلاف ورزی کرے وادوں کو تو جبری سزا دے سکتی ہے اسی طرح تیسری تعلیمات وقتی اور عبوری یا مبادئی کی حیثیت رکھتی ہے مخصوص عبوری حالت میں واجب العمل ہوتی اور حکومت ان کی پابندی پر مجبور کر سکتی ہے تیسری وجہ ان تین قسم کی معاشی تعلیمات کے ہاں فرق و امتلازمت کی یہ ہے کہ جو تعلیمات عدل پر مبنی ہونے کی وجہ سے مستقل اور تحقیقی قوانین کی حیثیت رکھتی ہیں ان پر عمل کے نتیجہ میں افراد سے معاشی حقوق جاری طرح مختلف ہو جائے اور معاشرے میں معاشی استدلال و توازن وجود میں آجائے ہر فرد کو کسی نہ کسی شکل میں پیادگی معاشی نہ دیتے ہیں کسی ایسا آجائی ہیں اور معاشی قانونی نوعیت میں ہر صاحب کس احسان و انعام پر مبنی

اس میں شک نہیں کہ موجودہ حالات میں مذکورہ لو صاف کے علماء ہیست ہی کم تو ہو سکتے ہیں لیکن بالکل پختہ اور متقدمہ نہیں انھیں اور شیعہ کی کے ساتھ حاشا و جستجو کی جائے تو چند ایک ضرورتیں مل سکتے ہیں ایسے جہاد اور کوشاں نہ کہ ایک جگہ تک کرنا مثلاً ضروری ہے لیکن جہاں نہیں اس کام و سرکاری اداروں کی جائے غیر سرکاری آزاد علمی ادارے بھر طور پر کر سکتے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ غیر سیاسی علمی و فنی اداروں کو یہی اہم علمی کام کرنا چاہیے۔

تین قسم کے معاشی تعلیمات :۔

تحدیث ثلث سے جو ہر پر عرض ہے کہ لکھنے کو تین ہیں

سہل سے اسلامی معاشیات کے موضوع سے خصوصی دلچسپی اور اس کی طرف بھرپور توجہ دی ہے میں نے اس سے متعلق بہت کچھ جہاد و جہاد و جہاد کیا ہے کہ جس کا کچھ حصہ علمی و فنی ہفت روزہ اور ماہنامہ پر چوں میں شائع ہوا اور کافی حصہ ایک شائع نہیں ہوا اس عرض کرنے کا یہ مطلب ہے کہ مذکورہ موضوع سے متعلق بہت کچھ پڑھنے سوچنے اور غور فکر کرنے کے بعد میں اس عقیدہ تک پہنچا ہوں کہ قرآن وحدیث میں معاشی نوعیت کی جو تعلیمات ہیں وہ تین طرح کی ہیں ایک وہ جن کی شیعیت انتہائی

مکمل ہیں اس لئے کہ دس روپے پر زیادہ کی بے شمار فضیلت ہو سکتی ہیں دس روپے پر مثلاً ایک چیرہ زائد ہو تو احسان کی ایک شکل ایک روپے زائد ہو تو دوسری شکل پانچ روپے زائد ہو تو تیسری شکل اور دس روپے زائد ہو تو چوتھی شکل۔ غرضیکہ نہ گورہ معاف۔ میں احسان کی تکنیکوں ہزاروں فضیلتوں ہو سکتی ہیں اس طرح مثلاً نہ گورہ میں دس روپے سے کم کی بیویوں کے لحاظ تو سوناٹوے اور اوروں کے لحاظ سے نو فضیلتوں ہو سکتی ہیں اور یہ ایک لغزہ حق تکنیکی کا مصداق قرار پاتی ہے۔ اس مثال سے یہ بھی واضح ہو گا کہ متن دین کے مالی معاملہ میں عدل کے تعین پر احسان اور علم کے تعین کا دارودھارے کو یہ کہ عدل گویا احسان اور علم کے درمیان حد فاصل ہے جس کی ایک طرف کام احسان اور دوسری طرف کام علم ہے لہذا جب تک کسی معاملہ میں عدل کی فصل متعین نہ ہو اس میں احسان اور علم کی فضیلت متعین و معلوم نہیں ہو سکتی۔ اس کا مطلب یہ ہوا۔ احکام کے معنی میں احکام کو ایک متعین شکل میں عرب اور اعراب کی پابندی ہے تو صرف اس کی ان معاشی تعلیمات کی بنیاد پر جو عدل پر مبنی ہونے کی وجہ سے مستحق و حقیقی قوانین و احکام و اصول و ضوابط کی بنیاد پر تھیں لیکن نہ احکام ان اعداد کی تعلیمات کی بنیاد پر عرب و اعراب کی پاسکے ہے اور نہ وہی مصلحت والی عارضی اور عبوری تعلیمات کی بنیاد پر جو عبوری حالات سے متعلق تھیں۔

معاشی عدل اور عصری نظامائے معیشت سے اس کا تعلق : عاویز میں اسلام سے معاشی نظام کی رہنمائی دارنہ اور اثراتی معاشی تصورات پر عقلی و فطری لحاظ سے پہلی مرتبہ عدل کی باکستگی ہے تو وہ بھی اس کی معاشی تعلیمات کی بنیاد پر عدل پر مبنی مستقل اور حقیقی قوانین کی حیثیت رکھتی ہیں یہاں تک احسان وادب پر مبنی اخلاقی نوعیت کی معاشی تعلیمات کا تعلق ہے ان کی تعلیم و ترقیب صرف دین اسلام میں ہی نہیں بلکہ دنیا کے ہر مسلمان دین و مذہب میں موجود ہے بعد ازاں دین قسم کے انسانی معاشی مسائل میں بھی لوگوں کو اچھا سمجھا کر عزت و احترام کی فکر سے دیکھاتا ہے جو افراد و گروہوں اور غیر خواہی دوسروں کے لئے مالی ایذا کرے اور قواعد عام کے معارف میں دل کھول کر درس دیتے ہیں حالانکہ وہ قانونائے سہل نہیں بلکہ گویا احسان والی اخلاقی تعلیمات پر عمل کی ترقیب تمام لوگوں اور تمام معاشروں میں پائی جاتی ہے دوسری بات ہے کہ اس قسم کی اخلاقی تعلیمات پر

اس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ اسلامی معاہدات پر لکھنے والے بعض حضرات نے مذکورہ تین قسم کی تعلیمات کو اہل عمل کے جو طریقے سے آپس میں خلط ملط اور گڈمڈ کر دیا دوسرے بعض حضرات نے صرف ایک نوع کی معاشی تعلیمات کو اور دوسری اس معاشی تعلیمات قرار دے کر باقی تعلیمات کو ہٹا دیا۔ یہ نخر اندازہ کرنا دشوار ہے بعض نے احسان والی اخلاقی تعلیمات کو اصل قرار دے کر عدل اور مصلحت والی معاشی تعلیمات کو نخر اندازہ کر دیا اور بعض نے اس کے برعکس عدل والی تعلیمات کو اصل ٹھہرا کر احسان اور مصلحت والی تعلیمات سے صرف نظر کیا اور بعض نے بے سوچے سمجھے عدل والی مستقل قسم کی قانونی تعلیمات کو وقتی مصلحت والی عارضی قانونی تعلیمات سے مل کر ایسا مجموعہ مرکب پیش کیا جس کے اجزاء کے باطن امتحان کرنے سے یہ ثابت ہوا کہ وہ عارضی معاہدات کے حقیقی حلالہ کرامات کے درمیان جو اختلاف ہے اس کا ایک خاص سبب یہ بھی ہوا کہ قرآن وحدہ میں جو تین طرح کی معاشی تعلیمات اور ان کے درمیان فرق و امتیاز ہے جو متعدد وجوہ حسیں ان کی طرف ذہن نہ گیا اور وہ نگاہ سے اوجھل رہیں مگر یہ ضروری ہے کہ اسلام کے معاشی نظام پر عملی کام کرنے والی جماعت مذکورہ حقیقت کو پوری طرح اور لازمی طور پر ملحوظ خاطر رکھے تاکہ اسلامی نظام اقتصاد کا خاکہ مختلف صورت میں سامنے آئے۔

اسلامی معاہدات کے حقیقی حلالہ اسلام کے باطن جو اختلافات ہیں ان کا دوسرا سبب میرے نزدیک علت و تحقیق کا وہ طریقہ ہے جو بعض جزوی معاشی معاملات کی شرعی حیثیت متعین اور معلوم کرنے کے لئے عام طور پر اختیار کیا گیا حد و تحقیق کے اس طریقہ سے مراد وہ طریقہ ہے جس میں کسی عمل کے اجزاء میں سے ایک جزو کی جزوی حقیقت اور حیثیت متعین کرنے میں نکل کے مقصد وجود کو اور نہ اس کے بقیہ اجزاء کو سامنے رکھا جائے بلکہ صرف وہ دوسرے خارجی دلائل سے فائدہ اٹھایا جائے جن کی قیہ و تحقیق میں مختلف آزمائشیں پیش آتی ہیں تو چونکہ حد و تحقیق کا یہ طریقہ جن دلائل پر متعین ہوتا ہے ان میں اختلاف کی گنجائش موجود ہوتی ہے لہذا ان میں اختلاف رونما ہوا تو قدرتی امر ہے۔

معاہدہ مزارعت اور اس کی شرعی حیثیت: مقال کے طور پر معاہدہ مزارعت کو لکھنے میں شرعی حیثیت کے حقیقی حلالہ کرامات کے باطن جو اختلاف ہے کہ بعض اس کو شرعی طور پر جائز

مسل کرنے کے جو معنوی اور روحانی محرکات اسلامی ہدایت میں ہیں وہ بہت قوی و زیادہ پائیدار ہیں یہ حال اسلام میں جو اخلاقی نوعیت کی معاشی تعلیمات ہیں ان کے بناء پر اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد پڑی وہ قوی دوسرے معاشی نظاموں پر جماعت نہیں کی جاسکتی اسی طرح اسلام کی ان معاشی تعلیمات کی بناء پر بھی اسلامی معاشی نظام کی دوسرے معاشی نظاموں پر بھری و بھری جماعت نہیں کی جاسکتی جو جو موافق عبوری حالت سے متعلق عبوری اور وقتی معاملات کی حیثیت رکھتی ہیں کہ ان کے اندر جانچنا جو حق غلطی کی برائی ضرور موجود ہوتی ہے لہذا وہ خلاف عدل ہونے کی وجہ سے فقہائے اسلام کے مطابق نہیں ہوتیں اور ان کا اختیار کرنا مالا مال نہ کھلے لایسک کہ کھلے کے طور پر ہوتا ہے یعنی جب مظلوم شے چوری نہ مل سکتی تو وہ دوسری مل سکتی ہو تو وقتی طور پر اس کو اختیار کرنا بیابان اور چوری کے لئے کوشش جاری رہے یا وہ کہ لکھنے کہ ان کا اختیار کرنا اھون السلبین اور اھل الشریع کے حق پر ہوتا ہے یعنی وہ دراصل ان میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری و جائز ہو تو وقتی طور پر مظلوم کی برائی کو اختیار کر لیا جائے یعنی غرت کے ساتھ اور بالآخر چھوڑ دینے کے لئے اس سے بر حال یہ عبوری حالات سے تعلق رکھتے ان معاشی تعلیمات پر آزمائش نہیں ہونی بناء پر عارضی معاشی نظام کے لئے ہونا چاہئے اور دعویٰ کیا جاسکتا ہو۔

خلاصہ یہ کہ قرآن وحدہ میں معاشی نوعیت کی جو تین طرح کی تعلیمات ہیں وہ اپنی اساس و دیوار اپنی حقیقت و ماہیت اپنی شرعی حیثیت و اہمیت اپنے مفاد و مقصد اور معروضی اثرات و نتائج سے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہیں ان میں سے ہر ایک کے اطلاق کا عمل و موقع ایک دوسرا ہے لہذا ان کو آپس میں خلط ملط کرنا اور ملانا اصولاً نہاد قرار دیا جاتا ہے اور ان کے جدا جدا ہونے کا ثابت اسی طرح ہے بھی درست نہیں ہوتا کہ ان میں سے بعض کو لیا اور بعض کو نخر اندازہ کر دیا جائے کیونکہ ان میں سے ہر نوع کی تعلیمات چھانے خود اہم اور ضروری ہیں اگرچہ ان کا عمل موقع ایک دوسرے سے جدا ہے۔

چنانچہ میرے مطالعہ اور تجسس کا تعلق یہ اسلامی معاہدات پر لکھی گئی کسی تحریر اور چھوٹی بی بی کسی کتاب میں میری نخر سے نہیں گزرا کہ کسی نے اسلام کی مذکورہ تین قسم کی معاشی تعلیمات پر حد و تحقیق کی گنجائش ان طرف کچھ کی ہی نہیں اور یہ حقیقت لکھائوں سے اوجھل رہی یا ناگو

علمی کام کرنے والی مجرور جماعت اس کو بھی ضرور طوطا طور پر ہی طرح سامنے رکھے تاکہ جو متعین ہو متعلقہ طور پر متعین ہو اسلامی معاشریات سے متعلق علماء اسلام کے درمیان اختلافات کا تیسرا سبب جس کا ذکر ہم داری ہے یہ ہے کہ اسلامی معاشریات پر علمی کام کرنے والوں میں سے بعض نے اس کا نام اور اجتنام کیا کہ اسلام کے حوالے سے بھی جو بھی بات کہی اور کھمبی جائے وہ موجودہ حالات میں لوگوں کے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ اسلام آج کے حالات میں قابل عمل نہیں لہذا انہوں نے اسلامی کی خیر خواہی کے جذبہ سے رائج الوقت سربراہ داران معاشی نظام کے ہر جز کو چیلوں اور تیلوں کے ذریعے اور الفاظ کے رد و بدل سے اسلامی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ دیکھائی کا اور وہ بوجہ کارہی کا اور وہ جو انتہائی انسانک کمپنیز کا اور وہ ہوا حکومت کے جاری کردہ مختلف قسم کے سرٹیفیکیٹ اور بانڈ کے لین دین کا اور وہ اسلام کے حوالے سے ان کو جائز قرار دینا غریبکہ ان کا تجویز کردہ اسلامی معاشی نظام بجاوہی طور پر نظام سربراہی داری ہی کی دوسری شکل ہے۔ اپنے معروضی اثرات و نتائج کے لحاظ سے دونوں میں کچھ فرق نہیں۔ لہذا اس سے ہمارے اس دعوے کی صاف تردید ہوتی ہے کہ اسلام کا معاشی نظام سربراہی داران معاشی نظام سے بجاوہی طور پر مختلف اور افادہ ی طور پر بہتر ہے ممکن ہے کہ یہ حضرات اس دعوے سے ہی قائل نہ ہوں یا یہ کہ اسلام کے معاشی نظام کو موجودہ حالات کے مطابق بنانے کی فکر و کشش میں اتنے منہمک ہو مستغرق ہو گئے ہوں کہ ان کو اپنے دعوے کا خیالی ہی نہ رہا ہوں بلکہ یہ حال ان حضرات کا تجویز کردہ اسلام کا معاشی نظام اس سے بالکل مختلف متضاد ہے جو اسلام کے حقیقی آئندہ قرآن و حدیث میں مذکور ہے۔

مذکورہ اوّل علم حضرات کے بالمقابل دوسرے بعض حضرات نے اسلام کے معاشی نظام کی تعمیر و ترقی میں سختی کیا تو یہ روئے طور پر نظر اختیار کیا کہ اسلامی معاشی نظام کے متعلق اسلام کے حوالے سے جو بھی بات کہی اور کھمبی جائے ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے مطابق ہو یعنی اس کا اجرائی یا تفصیلی ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہو اس کی کچھ پر وانی نہ جائے کہ وہ موجودہ حالات میں قابل قبول اور قابل عمل ہے یا نہیں گویا ان کا موقف یہ رہا کہ اسلام کو حالت کے مطابق بنانے کی بجائے حالات کو اسلام کے مطابق بنانا چاہئے تاچند جن حضرات نے رائج الوقت سربراہی داران نظام کو روکا وہ سود پر

اور دوسرے بعض اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اس اختلاف کی بنیاد محض امور و احادیث و آثار ہیں جو عزارت کے متعلق کتب حدیث میں مذکور ہیں اور جن کے الفاظ سے عزارت کا جزو بھی نکلا ہے اور عدم جزو بھی۔ لہذا محض ان احادیث و آثار کی بنا پر عزارت کو ناجائز نہ کی بھی گنجائش ہے اور نہ کرکتنے کی ہیں۔ گنجائش تو بھر خابہ ہے کہ یہ اختلاف بھی قسم نہیں دو سکتا لہذا اس کا قسم دو اس لئے ضروری ہے کہ اس کے ختم ہوئے بغیر اسلام کے حقیقی معاشی نظام کا تعین نہیں ہو سکتا اور یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ عزارت کی بنیاد پر قائم زینداری نظام اندرون اسلام یا ذہب یا جائز یا کسی اسلامی ملک و معاشرے میں اس کو قائم رہنا یا ختم ہو جانا چاہئے؟ آئن ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ ان کو نہیں نہیں کر سکتے کہ قرآن نہ مقرر کے نزدیک یہ جائز اور قرآن امام لہو فقہ کے نزدیک ناجائز ہے وہ انداز اور رسول اور قرآن و حدیث کے حوالے سے صرف ایک بات سننا اور جاننا چاہئے ہیں وہ مختلف اور متضاد باتیں ایک ہی معاملہ کے متعلق سننا اور جاننا نہیں چاہئے لہذا ضروری ہے کہ اس معاملہ کے متعلق جو اختلاف ہے وہ دور ہو اور صرف ایک بات واضح اور قطعی صورت میں سامنے آئے اور میں سمجھتا ہوں ایسا ہی وقت ہو سکتا ہے کہ ذہب معاملہ عزارت کی حیثیت متعین ہو معلوم کرنے میں صرف احادیث و آثار یعنی روایات پر بھی اتنا نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضرور دیکھا جائے کہ عام معاشی معاملات کے جو زوہد عدم جزو اور درست و نادرست کے متعلق قرآن حکیم میں جو اصولی اور کلی ضابطہ ہے اس کے مطابق معاملہ عزارت جائز اور درست معاشیات کی درست میں آتا ہے یا ناجائز و نادرست معاملات کے زمرہ میں شامل ہے اور یہ کہ قرآن مجید میں معاشی حق اور معاشی عدل اور معاشی ظلم کا جو اصولی تصور ہے اس کی روشنی میں موجودہ عزارت اپنے معروضی اثرات و نتائج کے لحاظ سے معاشی عدل کا مسدود عنصر ہے یا معاشی ظلم کا مسدود!!

عزارت کی طرح جن دوسرے معاشی امور و معاملات کے شرعی حکم یعنی جائز و عدم جزو کے متعلق علماء کے درمیان اختلافات پائے جاتے ہیں وہ وحدہ تھقین کے اس نئے سائنسی اور عقلی اسلوب سے دور رکھے جاسکتے ہیں اور ایک متفقہ اور قطعی صورت سامنے آسکتی ہے۔

مقتصد اس دوسرے سبب اختلاف کو بیان کرنے کا یہ ہے کہ اسلامی معاشی نظام کے تعین پر

طرف مصلوب ذہنی ماحول پیدا کرنے کے لئے ایسی مثالیں پیش کلام تعمیر اور ذہنی ماحول کو قائم کرنا اور زندہ رکھنے کے لئے اسلامی عبادات و اطلاق پر مشتمل نظام تربیت عمل میں لانے اور پوری بنیاد کی کے ساتھ اس کو درج دے تاکہ ذہنوں میں نہایت وسیع و وسیع گیر مدد و احسان کی طرف رغبت اور ہر قسم کے خلیہ و مدد سے غرت کے جذبات موہن ہوں جن کی تحریک سے ایک انسان بلا کسی تفتیس و اختیار ہر دوسرے انسان سے مدد و احسان کا پتہ نہ کرے یعنی نہ صرف یہ کہ دوسرے کا حق اس کو غلبہ ٹھیک اور پرامن راہ سے پسہ اپنے حق کا اس کے لئے اٹھ کرے اور اس کا مقصد اللہ کی رضا و خوشودی اور آخرت کی فلاح و کامیابی حاصل کرنا ہو اس کے اندر نفع اندوزی کی چاہے نفع خدا کی نفع رسائی کا نالوہ ہو ہر دوسرے کے ساتھ اس کا سلوک اور سادہ پناہ جیسا وہ اپنے لئے دوسرے سے چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے نظام تعلیم و تربیت کے ذریعے ذہنوں میں اس بات کو کھائے اور راج کرے کہ تمام انسان بعضیہ انسان کے برابر ہے کسی کو کسی پر رنگ نسل و نسل زبان نامہ ان نسب و ذات کی بنا پر فضیلت و درجہ حاصل نہیں ہاں طرح مال و دولت اور جاوا اقتدار بھی فضیلت اور سبب عزت و شرف نہیں بلکہ فضیلت و شرف اور عزت و تکریم کا ایک اور صرف ایک سبب تقویٰ ہے جس کے عملی مظاہر میں سے سب سے بڑا اور نمایاں مظہر نفع خدا کے ساتھ احسان اور ایثار سے پیش آنا اور بے لوثی کے ساتھ حق کو نفع پہنچانے کا یہ ضروری ہے کہ معاشرے میں ایسا معاشرتی ماحول پیدا کیا جائے جس میں ہر کسی شخصیت و اختیار تمام افراد کو اپنی اپنی فضیلت کیسے طور پر حاصل ہوں اور عزت و ہدائی کا ہو۔ مال و دولت اور جاوا اقتدار نہ دیکھتے ہیں اور اتنی اور احسان و ایثار جو جتنا ایک حق اور احسان و ایثار کرنے والا ہو اتنی وہ معاشرے میں معزز و محترم ہو۔ اسلامی معاشری نظام کے ہر دے کار آئے کے لئے نہ کہ وہ معاشرتی ماحول اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسلامی معاشری نظام میں مال و دولت کو جمع رکھنے کی بجائے رخصت اور اور وقار و مقام مصارف میں خرچ کر دینے کی تعلیم اور قانونیہ کی جو مخالفت ہے اس پر نہ کہ وہ ماحول کے بغیر عمل نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ جس معاشرے میں عزت و ہدائی کا معیار مال و مال و متاع ہو اور ہر اس شخص کو معزز اور بڑا سمجھا جاتا ہو جس کے پاس زیادہ سے زیادہ مال و دولت ہو تو اس میں مال و دولت حاصل کرنے اور اس میں ایک دوسرے پر

منہی ہونے کی وجہ سے غیر اسلامی قرار دیا اور ایسے تمام معاملات کو اسلام کی رو سے حرام و ناجائز بتلایا جو رخصت و قمار یعنی سود اور جوئے پر منہی اور نظام سرمایہ داری کے عناصر ترکیبی تھے چنانچہ طرز فکر کے نہ کہ وہ اختلاف کے نتیجہ میں بہت سے وہ اختلافات وجود میں آئے جو اسلامی معاشیات سے متعلق علماء کے مابین موجود ہیں اور جن کی وجہ سے اسلام کا معاشی نظام ایک پست اور خراب پریشان کن کر رہا ہے۔

اس تیسرے سبب اختلاف کے بیان سے بھی مقصود یہ ہے کہ اسلام کے معاشی نظام پر عملی کام کرنے والی علماء کی تجرہ و عبادت اس پہلو پر بھی ضرور غور کرے اور وہ طرز فکر اور انداز تحقیق اختیار کرے جس سے حقیقی اسلام کا حقیقہ ہو اور اسلام کا وہ اصل معاشی نظام سامنے آتا ہو جو قرآن و حدیث میں ہے۔

فقری و نظری کام کے بعد اسلامی معاشی نظام کے اطلاق کا مرحلہ : پھر جب اسلام کے حقیقی معاشی نظام کے قیام کا مرحلہ ضروری ہو جس کے ساتھ اور اطمینان بخش طور پر ملے ہو جائے اس کے بعد کام مرحلہ اس کے عملی نفاذ کا مرحلہ ہے جس کے متعلق پہلے کافی تفصیل کے ساتھ عرض کیا گیا کہ اسلام کا ماحول معاشی نظام صرف ایسے معاشرے میں نافذ ہو سکتا اور پائیداری کے ساتھ قائم ہو سکتے ہیں جس کے اندر خاص طرح کا ذہنی اور فاعلی ماحول موجود ہو نیز یہ بھی عرض کیا گیا تھا کہ خاص طرح کے ذہنی اور فاعلی ماحول سے مراد کیا ذہنی اور فاعلی ماحول موجود ہو اور یہ بھی کہ دو کس طرح سے معاشی ماحول میں آئے ہیں اس طرح یہ بھی اظہار حقیقت سے محروم عرض کیا گیا تھا کہ موجودہ نام نہاد اسلامی معاشروں بالخصوص پاکستان میں معاشرے کے اندر وہ ذہنی اور فاعلی ماحول موجود نہیں جو اسلامی معاشی نظام کے عمل میں آئے اور پائیداری کے ساتھ قائم رہنے کے لئے ضروری ہے۔ لہذا ایسی صورت حال میں پاکستان ملک و معاشرے کے لئے اپنے پائیداری معاشی نظام نافذ اور رائج کرنے کا صحیح طریق کار صرف یہی ہو سکتا ہے کہ وہ اسلامی معاشی نظام کو بطور نصب العین اور آخری منزل کے پوری طرح سامنے رکھے اور حالات کی تبدیلی کے ساتھ وجہ بددعا اور مرحلہ مرحلہ اس کی طرف بڑھنے اور پیش قدمی کرنے کی کوشش کرتا رہے چنانچہ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ ایک

سبقت لے جاتے ہیں صالہ، حرام و حلال پر جاننا کوئی قبح نہیں ہو جاتا اور یہ ایک شرعی ذریعہ ہے۔
بالدراستے کے جذبہ میں جھکا ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ عام بدلمشی اور سبہ جھٹی کی صورت میں سامنے آتا ہے جس کو اسلام نہیں چاہتا۔

سازگار خارجی ماحول تیار کرنے کے لئے جس دوسری چیز کا وجود ضروری ہے اور جس کو دنیا میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے وہ دنیوی معاشی ضروریات میں خود کفالت ہے مطلب یہ کہ اپنی تمام چیزیں صاف سے اندر باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت پیدا کرنے کی اپیل کو کوشش نہ جانی چاہیے۔ زندہ رہنے کے لئے ضروری ہیں اسائن اور فیش کی چیزیں کی طرف اس وقت توجہ دی جائے جب ضروریات میں خود کفالت حاصل ہو جائے کیونکہ جو مسلم معاشرہ دنیوی معاشی ضروریات میں خود کفالت نہ ہو بلکہ وہ ان کے غیر مسلم معاشروں کے ساتھ دوست ٹھہرے ہو تو وہ زندہ رہنے کے لئے مجبور ہوتا ہے کہ غیر مسلم معاشروں سے ان کے شرائط اور خواہشات کے مطابق ضروریات زندگی حاصل کرے اور اس کی یہ مجبوری اپنے اسلامی معاشی اصولوں پر عمل کرنے کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔

اسلامی معاشی نظام کے عملی نفاذ کے لئے جس خارجی ماحول کا وجود ضروری ہے اس کا ایک پہلو سیاسی آزادی اور کامل خود بخداری بھی ہے یعنی مسلم معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوسروں کے تسلط سے آزاد اور پوری طرح خود مختار ہو یعنی وہ اپنے معاملات بروائی مداخلت کے بغیر اپنی مرضی سے طے کر سکتے کی پوزیشن میں ہو کیونکہ جو معاشرہ دوسرے ملک کی دوسرے معاشرے اور ملک کے زیر تسلط اور ماتحت ہو وہ اپنے ہاں کوئی ایسا معاشی نظام رائج نہیں کر سکتا جو لوہے والے مسلط ملک و معاشرے کے مفادات سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ لہذا مسلمان معاشروں پر لازم اور واجب ہے کہ وہ غیر مسلم معاشروں کے تسلط سے کامل طور پر آزاد اور خود مختار ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں اس کے لئے وہ ایسے سب طریقوں سے کام لیں جو شرعاً جائز ہوں اور جن کو اختیار کرنے سے کامل آزادی اور خود بخداری کا متمتع حاصل ہو سکتا ہو ایسا یہ عرض کر دینا غیر مناسب نہ ہو گا کہ آج بہت سے مسلم ممالک کو جو آزادی و خود بخداری حاصل ہے وہ محض ہم کی نوبت قس آزادی و خود بخداری ہے جاتے والے جانتے ہیں اس کی تمام پالیسیوں اور منصوبہ بندیوں میں باہر والوں کا کتنا عمل دخل ہوتا ہے۔ خارجی امور میں ہی نہیں داخلی

امور میں بھی ان کو مغربی ممالک کی مرضی کا کتنا خیال اور لحاظ رکھنا پڑتا ہے۔ ہر حال جو مسلم ممالک اور معاشرے اپنے ہاں اسلام کے اجتماعی نظام کو کامل طور پر عمل میں لانا شروع نہ کر دیکھنا چاہتے ہیں ان کے لئے لازمی و ضروری ہے کہ وہ سیاسی طور پر آزاد ہو خود مختار اور معاشی ضروریات کے لحاظ سے خود کفالت اور خود کفالتی بخنے کی انتہائی سعی کوشش اور پوری جدوجہد کریں۔

واضح رہے کہ سطر بالا میں یہ جو عرض کیا گیا ہے کہ اسلام کے حقیقی معاشی نظام کے عملی نفاذ کے لئے خاص طرح کے ذہنی اور خارجی ماحول کا معاشرے میں موجود ہونا ضروری ہے اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جب تک وہ خاص طرح کا مطلوبہ ذہنی اور خارجی ماحول کامل طور پر وجود میں نہ آجائے اس وقت تک یہ جہاد میں کوئی قدم نہ اٹھایا جائے اور نہ ہی اس نظام میں کوئی تخریب اور بدلہ نہ کیا جائے جو فی الوقت معاشرے میں موجود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ کامل طور پر اسلام کا معاشی نظام تو بلاشبہ اسی وقت عمل میں آسکے جب وہ مطلوبہ ذہنی اور خارجی ماحول پوری طرح عمل میں آجائے لیکن ہاتھ خراب۔ چنانچہ اس وقت بھی میں میں آسکتا ہے جب مطلوبہ ذہنی اور خارجی ماحول ہاتھ خراب ہو رہا ہو۔ لہذا ایسے اسلامی معاشرے کے لئے اسلام کی ہدایت و تعلیم یہ ہے جس نے اجتماعی طور پر یہ عمل کر لیا ہو کہ اس نے اسلام کے حقیقی نفاذ اور معاشی نظام کو ضرور بالضرور اپنا اور کامل طور پر عمل میں لانا ہے اور تنجیدی اور تدریجی کے ساتھ اس ذہنی اور خارجی ماحول کو موجود لانے کی ہر پر کوشش بھی کر رہا ہو جو اس کے عمل میں آنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر اور اس پر نظر رکھے اور پورے غور سے جائزہ لے سکتا ہے کہ اس کی کوششوں کے نتیجہ میں ذہنی اور خارجی حالت کی کس قدر اصلاح ہو رہی ہے یا نہیں اور پھر اس کے مطابق اپنے لئے عبوری لائحہ عمل تیار کرے جو عام لوگوں کے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہو اور جس پر عمل کرنے سے قدم آگے کی طرف بلا حائل اور اصل منزل مقصود قریب ہو جاتی ہو۔ ہو سکتا ہے پاکستان جیسے معاشرے کو اصل منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے متعدد عبوری مراحل سے گزرنا پڑے ہر مرحلہ کے لئے عبوری لائحہ عمل بنانا اور تیار کرنا پڑے۔

عبوری لائحہ عمل کے متعلق یہ بات ضرور ذہن نشین رہے کہ وہی عبوری لائحہ عمل صحیح اور درست لائحہ عمل ہو سکتا ہے جو اس وقت کے عبوری حالات سے مطابقت رکھتا اور معاشرے کی اکثریت

عمل مسلمانوں کے اس بندہ باگ و موئے سے مطابقت نہیں رکھتا جو وہ اسلام کے معاشی نظام کے متعلق عام طور پر کرتے ہیں کہ وہ افادگی کے طور پر باقی سب معاشی نظاموں سے بیز اور اپنے معروضی نتائج و اثرات کے لحاظ سے زیادہ مفید اور نفع بخش ہے۔

عبوری لا تح کے عمل کے متعلق ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اسلام عبوری لا تح کے عمل ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی اجازت صرف ایسے اسلامی معاشرے کو دیتا ہے جس نے صدق و دل سے قطعی طور پر یہ طے کر لیا ہو کہ وہ اپنے ہاں اسلام کے حقیقی عادلانہ معاشی نظام کو ضرور مدد دے گا۔ لائے گا اور پھر اس کے ساتھ دو بار دی پیلیج کی اور سدی کے ساتھ مطلوبہ ذہنی اور خدائی ماحول پیدا کرنے کی امکانی کوشش بھی کر رہا ہو۔ مطلب یہ کہ یہ اجازت اور رعایت ایسے اسلامی معاشرے کے لئے نہیں جس کا قصد و ارادہ نہ اسلام کے حقیقی مثالی معاشی نظام کو بالآخر اپنے ہی عمل میں لا تا اور نافذ کرنا ہو اور نہ وہ مطلوبہ ذہنی اور خدائی حالات پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہو جو اس کے عمل میں آنے کے لئے ضروری ہیں کیونکہ عبوری لا تح کے عمل تو ہر وہ مسئلہ ہے جو کسی مستقل اور دائمی لا تح کے عمل تک پہنچنے کا ذریعہ بننا ہو گویا کسی حیثیت اصل متقدم کی ضمنیہ مقدمہ کے ذریعے اور وسیلے کی ہوتی ہے۔

اور چونکہ عبوری معاشی لا تح کے عمل کی حیثیت 'حقیقی مستقل معاشی لا تح کے عمل کے لئے وسیلے' کے طور پر ہے کہ ہوتی ہے لہذا کسی عبوری معاشی لا تح کے عمل کے متعلق یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ صحیح ہے یا غلط 'اصل معیار حقیقی معاشی لا تح کے عمل ہوتا ہے چنانچہ جو عبوری معاشی لا تح کے عمل 'خصوصی عبوری حالات میں قابل عمل ہونے کے ساتھ حقیقی معاشی لا تح کے عمل کے زیادہ مماثلہ مشابہ ہو وہ صحیح اور جو کم مشابہ و مماثل ہو وہ غلط قرار پاتا ہے۔

دراصل اس وقت ہمارے سامنے دو مقدمہ ہیں ایک یہ کہ اسلام کے معاشی نظام کی دوسرے غیر اسلامی معاشی نظاموں پر علمی و عقلی طریقہ سے فوقیت دہ تری چلتی کی جائے جیسا کہ عام طور پر ہمارا دعویٰ ہے اور دوسرا مقدمہ یہ کہ آج ہم مسلمانوں کی عام طور پر جو طرب و شستہ معاشی حالت ہے اس کو نہ دیکھنا اور نہ دیکھنا اور درست کیا جائے۔ مسلمانوں اسلام کے حقیقی طور مستقل عادلانہ معاشی نظام کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے جس کا مقصد سب سے پہلے ضروری دیا گیا ہے جبکہ دوسرا مقدمہ عبوری

کے لئے قابل قبول اور قابل عمل ہو تاکہ اس کے مفاد سے مخالفت نہ ہو عمل کا تصور نہ ہو جس کا نتیجہ حاصل شدہ فائدہ کے مقابلہ میں نقصان نہیں زیادہ ہو اگر تاکہ ہے۔ دوسری چیز جو عبوری لا تح کے عمل کی صحت و درستی کے لئے ضروری ہے وہ یہ کہ اس پر عمل کرنے سے منزل مقصود کچھ نہ کچھ ضرور قریب ہوتی ہو 'چنانچہ جو عبوری لا تح کے عمل ایسا نہ ہو وہ غلط و باطل قرار پاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو کہ عبوری لا تح کے عمل ماننے کا کام خاصانہ تک 'چھپوہ' مشکل کام ہے جس کو علماء و مفسرین کی ایک ایسی جماعت انجام دے سکتی ہے جو اعلیٰ علم و فہم کے ساتھ اجتماعی حالات پر گہری اور وسیع نظر و تحقیق اور ان اسباب و عوامل کو غنی و البصیرت جانتی ہو جن کے زیر اثر انسانی معاشرے میں تبدیلیاں رونما ہوتی اور توجیر و تحریک ہونا چاہئے اور عرصہ زوال کے مناظر سامنے آتے ہیں۔

پھر چونکہ عبوری لا تح کے عمل جو مخصوص جسم کے ذہنی و خدائی حالات میں وقتی مصلحت کی خاطر ملایا جاتا ہے بدل کا مل سے مطابقت نہیں رکھتا اور اس میں علم و تحقیق تعلق کیونکہ نہ کچھ ضرور موجود ہوتا ہے لہذا اس کو حقیقی طور پر اسلامی سمجھنا اور کہنا درست نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یہ اس کے متعلق نہایت واضح اور اختلاف الفاظ میں یہ اعلان ضروری ہوتا ہے کہ یہ لا تح کے عمل حقیقی طور پر اسلامی نہیں بلکہ اس کو اسلام کے اس اصول کے تحت وقتی طور پر ملایا اور اختیار کیا گیا ہے کہ جب حالات ایسے ہوں کہ خیر کا حاصل حصول ناممکن ہو البتہ خیر کا نقص حاصل ہو سکتی ہو تو وقتی طور پر خیر کا نقص کو اختیار کر لیا جائے اور خیر کا حاصل کرنے کو کوشش جاری رہے۔ بالفاظ دیگر جب حالات ایسے ہوں کہ دور آئیں میں سے ایک کا اختیار کرنا ضروری ہو یا گزیر ہو تو جو برائی نہیں ناممکن و نہ یہی ہو وقتی طور پر اس کو اختیار کر لیا جائے۔ عبوری لا تح کے عمل کے متعلق مذکورہ اعلان اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کو اختیار کرنے والے فلسفی سے یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ مستقل اور دائمی ہے لہذا آگے چل کر جب اس کو چھوڑنے کا مرحلہ طے آئے تو ان کو اس کے چھوڑنے میں دقت و دشواری محسوس ہو کیونکہ یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کو وہ وقتی طور پر عارضی سمجھ کر اختیار کرتا ہے اس کے ترک کرنے میں اس کو کوئی دقت و دشواری پیش نہیں آتی۔ آسانی کے ساتھ ترک کر دیتا ہے مذکورہ اعلان کے ضروری ہونے کی دوسری اہم وجہ یہ ہے کہ اس کے بعد کسی مخالف اسلام کو اس عبوری لا تح کے عمل کی بنا پر یہ دیکھنا کہ اسے کا موقع نہیں مل سکتا کہ یہ لا تح

معاشی لائحہ ہائے عمل کے ذریعے پر کیا جاسکتا ہے جو معیشت کی چھڑی کو چلانے رکھنے کے لئے نہایت ضروری ہے۔

جہاں تک عبوری معاشی لائحہ عمل کے شرعی جواز کا تعلق ہے اس کا ثبوت قرآن و حدیث کی ان خصوص سے بطور ہی فراہم ہوتا ہے جن میں مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کے اندر بعض ایسے معاشی معاملات کے رواج کا ذکر ہے جو آخر میں تحریم ربّ کے اعلان کے ساتھ ممنوع قرار پائے جیسے حاکم و غیر وہ۔

اور پھر ہم عام طور پر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جس کے اندر ہر دور اور ہر زمانہ و مکان کے انسانوں کے لئے قابل عمل ہدایت و رہنمائی پائی جاتی اور ہر دور کے مسائل کا حل اس میں موجود ہے یہ دعویٰ معاشی اور سیاسی مسائل کی بنسبت صرف اسی صورت میں صحیح ثابت ہو سکتا ہے جب اس کے اندر عبوری حالات کے لئے عبوری لائحہ عمل کا تصور اور جواز موجود ہو کیونکہ اگر اس کا انکار کر دیا جائے تو مذکورہ مسائل کی حد تک یہ دعویٰ درست نہیں رہتا کہ اسلام ہر دور اور ہر عہد میں ان مسائل کے لئے قابل عمل ہدایت و رہنمائی دیتا ہے کیونکہ ان مسائل کے متعلق اسلام کا جو حقیقی اور مستقل ضابطہ ہدایت و رہنمائی ہے ہر طرح کے ذہنی اور خارجی دباؤ کے باوجود اس پر عمل نہیں ہو سکتا جیسا کہ پہلے اسی مضمون میں قدرے تفصیل کے ساتھ اس کے متعلق لکھا اور عرض کیا چاہا تھا کہ ہے۔

تاکہین کرام مسئلہ مذکور کے حل کے لئے میں نے جو طریق کار عرض کیا ہے ظاہر ہے کہ اس میں طویل وقت کا لگانا لازمی ہے۔ لیکن اگر مقصود پر امن طریقہ سے معاشرے کی پائیدار اصلاح ہے تو وہ مذکورہ طریق کار کے بغیر ممکن نہیں نیز میرے علم و فہم کے مطابق یہی طریق کار صحیح اسلامی طریق کار ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

ماخذ و مراجع

۶۳۔ "دارالعلوم دہلی"۔

۶۵۔ "سماجی و فکری نظریات اسلام کی روشنی میں"۔

SOME ENGLISH BOOK

ADAM SMITH, NATURE AND CAUSE OF WEALTH OF NATION.

CHAPRA MUHAMMAD UMER, ISLAM AND ECONOMIC DEVELOPMENT, ISLAMIC RESEARCH INSTITUTE ISLAMABAD 1991-

HALI POTHIA ABDUL WAHEED, PHILOSOPHY OF SHAH WALLIULLAH, AND HIS TIME, LONDON-

KENYNES, J.M., THE GENERAL THEORY OF MONEY, INTEREST AND EMPLOYMENT, MACMILLAN & CO LONDON-

MARK, KARL, CAPITAL VOL:1,2,3 MOSCOW, 1959-

NORMAN F-KEISER "INTRODUCTORY TO ECONOMICS, PUBLISHED BY JOHN WILLY AND SONS, NEW YORK LONDON 1990-

PROF AFRID MARSHAL PRINCIPAL OF ECONOMICS PUBLISHED LAMORE 1986-

RIZVI SYED ATHAR ABBAS SHAH WALLI ULLAH AND HIS TIME-

IMA, BIVATH PUBLISHING HOUSE, AUSTRALIA-1989-

۳۱۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۲۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۳۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۴۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۵۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۶۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۷۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۸۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۳۹۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۰۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۱۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۲۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۳۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۴۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۵۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۶۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۴۷۔ گیارہویں صدی میں اسلامی معاشیات "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

انسائیکلو پیڈیا

۵۸۔ انسائیکلو پیڈیا "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۵۹۔ انسائیکلو پیڈیا "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۶۰۔ انسائیکلو پیڈیا "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

مجلات

۶۱۔ "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۶۲۔ "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

۶۳۔ "تیس گیارہویں صدی میں گیارہویں صدی میں"۔

